وبالنجم ہم یہتدون — ۲۹۶۶ — رجسٹرڈ نمبر ایل ۳۵۹

بیادگار حضرت نجم العلماءؒ

زیر سرپرستی — والئ ریاست عالیہ محمود آباد مہاراجہ محمد امیر احمد خاں صاحب بالقابہ متولی منتظم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

زیر نگرانی — تاج العلماء جناب مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ مدظلہ نبیرہ سرکار نجم العلماءؒ ناظم و صدر شعبہ تبلیغ مدرسۃ الواعظین

ناظم و مدیر

سید نجم الحسن کراروی صدر الافاضل

مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

مینیجر

سید حسن المتخلص بہ اکمال لکھنوی

الواعظ صفدر پریس لکھنؤ میں چھپ کر شائع ہوا

الواعظ

مدرسۃ الواعظین ایسے مہتم بالشان اور واحد ادارہ تبلیغی سے اس کے اغراض و مقاصد کی ترجمانی و اشاعت کیلئے جس قدر ایک مستحکم پرچہ یا ایک علمی و مذہبی جریدہ کے اجرا کی ضرورت ہے وہ فریضہ تبلیغ کے ہمدردوں سے مخفی نہیں۔ اسی خیال کو نصب العین قرار دیکر الواعظ جاری کیا گیا تھا جو ایک مدت سے اپنے فرائض کو حسن و خوبی سے ادا کر رہا ہے جو ناظرین کرام سے مخفی نہیں ہے۔

الواعظ مدرسۃ الواعظین کے حالات اور اسکے مبلغین کی تبلیغی کارروائیاں اپنی ہر اشاعت میں شائع کرتا رہتا ہے۔

الواعظ اس جل کے اصطلاحی مناظرہ سے بچتا ہے انتہائی تہذیب و متانت سے علمی مضامین محققانہ انداز سے پیش کرتے رہنا اپنا فرض جانتا ہے۔

الواعظ مذہب اسلام کے اکمل الادیان ہونے قرآن مجید کے افضل الکتب اور پیغمبر اسلام کے افضل الانبیاء اور خاتم المرسلین ہونیکا اثبات اپنا اہم ترین فریضہ قرار دیئے ہوئے ہے۔

الواعظ مذاہب اسلام کا اتحاد اور یکجہتی کا خواستگار اور تمام اہل اسلام کو ایک متحدہ پلیٹ فارم پر دیکھنے کا متمنی ہے

الواعظ اسلامی شریعت کی حکمت اور اس کی جامعیت کو تمام دنیا پر واضح کر دینے کا آرزومند رہتا ہے۔

الواعظ اسلامی شریعت کی فضیلت اسلامی تمدن کی فوقیت اسلامی احکام و قوانین شریعت سے تمام عالم کو آگاہ کر دینے کیلئے اپنے صفحات کو وقف کیے ہوئے ہے۔

الواعظ ائمہ طاہرین کے ہدایات سلف صالحین کے تاریخی حالات دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اصول اسلام کا فلسفہ قدیمہ و جدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام و ازالہ شبہات اور اکتشافات جدیدہ اور حقائق اسلام اور اخبار علمیہ کی اشاعت میں کوئی ممکن دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔

الواعظ آریہ عیسائی قادیانی اہلحدیث اہل قرآن کے مقابلہ میں اپنی خاص متانت کے ساتھ ہر وقت احقاق حق کے لیے کمربستہ رہتا ہے ہر ماہ انگریزی کی ابتدائی تاریخوں میں شائع ہوتا ہے قیمت سالانہ عام خریداران ہندوستان سے تین روپیہ سالانہ اور بیرون ہند کے خریداروں سے پانچ روپیہ سالانہ مقرر ہوئی ہے سائر البیان ملک سے جو کچھ وہ مرحمت فرمائیں۔ حجم ۲ جز علاوہ ٹائٹل (منیجر الواعظ)

۶۸۶

"شرح اعانت"
اعلیٰ طبقہ سے ۱۰ روپیہ سالانہ
متوسط طبقہ سے ۵ روپیہ سالانہ
عام حضرات سے ۳ روپیہ سالانہ

جلد ۲۴ — بابتہ ماہ جنوری تا ماہ جون سنہ ۱۹۴۲ عیسوی — نمبر ۱ تا ۶

الواعظ
لکھنؤ
جون سنہ ۱۹۴۳ء

عقد اُم کلثوم

اگرچہ علماء نے اپنے ناخن تحقیق سے عقد ام کلثوم کے اُنجھاؤ کی گرہ کھول کر اُن اُم کلثوم کو بے نقاب کر دیا ہے جنکا عقد خلیفۂ ثانی سے ہوا تھا لیکن اب بھی ہمارے بعض مسلمان سُنّتِ مائبہ کو چھوڑنا اچھا نہیں سمجھتے اور کبھی کبھی ام کلثوم بنت علیؑ علیہ السلام کی توہین کر ہی دیتے ہیں۔

ناظرین کرام یقین کریں کہ اب اس طے شدہ مسئلے پر کوئی صاحبِ علم و ادراک قلم اُٹھانا اپنی عزت نہیں تصور کرتا۔ ہاں البتہ بعض ایسے نامہ نگار جنھیں دوازدھم اور سیزدہم تک میں فرق نہیں معلوم ہوتا وہ جرأت غیر مستحسن کرتے ہیں۔

اسوقت میرے زیر نظر اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۲۱ رمئی سنہ ۴۳ء ہے جس کے صہ۶ کالم (۱) پر عقد ام کلثوم کی سرخی سے ایک مضمون درج ہے جسکی پہلی سطر میں حوالہ دوازدہم اور چودہویں سطر میں حوالہ سیزدہم لکھا ہے اسکے بعد تیسویں سطر میں لکھا ہے :-

"اتفاق سے ان جوانوں کا عدد ائمہ اثنا عشر کے عدد کے برابر ہوا، گویا یہ بھی حضرت عمر کی کرامت ہے عقد ام کلثوم بنتِ علی ابن ابیطالب کی طرح الخ"

اگرچہ موصوف کی حمایت ایڈیٹر صاحب نے کی ہے حوالہ کے اتفاق و اتحاد سے ہر عاقل دلیل قائم کر سکتا ہے۔

بہرحال میری گذارش پیارے نامہ نگار سے یہ ہے کہ بھائی جب آپ کو ۱۲-۱۳ میں فرق نہیں معلوم ہوتا تو آپ ام کلثوم بنت علی اور ام کلثوم بنت ابی بکر میں کیا فرق سمجھ سکتے ہیں۔ یہ علماء کا مسئلہ ہے۔ علماء ہی کے فیصلہ پر قانع رہیئے۔

میرے محترم دوست! الواعظ نے اپنی پالیسی بدل دی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس قسم کے مسئلوں میں اس کے صفحات بخوشی صرف کریں۔ اگر آپ کو زورِ قلم کا مظاہرہ مقصود ہو تو کوئی ایسا علمی مسئلہ چھیڑیئے جو مذہبی مناظرے سے دور ہو تاکہ ناظرین لطف اندوز ہو سکیں۔ چونکہ آپ کی ژولیدہ تحریر سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ شاید آپ اصل مسئلہ سے واقف ہی نہیں ہیں اسلئے ہم آپ کے پیش کردہ حوالے سے متعلق عرض پرداز ہیں کہ چونکہ حضرت عمر کی کئی بیویوں کا ام کلثوم نام تھا اسلئے مورخین کو اشتباہ ہو گیا ہے اور جہاں جہاں بنت علی کی لفظ ہے وہاں بنت ابی بکر مراد ہے اس لئے کہ یہ ام کلثوم جو ابوبکر کی بیٹی ہیں جناب اسماء بنت عمیس کے بطن سے تھیں جو حضرت علی کے عقد میں آئی تھیں اور انھوں نے اُم کلثوم بنت ابی بکر کی پرورش کی تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ اس لڑکی کے عقد وغیرہ کے تذکرے حضرت علی ہی کے ذریعہ سے ہونگے بس یہی وجہ اشتباہ ہے۔ میرے دوست! یہ تو سوچیے کہ وہ تاریخ کی روایت جسکو آپ نے عقد ام کلثوم بنت علی کے سلسلے میں پیش کیا ہے

جسکا تتمہ اسد الغابہ اور اصابہ میں یہ ہے کہ
زید اور ام کلثوم یعنی ماں اور بیٹے دونوں
زمانہ معاویہ میں ایک ہی ساتھ انتقال کر گئے
اُس سے ام کلثوم بنت علی کیونکر مراد ہوسکتی ہیں
جبکہ واقعہ کربلا ۶۱ھ میں آپ کا وجود قطعی
طور پر ثابت ہے جو امیر معاویہ کے بعد زمانۂ یزید
میں واقع ہوا تھا۔

کتابیں بول رہی ہیں کہ حضرت عمر کا
عقد ام کلثوم بنت جرول خزاعی اور ام کلثوم
بنت عقبہ ابن ابی معیط اور ام کلثوم مادر عاصم
ابن عمر کے ساتھ ہوا اور ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا
کا عقد محمد ابن جعفر بن ابی طالب کے ساتھ ہوا
تھا۔ اب رہ گیا اُس کلثوم کا تذکرہ جو اس سلسلہ
میں آتا ہے کہ جب حضرت عمر کے عقد کا ذکر کیا گیا
تو اُس نے یہ کہا کہ میں اس بدخو کے ساتھ عقد نہ
کرونگی اور اگر میرا عقد کر ہی دیا گیا تو قبر رسول پر
جاکر فریاد کرونگی (تاریخ کامل) اور جس کے متعلق حضرت
علی نے صغر سنی کا بہانہ کیا تھا وہ وہی ام کلثوم
ہیں جو حضرت ابوبکر کی بیٹی جناب اسماء بنت
عمیس کے بطن سے تھیں جن کی پرورش و پرداخت
حضرت علی نے کی تھی جسکے سبب سے لوگوں نے
بنت علی کہنا شروع کر دیا تھا جو وجہ اشتباہ بنگیا

روایت و درایت سے قطع نظر عقلی
حیثیت سے بھی ہر عاقل بصیر یہ سمجھ سکتا ہے کہ
پیغمبر اسلام نے جبکہ حنیفہ کا عقد اپنی بیٹی فاطمہ
علیہا السلام بنت خدیجہ سے نہیں کیا تھا تو حضرت
علی جو رسول کے پیرو اور انکے نقش قدم پر چلنے
والے تھے اپنی کسی بیٹی کا عقد حضرت عمر سے کیونکر
کر سکتے تھے۔

میرے محترم! میری رائے ہے کہ آپ اس
قسم کے الجھاؤ میں نہ پڑیے جس سے حضرت فاطمہ
زہرا کے نازک دل کو ٹھیس لگے، مناسب ہے کہ
افسانہ نگاری وغیرہ کی مشق کیجیے تاکہ عوام دلچسپی
لے سکیں اور آپ شہرت یافتہ ہوجائیں۔

پادری عبدالحق کی تقریر اور واعظ مدرسۃ الواعظین

لکھنؤ گھسیاری منڈی میں کرسچین یوتھ لیگ
لکھنؤ کی طرف متعدد جلسوں کا انتظام کیا گیا اور جسمیں
تقریر کرنے کے لئے پادری عبدالحق صاحب پروفیسر
سمنری کالج سہارنپور کو مدعو کیا گیا موصوف نے
۱۶ رمئی سے ۲۳ رمئی تک مسلسل عیسائیت اور
کتاب مقدس بائبل کے متعلق تقریریں کیں۔
آپ کے موضوعات حسب ذیل تھے۔

(۱) دین کامل (۲) شریعت اور فضل
(۳) مقصد تخلیق (۴) حقیقت تجسم
(۵) حقیقت نجات (۶) حقیقی عرفان

ان جلسوں میں عام شرکت کی دعوت دی گئی
لیکن دوران تقریر میں کسیکو زبانی اعتراض
کرنے کی اجازت نہ تھی البتہ باجازت صدر صرف
تحریری اعتراض پیش کرنیکا حق تھا۔ پادری
صاحب کی تقریر سننے کے لئے مدرسۃ الواعظین
کے واعظ عالیجناب مولانا حمید حسن صاحب صدر الافاضل
نے بھی جلسہ میں شرکت کی اور دوران تقریریں
جو سوالات پادری صاحب کی خدمت میں پیش
کئے اور پادری صاحب نے اُن کے جو جوابات
دیئے وہ مختصر طور پر ہدیہ ناظرین ہیں۔

سوال (از طرف واعظ) اگر دین نصاریٰ دین
کامل ہے تو آپ فرمائیں کہ عورت و مرد' زن و شو
میں اگر اختلاف ہو جائے اور عورت یا مرد ایک
دوسرے کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں ہیں تو آپکا
دین کامل اس باب میں کیا فیصلہ رکھتا ہے اور
انکا کیا حکم ہے؟

جواب (از طرف پادری) دین کا تعلق صرف
روحانی ترقی سے ہے۔ کتاب مقدس کا فریضہ
صرف روح کی اصلاح ہے نہ کہ مسائل کو بیان کرنا
ہاں اتنا میں کہتا ہوں کہ طرفین کو باوفا ہونا چاہیئے

نوٹ:۔ ناظرین نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ پادری
صاحب کے خیال کے مطابق زن وشو کے باہمی
اختلاف کے لئے کتاب مقدس میں کوئی حکم
موجود نہیں ہے۔ ایسا دین کامل کیونکر ہو سکتا
ہے جسمیں ایسی اہم چیز کے متعلق کوئی حکم موجود
نہ ہو۔ نیز پادری صاحب کا یہ خیال کہ کتاب
مقدس صرف روح کی اصلاح کے لئے ہے
اس امر کی مکمل دلیل ہے کہ دین مسیحی ناقص
ہے وہ صرف روحانیت کی اصلاح
کر سکتا ہے لیکن مادیت امور دنیوی اور
انسان کی معاش کے لئے اس میں کوئی قانون
نہیں ہے یہ بھی عیسائیت اور مسیحیت کا ایک
بہت بڑا نقص ہے۔ برخلاف اس کے
اسلام کو دیکھو کہ اسکے اندر ہر ہر شئے کے لئے
ایک حکم موجود ہے اور روحانیت، مادیت
امور دنیا و دین دونوں کے لئے اسلام میں
احکام موجود ہیں۔ اسلام جس طرح انسان کی
معاد کی اصلاح کرتا ہے اسی طرح اس کے
معاش کا بھی ضامن ہے۔ دین کامل اسکا نام ہے

سوال (۲)۔ انجیل کس زبان میں نازل
ہوئی اور اس زمانہ میں موجود ہے یا نہیں؟
اور چاروں انجیلوں میں کون جناب عیسیٰ
پر بطور وحی نازل ہوئی؟

جواب:۔ کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی
نازل ہونے کا لفظ غلط ہے۔ اور انجیل زبان
یونانی میں وحی ہوئی۔ اور وہ دنیا میں موجود ہے

نوٹ:۔ اس جواب کی بھی غلطی خود واضح ہے
پادری صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی کتاب نازل
نہیں ہوئی اور کتاب مقدس میں خود موجود
ہے کہ حضرت موسیٰ توراۃ کو پہاڑ سے لائے
نیز سوال مذکور میں کئی شقیں تھیں۔ دو شقوں کا
تو کچھ جواب دیا لیکن تیسری شق کا کوئی جواب
نہ دیا (غالبا جواب سے قاصر تھے) پھر جواب
الجواب کی اجازت نہ دیگئی۔ بعد کے جلسوں
میں بھی اعتراض کیا گیا لیکن کوئی تشفی بخش
جواب نہ ملا۔ سچ ہے اسلام کا ہر جگہ بول بالا
رہے گا۔

مدرسۃ الواعظین میں تعطیل

بتاریخ ۱۸ رمئی ۴۳ء سے مدرسۃ الواعظین
میں گرمی کی تعطیل ہو گئی ہے۔ تمام طلاب ور
مدرسین اپنے اپنے وطن تشریف لے گئے۔

استاذ الواعظین علامہ مولانا سید
عدیل اختر صاحب قبلہ مدظلہ پرنسپل مدرسۃ
الواعظین کا پتہ تا زمانہ تعطیل (۳ جولائی ۴۳ء)
علی نگر۔ پالی ضلع گیا صوبہ بہار رہیگا۔ مدیر۔

معاصرین سے گذارش

موقر اخبارات اور ذی عزت رسالوں کے ایڈیٹر صاحبان سے گذارش ہے کہ معاوضۂ تبادلہ جس حیثیت سے آپ کرتے رہے اور برابر دفتر الواعظ کو سرفراز فرماتے رہے اسی طرح حسب سابق براہ کرم نظر توجہ فرمائیے۔ انشاء اللہ اب ادارہ کی طرف سے آپ کو کوئی ایسی شکایت نہ پیدا ہوگی جس میں آپ شریک و سہیم ہوں۔

التماس دعا

حجۃ الاسلام جناب مولانا مفتی احمد علی صاحب قبلہ مجتہد العصر پرنسپل ناظمیہ عربی کالج عرصہ سے علیل ہیں۔ حضرات مومنین کرام سے التماس ہے کہ موصوف کی صحت کے لئے بعد نماز دعا فرمایا کریں۔

(ادارہ)

قرآن اور حدیث

(نوشتہ سید العلماء جناب مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر والزمان)

دنیا کے موسمی تغیرات نے جہاں بہت سے نئے خیالات کی پیداوار کی ہے وہاں ایک یہ بھی کہ احادیث کی وقعت گھٹانا اپنی علمی بصیرت کا ایک طرۂ امتیاز خیال کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ "حدیثیں اختلاف کی وجہ سے بے وقعت اور دور از حقیقت ہیں اور ہمیشہ سے بازیچۂ طفلاں ہیں رسول کے افعال و اقوال میں سب سے اول اور مقدم طریق نماز ہے اور حادثات میں سب سے عظیم تر رسول کی وفات ہے۔ جبکہ حدیثیں ان اہم ترین فرائض و واجبات میں یک زبان نہیں ہیں تو ان کے قول کا اعتبار ہی کیا ہے یہ راویوں سے حدیثیں دین میں تفرقہ انداز ہیں اسلام میں مختلف فرقے انھیں حدیثوں کی کرامات ہیں۔"

یہ خیالات بالکل باد رہوا ہیں۔ حدیثوں میں اتفاق بھی ہوتا ہے اور اختلاف بھی۔ اختلافی حدیثوں میں بھی اکثر کوئی ایک نقطہ مشترک ہوتا ہے۔ اگر انسان مختلف حدیثوں میں محاکمہ کرنے اور ترجیح کے اصول پر عمل کرنے سے گریز بھی کرے تو ان مشترک نقطوں کو تو ماننے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیئے جن تمام حدیثیں باوجود اپنے اختلافات کے ہمزبان ہوں۔ اسی سے "متواتر بالمعنیٰ اور متواتر بالاجمال" کے حدود قائم ہوتے ہیں

مثال کے طور پر یہ دیکھئے کہ احد اور حنین کی جنگ کے حالات ہمارے لئے تو روایات ہی کے ذریعہ سے پہونچتے ہیں اور اسمیں شک نہیں کہ ان روایات میں بڑا اختلاف بھی ہوتا ہے۔ پھر کیا آپ یہ کہینگا

کہ یہ روایات سب یکزباں نہیں ہیں تو انکے قول کا اعتبار ہی کیا؟ اس لئے جنگ... کا وجود ہی نہیں ثابت۔ ہمیں کیا معلوم کہ کوئی لڑائی ہو بھی رہی ہے۔

ابھی کل کی بات ہے کہ کلکتہ پر جاپانی ہوائی جہازوں کی گولہ باری آپ کو روایات ہی کے ذریعے سے پہونچی اور آپ نے تسلیم کی۔ باوجودیکہ گولہ باری کی ان روایتوں میں جو ہم تک چشم دید اور اخباری بیانات سے پہونچی ہیں بڑا سخت اختلاف ہے۔ شروع جنگ سے ابتک نہ معلوم کتنے واقعات ہیں جو آپ کے لئے انھیں مختلف روایات کے ذریعہ سے یقین کے درجے پر بھی پہونچ گئے۔ پولینڈ پر جرمنی کا قبضہ، بلجیم کا خاتمہ، فرانس کی شکست، ناروے، ڈنمارک، ہالینڈ اور یونان وغیرہ پر دشمن کا تسلط، روس کے بہت سے علاقوں پر جرمنی کا غلبہ، افریقہ میں فتح وشکست کے الٹے پلٹے۔ رضا شاہ کی معزولی ونظربندی عراق کی بغاوت اور رشید عالی کا انجام یہ سب باتیں اسوقت ایسی ہی یقینی ہیں جیسے آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھی ہوں۔ نہ روایتوں کا اختلاف اس یقین کو روک سکا نہ روایتوں کا "بازیچہ طفلاں" ہونا سدراہ ہوسکا۔

گذشتہ واقعات میں کوئٹہ کا زلزلہ، جلیانوالہ باغ کا واقعہ، ۵۷ء کا غدر، دہلی کی سلطنت کا خاتمہ۔ بہادر شاہ کی معزولی اور نظربندی۔ اکبر کی رواداری اور انتظام کی خوبیاں عالمگیر کی آس پاس کے ملکوں پر فوج کشی وغیرہ وغیرہ ہزاروں ہی ایسے واقعات ہیں جو مختلف روایات ہی کی بنا پر حد یقین تک پہونچے ہیں روایتوں کے اختلافی ہونے سے یہ نتیجہ تو نہیں نکالا جاتا کہ اصل واقعہ ہی غلط ہے۔ بلکہ اصل واقعہ صحیح مان لیا جاتا ہے۔ صرف اسکے تفصیلات میں شک وشبہ رہتا ہے جب تک کہ کوئی کامل وثوق سامنے نہ آجائے۔

سوال میں خود اس مثال کو پیش کیا گیا ہے کہ رسول کے افعال میں سب سے مقدم طریق نماز ہے اور حادث میں سب سے عظیم تر وفات رسول ہے، مگر احادیث اس بارے میں ہمزبان نہیں ہیں۔ مگر اس ہمزبان نہونے سے یہ نتیجہ تو نہیں نکلتا کہ نماز کوئی حقیقت ہی نہ رکھتی تھی اور وفات رسول ہوئی ہی نہیں پھر جبکہ نماز ایسے اہم حکم اور وفات رسول ایسے اہم واقعہ میں اختلاف کا پیدا ہونا اصل واقعہ کی صحت میں خلل انداز نہیں ہوا تو اگر کسی دوسرے حکم یا واقعہ کے تفصیلات میں اختلاف ہو تو اس سے اصل واقعہ کی صحت پر کیا اثر پڑسکتا ہے۔ بلکہ اگر تمام روایتیں باوجود اپنے طرح طرح کے اختلافات کے واقعہ کے ثبوت میں متفق ہیں تو ماننا پڑے گا کہ اصل واقعہ تو ثابت ہے تفصیلی واقعات ہمیں معلوم نہ سہی۔

وفات رسول کے متعلق اتنا ہر مسلمان یقین کرتا ہے کہ صفر کی ۲۸ سے ربیع الاول کی بارہ تک کی تاریخوں میں منحصر ہے۔ یہ نتیجہ ہے انھیں مختلف روایتوں کا جو اس ایک دائرہ کے اندر محدود و متفق ہیں۔ نماز کے متعلق یہ یقینی ہے کہ وہ پانچ وقت کی ہے — فلاں وقت اتنی رکعت اور فلاں وقت اتنی رکعت ہے۔ قیام وقعود، رکوع اور سجود پر مشتمل ہے۔ یہ جتنی باتیں یقینی طور پر ثابت ہوگئیں کیونکر ثابت ہوئیں۔ انکی مختلف

روایتوں کے متفقہ بیانات سے۔

پھر اسی طرح اگر کسی آیت کے شانِ نزول یا کسی معجزے کے وقوع یا کسی عام حکم کی تخصیص یا کسی مطلق کی تقیید میں روایات کے اندر کسی حد تک تفصیل میں اختلاف ہو لیکن اجمال پر سب متفق ہوں تو اس سے یہ نتیجہ کیسے نکل سکتا ہے کہ یہ شانِ نزول یہ معجزہ یہ تخصیص اور تقیید غلط ہے اور یہ کہ ہم کو بس قرآن کی آیتوں پر عمل کرنا چاہیئے اور حدیثیں سراسر بے وقعت اور دور از حقیقت ہیں۔

غور کیجیئے تو قرآن کریم خود ہم تک انہی انسانوں کے ذریعہ سے پہنچا ہے جن کے بیانات کو احادیث کے بارے میں سراسر بے وقعت اور دور از حقیقت بتلایا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی نوعیت، نزول، آیات کے موقع ورود اور ترتیب وغیرہ میں ویسے ہی بیانات کے اختلاف ہیں جیسے کہ احادیث میں عموماً بتلائے جاتے ہیں، مگر ان اختلافات کے باوجود اصل قرآن کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا جانا ضروری ہوا۔ پھر ایسے ہی کسی دوسرے واقعہ کے تفصیلات میں اگر بیانات کا اختلاف ہو تو اصل واقعہ کو نظر انداز کیسے کیا جا سکتا ہے؟

یہ بھی غلط ہے کہ اسلام میں مختلف فرقے انھیں حدیثوں کی کرامت ہیں، بلکہ اکثر اختلافات قرآنی آیتوں کے مختلف معانی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر نماز میں پیروں کا دھونا یا مسح کرنا ارجلکم اور ارجلکم کی مختلف قراءتوں سے متعلق ہے۔ حیاتِ و موتِ مسیح کا مسئلہ ما قتلوہ وما صلبوہ کے ساتھ پھر فلما توفیتنی اور متوفیک کے الفاظ سے متعلق ہے جبر و اختیار کا مسئلہ من یضلل اللہ فما لہ من ہاد اور من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر وغیرہ آیتوں سے متعلق ہے۔ رویت و عدم رویت کا مسئلہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الیٰ ربہا ناظرۃ اور لا تدرکہ الابصار سے متعلق ہے تجسیم و تنزیہ کا مسئلہ یداہ مبسوطتان اور لیس کمثلہ شیٔ وغیرہ سے متعلق ہے۔ عصمت انبیا کا مسئلہ لا ینال عہدی الظالمین کی موجودگی میں عصیٰ آدم ربہ فغویٰ اور فتکونا من الظالمین وغیرہ سے متعلق ہے۔ بدا کا مسئلہ لا تبدیل لکلمات اللہ کے ساتھ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت سے۔ پردہ کا مسئلہ لا یبدین زینتہن کے ساتھ الا ما ظہر منہا کے استثنا سے۔ نجاست و طہارت اہل کتاب کا مسئلہ انما المشرکون نجس کے ساتھ طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم سے خوارج کے مذہب کی بنیاد ان الحکم الا للہ پر قائم ہوئی۔ غرض یہ ہے کہ اسلام میں تقریباً کوئی اختلافی مسئلہ ایسا نہیں ہے خواہ وہ اصولِ دین سے متعلق ہو یا فروعِ دین سے۔ جس میں طرفین نے آیات قرآنی سے صحیح یا غلط طور پر استدلال نہ کیا پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مختلف فرقے حدیثوں کی کرامت ہیں اور اس لئے حدیثوں کو نظر انداز کرنا چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی ماخذ منقولی عقائد احکام اور تاریخی واقعات سب شعبوں میں دو ہیں۔ قرآن اور حدیث قرآن اجمال کا پتہ دیتا ہے اور احادیث سے اسکی تفصیل ہوتی ہے

اس لئے نہ قرآن ہی کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے نہ احادیث کو۔ خود قرآن نے ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا کے الفاظ میں اور اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کے فرمان میں اپنے علاوہ ایک دوسرے ماخذ کی طرف رجوع کا حکم دیدیا ہے۔ اس لئے تنہا قرآن کو لیکر احادیث رسول و ائمہ کا انکار خود قرآنی فرمان کا انکار ہے۔ قرآن کے برخلاف حدیثیں نہیں مانی جاتیں مگر جہاں قرآن نے اجمال سے کام لیا ہے وہاں احادیث سے تفصیل۔ جہاں ابہام رکھا ہے وہاں تعیین۔ جہاں بظاہر عموم ہے وہاں تخصیص اور جہاں اطلاق ہے وہاں تقیید احادیث سے ہوتی ہے۔ یہ قرآن کی مخالفت نہیں بلکہ اسکی تفسیر ہے جس کے لئے احادیث کی ضرورت ناگزیر ہے

والسلام علی نقی النقوی

۱۲ رجب ۱۳۶۲ھ

امامیہ یتیم خانہ ہملٹن روڈ دہلی

زیر سرپرستی علماء کرام و زیر انصرام شیعۃ الصفا پراونشل شیعہ کانفرنس صوبہ دہلی

(۱) یہ یتیم خانہ عرصہ نو سال سے صوبہ دہلی میں جو کہ تمام ہندوستان کا مرکز ہے جاری ہے اس میں قوم کے یتیم بچے اپنے والدین کی شفقت سے محروم ہوکر زیر نگرانی عالم دین مثل اولاد کے پرورش پارہے ہیں اور دینی و دنیوی تعلیم وصنعت وحرفت سے بہرہ در ہورہے ہیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ براہ مہربانی ماہواری مستقل چندہ ممبری، فطرہ، اور قربانی کی کھالوں کے علاوہ خمس و زکوٰۃ، نذر و نیاز، امام ضامن، منت مراد وغیرہ کی رقومات امامیہ یتیم خانہ دہلی میں ارسال فرمائیں اور اپنے احباب کو بھی اسکی ترغیب دےکر ثواب دارین حاصل کریں۔

(۲) امامیہ یتیم خانہ ہملٹن روڈ دہلی میں پنجاب سے دو غیر سادات ایتام کی ضرورت ہے جملہ درخواست ہائے بنام آنریری جنرل سکرٹری امامیہ یتیم خانہ دہلی آنا چاہیئے۔

خادم ایتام

آغا نثار احمد ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر آنریری جنرل سکرٹری

امامیہ یتیم خانہ دہلی

اسلام امن کا سب سے بڑا حامی ہے

نوشتہ فخر الواعظین عالیجناب مولانا مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

ابھی چند دن ہوئے جھانسی میں ایک عالمگیر مذہبی کانفرنس ہوئی تھی جسمیں ہر مذہب و ملت کے واعظین و مقررین اپنے اپنے مذہب کی طرف سے تقریر کرنے کے لئے مدعو کئے گئے تھے۔ اس سلسلہ میں مدرسۃ الواعظین کو بھی بحیثیت اسلامی نمایندہ تقریر کرنے کے لئے دعوت دیگئی تھی۔ مدرسۃ الواعظین کی جانب سے فخر المبلغین جناب مولانا مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ مدظلہ واعظ کا انتخاب ہوا اور آپ یہاں سے جھانسی تشریف لے گئے اور کانفرنس میں شرکت کی اور تقریر فرمائی۔

آپنے اسلامی تعلیمات کی ہمہ گیری کو اس طرح موثر اور پُر زور الفاظ میں بیان فرمایا کہ مجمع حد سے زیادہ متاثر ہوا بلکہ جیسا کہ ذیل کے خط سے واضح ہوتا ہے تمام مقررین میں آپ کی تقریر سب سے زیادہ موثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ ناظرین اسی سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ مدرسۃ الواعظین اس پُر آشوب زمانہ میں بھی تبلیغی خدمات کو بعنوان احسن انجام دیرہا ہے اور اسلامی تبلیغ کا بار تنہا اپنے دوش پر اُٹھائے ہوئے ہے۔ خداوند عالم اسکی بقاء حیات میں ترقی عطا فرمائے۔ ہم بعینہ وہ خط شایع کئے دیتے ہیں جس سے مدرسۃ الواعظین کی تبلیغی جدوجہد اور واعظ مدرسۃ الواعظین کی انتہائی کامیابی کا اندازہ ہوگا۔

نقل خط

مکرمی سکریٹری صاحب مدرسۃ الواعظین

سلام مسنون!

کانفرنس خدا کے فضل سے خیریت سے ختم ہوگئی۔ میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ آپکے مدرسہ کا شکریہ ادا کروں کہ آپنے مرزا صاحب یوسف حسین کو بھیجکر کانفرنس کی کامیابی میں بہت بڑا حصہ لیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اسلام کی عالمگیر تعلیم کی تصویر مرزا صاحب نے جو کھینچی ہے یہ انھیں کا حق تھا۔ حاضرین و سامعین جلسہ نے نہایت پسند فرمائی اور بہت متاثر ہوئے۔ یہاں پر کئی وعظ آپکے اور ہوتے اور فرمائشیں ہندو مسلم کی آپ کے وعظ کے لئے برابر چلی آرہی تھیں مگر وہ تیسرے روز بعد اختتام کانفرنس تشریف لے گئے۔ سامعین کی رائے ہے کہ سب سے موثر تقریر آپ کی ہوئی۔ خدا

آپ کے اراکین مدرسہ کو جزائے خیر دے اور جو اسلام کی تبلیغ کا کام آپ کی جماعت صرف کثیر سے کر رہی ہے بہترین مثال خلق خدا کی خدمت بے غرضی و ایثار کی قائم کی ہے جس کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کے اراکین معاونین کو آخرۃ میں بہشت دے۔ امید ہے کہ آئندہ سال بھی آپ میری امداد فرمائیں گے۔ میں نے یہ مذہبی کانفرنس کے صرفہ کا سب بار بذات خاص اٹھایا۔ کسی سے مالی امداد نہیں چاہی اسپر بھی آریہ سماجیوں کی طرف سے سخت مخالفت رہی خدا کا شکر ہے خیریت رہی ورنہ انھوں نے کوئی دقیقہ فساد برپا کرنے میں باقی نہیں رکھا۔ افسوس حق مہانی میں مرزا صاحب کا ادا نہ کرسکا۔ کانفرنس کا انتظام صرف ایک روز میرے غریب خانہ پر تشریف فرما رہے۔ بعد کو معلوم ہونے پر دیگر اصحاب اہل شیعہ احترام کے ساتھ اپنے یہاں لے گئے اور امید ہے کہ حتی الوسع تکلیف نہونے دی ہوگی۔ والسلام

آپکا صادق

اتری

تقریر کا خلاصہ

امن اور صلح اتفاق اور اتحاد یہ دونوں انسانیت کی وہ فطری خصلتیں ہیں جن سے کسی صاحب فراست اور دور اندیش انسان کو اختلاف نہیں ہوسکتا۔ خونریزی اور فساد، قتل اور غارت وہ انسانیت کش اور روح فرسا عادتیں ہیں جن سے کوئی ایسا انسان نہیں جسے فطری طور پر اختلاف اور نفرت نہو۔ انسان تو پھر انسان ہے حیوانات کے بہت سے انواع کو بھی اسکا پورا احساس ہے مگر چونکہ وہ عقل و درایت سے محروم ہیں اس لئے وہ صرف اپنی ہی نوع میں امن اور اتحاد قائم رکھ سکتے ہیں۔ اور جسقدر ان میں آپس میں اتحاد ہے اسی قدر دوسرے انواع و اصناف سے جنگ ہے مگر انسان چونکہ عقل سلیم کا حامل اور اشرف المخلوقات بناکر پیدا کیا گیا ہے اس لئے اُسے اتنی قوت دیگئی ہے کہ اگر چاہے تو تمام جہان سے صلح کرسکتا ہے اور سارے عالم میں امن قائم کرسکتا ہے۔

اگرچہ ایک مدت دراز سے عوام الناس امن شکنی اور خود پسندی کے اسقدر خوگر ہوگئے تھے کہ وہ اپنی فطرت اور آبائی حقوق (امن اور صلح) کو خیرباد کہہ چکے تھے۔ مگر ارباب بصیرت اور صاحبانِ ہوش ہمیشہ اس بات کی تلاش میں رہے کہ اپنی زندگی کے اس پہلو کو مضبوط اور مستحکم کریں جو صلح اور امن کے دامن سے وابستہ اور جھگڑے اور فساد سے کوسوں دور ہو۔

لیکن اب چند سال سے اختلاف اور نفاق کی اڑتی ہوئی چنگاریوں اور جنگ وجدل کے بھڑکتے ہوئے شعلوں نے جب بنی نوع انسان کے جان ومال عزت و آبرو، غیرت و شرافت انسانیت ہر شئی کو تباہ

کرنے کا بیڑا اٹھالیا تو اب وہی انسان جو کل تک بدامنی اور اختلاف کی چادریں اوڑھے خواب غفلت میں پڑے تھے۔ گہری نیند سے چونک اٹھے اور انہیں بھی یہ فکر ہوئی کہ کوئی ممدوح اور صحیح راستہ تلاش کریں جہاں امن وسکون صلح و آشتی کی زندگی بسر ہونے کی امید ہو۔ اسلئے کہ آج توحید پرست ہوں یا تثلیث پرست، خدا پرست ہوں یا خود پرست با مذہب ہوں یا لا مذہب۔ سفسطائی ہوں یا لفرانی رومن کیتھلک ہوں یا بودھ مت یا دوسرے مذاہب، ایسا کوئی نہیں جسکا دامن خونریزی اور فساد، ظلم اور حق کشی کے داغ سے صاف ہو۔

گو آج سے پہلے بھی مختلف حکومتوں یا جماعتوں یا ڈکٹیٹروں نے صلح اور امن کا نام لے لے کر مختلف اصول اور قوانین بنائے تھے۔ کسی نے شخصی حکومت کو صلح اور امن کے لئے مفید سمجھا۔ اور اُسے نسلاً بعد نسلاً ایک ہی گھرانے کی میراث بنا دیا کسی نے خاندانی لحاظ کے ساتھ ساتھ ظاہری اہلیت اور قابلیت کو بھی ضروری سمجھا۔ کسی نے حکومت کی مہار ایک مخصوص جماعت (پارلیمنٹ) کے ہاتھ میں دیدی۔ پھر کسی نے پارلیمنٹ کے ارکان کا انتخاب عوام الناس کی رائے پر کیا اور کسی نے شان و شوکت، دولت و اقتدار یا طمع اور لالچ یا خوف اور ڈر یا دوسرے اثرات کی بنا پر ارکان کا انتخاب کر لیا۔ کسی نے ترک مذہب کو ملکی ترقی کے لئے ضروری اور لازمی سمجھ لیا۔ کسی نے موجودہ زمانہ کی چلتی ہوئی ہوا، یعنی فیشن پر عزت و آبرو غیرت و عقل سب کو قربان کر دیا۔ کسی نے نزاکت و آرام پسندی اور تعیش کو حکومت

کا جزو اعظم بنا دیا۔ یہ سب کچھ ہوا اور ہوتا رہا مگر ان سب کا نتیجہ یہ ہوا جو آج دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ نزاکت اور عیش پرستی نے مردانہ جذبات فنا کر دیے۔ سائنس کی ترقیاں عذاب الٰہی بنکر سروں پر منڈلا رہی ہیں۔ جدید مصنوعات بم۔ ٹینکس موسلا دھار بارش کی طرح برس برس کر خرمن حیات میں آگ لگا رہے ہیں۔ نہ بر میں امن نصیب ہو سکتا ہے نہ بحر میں۔ نہ زمین محفوظ ہے نہ فضا۔ کرہ ارض کا شرق و غرب اور جنوب و شمال چاروں آئینہ کی طرح سامنے ہیں۔ مگر ہر آئینہ میں اپنی تصویر خونی نظر آتی ہے۔ آخر خود کو بھول جانیوالے بھی خدا کو پکارنے لگے۔ جو لوگ اپنے ملک سے خدا کو باہر نکال چکے تھے انھوں نے بھی پھر بلانے کی کوششیں شروع کر دیں، جو معابد غیر آباد ہو چکے تھے پھر آباد ہونے لگے۔ مسجدوں میں دعاؤں کی ضرورت پڑنے لگی۔

نہ کیسکو یہ دیکھ کر رحم آیا کہ انکا حریف بھی ڈاڑھی منڈواتا ہے جیسے وہ ڈاڑھی منڈواتے ہیں۔ نہ کسی کو یہ خیال آیا کہ انکا دشمن بھی اسی وضع کا کوٹ پتلون پہنے ہے۔ جس وضع وطرح کا کوٹ پتلون انکے زیب تن ہے۔ نہ کیسکو یہ لالچ ہے کہ انکا دشمن بھی اسی ملک کا باشندہ ہے جس ملک و اقلیم کے وہ باشندے ہیں۔ نہ یہ خیال آیا کہ اُن کی زبان انکی صورت اُن کی معاشرت انکا طرز حکومت، ان کے عادات و اخلاق بہت کچھ آپس میں ملتے جلتے ہیں بلکہ کچھ دور جا کر خاندان بھی ملجاتے ہیں۔ ایک ہی مذہب کا آدمی اپنے ہی اہل مذہب

کو قتل کر کے ختم کر رہا ہے۔ ایک قوم کا سپاہی اپنی قوم کو ذبح کر کے نازاں ہے۔ پھر بے دردی کا یہ عالم کہ عورتوں پر رحم آتا ہے نہ بچوں پر۔ نہ بیوائیں قابل ہمدردی ہیں اور نہ یتیم بچے، نہ معذور بے بس انسانوں کی کوئی شنوائی ہے اور نہ بیماروں کی فریاد۔

معلوم ہوا کہ اہل دنیا نے صلح اور امن کے جسقدر اصول بنائے تھے وہ سب ناکارہ تھے ورنہ اُن کے اسقدر زہریلے ثمر رونما نہ ہوتے اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ان اصول کے بنانے والوں نے خلوص اور نیک نیتی سے یہ اصول نہیں بنائے تھے اور نہ اسمیں انسانوں کا مفاد مدنظر تھا بلکہ ہر مقنن کے ذاتی اغراض اسمیں شامل تھے۔ جیسا کہ ہر مقنن کا اصل مقصد کچھ ہی عرصہ کے بعد ظاہر ہوگیا اور آج وہی قانون بنیاد فساد ہیں جمہوریت کا دم بھرنے والے آج اپنی شخصیت کی پرستش کرا رہے ہیں۔ عوام کا کلمہ پڑھنے والے آج اپنی ڈکٹیٹری کا ڈنکہ بجوا رہے ہیں اور انسانیت کی اتنی بھی قیمت نہیں سمجھتے جتنی ایک مچھر کی ہوتی ہے بھلا اس ذہنیت کے انسان دنیا میں کیا صلح اور امن قائم کر سکتے ہیں۔

اس مختصر تمہید سے صرف اسقدر ثابت ہوگیا کہ دنیا کے فسادات اور خونریزی کا سبب لامذہبیت یا ترک پابندی احکام مذہب ہے لہذا آج اگر کوئی طاقت دنیا میں امن اور صلح قائم کر سکتی ہے تو وہ مذہب اور صرف مذہب ہے،

اس میں شک نہیں کہ وہ مذاہب جو دنیا میں نیک نیتی سے قائم ہوئے تھے انھوں نے اپنے اپنے عہد اور اپنے اپنے ملک میں یہ کوشش ضرور کی کہ وقتی طور پر سہی اور محدود قوم یا محدود ملک کے لئے سہی مگر دنیا کو مفید تعلیم اور مفید مشورہ دیا جائے اور بنی آدم کو حتی الامکان فائدہ پہونچایا جائے اور نقصانات سے بچایا جائے۔ انھوں نے کسی حد تک یہ کوشش ضرور کی کہ دنیا فساد اور خونریزی سے محفوظ ہوجائے اور ملک میں امن اور صلح کا دور دورہ ہوجائے مگر چونکہ وہ سب کے سب محدود تھے اور محدود ملکوں، محدود قوموں اور محدود زمانوں کے لئے تھے اس لئے ان کے تعلیمات اپنے اپنے زمانوں میں مفید ہوئے لیکن نہ انکا نفاذ دائمی زمانوں کے لئے تھا اور نہ آج سارا عالم اُن سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے نفاذ کے وقت ان میں اعتدال کا لحاظ رکھا گیا ہو مگر زمانہ کے حالات، خیالات کے تغیرات کتب کے تغیر و تبدل وغیرہ کی وجہ سے آج وہ اصول اعتدال کی شکل میں نہیں ملتے یا ایسے قانون ملتے ہیں جن میں جنگ ہی جنگ کا ذکر ہے اور تلوار کو مذہب اور انصاف سب سے مقدم سمجھا گیا ہے اور یا اسقدر امن و صلح اور سکون کی ہدایت کی گئی ہے کہ اگر ان کی پابندی کیجائے تو ان کا بقا اور ارتقا دونوں محال ہوجائیں اور آتش فساد بھڑکنے کے بعد اس کے بجھانے اور دبانے کا بھی کوئی امکان نہ رہے۔ حد یہ ہے کہ شاید فصاد کو فصد لینے اور جراح کو زہرباد شدہ عضو کے کاٹنے کا بھی حق نہ رہے اس لئے کہ دونوں حالتوں میں خون کا بہانا لازمی ہے

یہ طے شدہ بات ہے کہ آج دنیا میں

صلح اور امن کا دعویٰ کرلینا تو آسان ہے لیکن
اسکا ضامن ہوسکنا بہت دشوار ہے۔ یہ ظاہر
ہے کہ جبتک کوئی مذہب خود عالمگیر نہ ہو وہ عالمگیر
صلح اور امن کیونکر قائم کرسکتا ہے۔

اس کے بعد مجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ
اگر اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ اگر قرآن مجید
عالمگیر کتاب ہے۔ اگر رسول اسلام عالمگیر
رسول ہیں۔ اگر اسلام کی تعلیم تمام عالم کے
لئے ہے تو پھر اسلام کو تمام عالم میں صلح اور امن
کا ذمہ دار ہونا چاہیئے۔

اس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ
آج دنیا کے اختلاف کیونکر دور کئے جائیں یا
آج جنگ کی آگ کو کیونکر خاموش کیا جائے
اور خونخوار نگاہوں کو کاسۂ رحم کیونکر پلایا جائے
بلکہ میرا یہ مطلب ہے کہ ایک عالمگیر مذہب
کے پاس ایسے اصول ہونا چاہئیں کہ اگر دنیا
اس مذہب کو اختیار کرے یا اسکے قوانین کی
حلقہ بگوش ہوجائے تو کبھی بے امنی اور اختلاف
پیدا ہونے کا امکان ہی نہ رہے اور اگر کوئی
بدنما صورت پیدا ہوجائے تو وہی اصول
پھر اُسے نیست و نابود کرسکیں

بالفاظ دیگر وہ ایسے اصول ہوں
کہ اگر اہل اسلام ان کے پابند ہوجائیں تو
کہیں بدامنی یا اختلاف نہ ہوسکے اور اگر
بدامنی یا اختلاف پیدا کریں تو صحیح معنوں
میں مسلمان کہے جانے کے اہل نہ رہیں۔ اور
اگر غیر مسلم اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے
مسلمانوں سے صلح کرلیں اور اصول صلح کے پابند
رہیں تو پھر مسلمانوں کو اپنا سرفروش بھائی سمجھیں
اور ہمیشہ کے لئے اپنے جان و مال و عزت و ملک
کی حفاظت کی فکر سے آزاد ہوجائیں۔

اس لئے کہ لفظ اسلام جو سلم سے ہے اسکے
معنی صلح ہیں۔ لہذا اگر مسلمان صلح کرلے یا وہ
کام کرے جس کی غرض اور نتیجہ صلح اور امن ہو
تو وہ مسلمان ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ مسلمان
نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں جناب سرورکائنات
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث موجود
ہے کہ المسلم من سلم المسلمون من یدہ
ولسانہ (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی
ضرب سے مسلمان محفوظ رہیں) لہذا جس نے بھی چند
مسلمانوں یا ایک ہی مسلمان کو بلا قصور اذیت
پہونچائی ہو یا اب پہونچائے وہ لاکھ اسلام
کا دعویٰ کرے مگر مسلمان نہیں ہے اور اگر ایک
غیر مسلم کسی مسلمان کو کسی قسم کی اذیت نہ پہونچائے
تو وہ اگرچہ کلمہ گو نہیں ہے مگر اس صفت
میں مسلمانوں کا بھائی ہے۔

میں اسوقت آئینۂ اسلام میں صلح اور امن
کے وہ معیار نہیں دیکھنا چاہتا جو صرف ایک قوم
یا ایک شہر یا ایک صوبہ یا ملک میں امن قائم
کرسکے بلکہ میں عالمگیر مذہب اسلام کے آئینہ میں
صلح و امن کی وہ تصویریں دیکھنا چاہتا ہوں
جو تمام عالم میں امن و امان کا سکہ چلا سکیں۔

اس لئے کہ اگر ایک گھر کے رہنے والے آپس
میں صلح کرکے پڑوس والوں سے جنگ شروع
کردیں تو یہ صلح نہیں ہے۔ اگر ایک محلہ کے رہنے
والے آپس میں صلح کرکے دوسرے محلہ والوں سے

جنگ کرنے لگیں تو یہ صلح اور امن نہیں ہے اگر ایک شہر کے رہنے والے اہل دیہات یا دوسرے شہر کے رہنے والوں سے جنگ کی ٹھان لیں تو یہ صلح اور امن نہیں ہے، اگر ایک صوبے کے باشندے آپس میں اتحاد قائم کر کے دوسرے صوبے والوں سے اختلاف شروع کر دیں تو یہ امن اور صلح نہیں ہے۔ اگر ہندوستان کے رہنے والے آپس میں صلح اور اتفاق کر کے ایران یا جاپان یا دیگر ممالک سے جنگ و جدال شروع کر دیں تو صلح اور امن کا مقصد حاصل نہیں ہوا۔ اس قسم کی صلح اور اتحاد کا مقصد (جو اس غرض سے کیا گیا ہو) امن اور صلح نہیں ہے بلکہ بدامنی اور فساد رکھنا چاہیئے۔

آج جو جو ممالک باہم برسرپیکار ہیں وہ سب اپنے اپنے ملکوں اور اپنی اپنی قوموں میں اتنا اتحاد اور صلح قائم کر چکے ہیں اور انکے ملکوں میں اسقدر امن ہے کہ وہ اس فریضہ سے فارغ ہوکر دوسرے ممالک کی طرف رخ کرنے کے قابل ہو سکے لیکن اس نام نہاد صلح اور امن کے باوجود کرہ ارض خون سے رنگین ہو کر اور سمندر کا شکم دن رات نت نئی غذاؤں سے فیضیاب ہوتا رہتا ہے۔

چونکہ آج ہر ملک اور ہر قوم کی باہمی صلح اور امن کسی عظیم تر فساد اور جنگ کے لئے سنگ بنیاد ہے لہذا اس صلح کو صلح اور اس امن کو امن نہیں کہا جاسکتا۔

اس لئے میں قانون اسلام یعنی قرآن مجید میں وہ دائمی اصول اور معیار دیکھنا چاہتا ہوں جو تمام دنیا میں صلح اور امن کے ضامن ہوں یعنی انکی پابندی کے بعد ایشیا اور یورپ یا افریقہ وغیرہ کا سوال ہی پیدا نہ ہوسکے بلکہ ہر ملک، ہر قوم موتیوں کی طرح ایک ہی سلک میں پروئے کے قابل ہوجائے۔ نہ کسیکا ہندوستانی ہونا جرم ہو نہ افریقی نہ صرف یورپین ہونا کمال ہو نہ امریکن ہونا۔ نہ اسمیں سیاہ رنگ و سفید رنگ کا فرق ہو اور نہ مشرقی و مغربی کا۔ البتہ اگر فرق ہو تو صرف قانون اسلام کی پابندی اور نافرمانی کا فرق ہو اور وہ کتاب بآواز بلند پکار پکار کہہ رہی ہو ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم (تم میں سب سے زیادہ عزت دار وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار یعنی پابند قانون الٰہی ہو)

(باقی آیندہ)

علم الحیوان میں شیعوں کے قلمی خدمات

(نوشتہ لسان الملۃ عالیجناب مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ رضوی لکھنوی)

کارگاہ ہستی کے دو بڑے مخلوق انسان و حیوان جو بظاہر تو ایک دوسرے سے جدا حیثیت رکھتے ہیں اور ایک اشرف مخلوق ہے تو دوسرا اس طرہ امتیاز سے محروم ہے لیکن چونکہ وہ اس اشرف مخلوق کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا پ ۱ ع ۲ کی حقیقت آگیں صدا صحیح ہے لہذا حیوان پر تبصرہ انسان کی دلیل محبوبیت ہے اور نوع بشر کا عظمت و اقتدار ثابت کرنے کا ایک روشن پہلو یہ ہے کہ اُن حیوانات پر قلم اٹھایا جائے جو حضرت انسان کے لیے پیدا کئے گئے ہیں علم الحیوان وہ علم ہے جس پر سب سے پہلے قدرت نے توجہ مبذول کی اور قرآن مجید ایسی معجز اور الہامی کتاب میں جا بجا تذکرہ کیا ہے اور کتاب الٰہی کے محترم سوروں کو جانوروں کے نام پر معنون کیا۔ سورہ بقر، انعام نحل، نمل، عنکبوت، عادیات، فیل قانون اسلام کے خاص ابواب ہیں جن میں چوپاؤں کے فوائد بہترین گائے کی پہچان، شہد کی مکھی کی افادیت، چیونٹی کی گفتگو، مکڑی کے جالے پر بحث، ہدہد کے خدمات، شتر کا فلسفہ تخلیق، میدان نبرد کے گھوڑوں کا ذکر، ہاتھی ایسے کوہ پیکر جانور کا ایک چھوٹے پرند (ابابیل) سے شکست کھانا شیر و سانپ و بندر، حمار کی خود دماغی، کوے کی تعلیم، کتے کے حالات سور، بندر، بھیڑ، بکری، اژدہا، گرگ، جونک، جوں، ٹڈی، مچھر، مکھی، مچھلی، مینڈک، پروانہ، غرض صدہا حقائق بے نقاب فرمائے ہیں اگر اس موضوع پر قرآن خاموش ہوتا تو اس کا دعویٰ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین تشنہ تکمیل رہ جاتا اور علم (Biology) سے قرآن کا بے خبر ہونا لازم آتا۔

اقوام عالم میں اس علم کے بڑے بڑے ماہر گزرے ہیں اور قدیم و جدید مفکر علم الحیوان پر بحث و تحقیق کرتے رہے الحمد للہ کہ شیعی مصنفین نے بھی اس موضوع پر پیچھے نہیں رہے اور وہ جد و جہد کی جس کا کتمان احسان فراموشی ہے۔ علمائے شیعہ کے قلمی خدمات حسب ذیل ہیں۔

(۱) علامہ جعفر بن موسیٰ بن قولویہ نے کتاب الحیوان تحریر کی۔

(۲) زعیم اعظم یعقوب بن اسحاق بن سکیت علیہ الرحمہ نے دو کتابیں تحریر فرمائیں۔ کتاب الوحش اور کتاب الطیر۔

(۳) ابو الفضل محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب شیبانی نے فضائل مرغ میں ایک مستقل کتاب لکھی۔

(۴) ابو عبد اللہ محمد بن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ نے کتاب الخیل تحریر فرمائی۔

یہ تو متقدمین کے قلمی کارنامے تھے جن کا صفحہ رجال پر ذکر ہے۔ متاخرین کے قلم سے بھی اس موضوع پر کافی آب یاشی ہوئی ہیں

(۵) فخر السادات مولانا حسین حسینی طبسی نے سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے زمانہ میں بزبان فارسی ایک رسالہ لکھا اس رسالہ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہر جانور کے حال میں مذاہب اربعہ حنبلی، شافعی، مالکی، حنفی علما کی علیحدہ علیحدہ رائیں درج کی ہیں اور آخر میں شیعی نقطہ نظر کی صراحت کی ہے یہ کتاب عبد الرزاق حسین بن ابو الحسن کاتب کے قلم سے لکھی ہوئی ۱۸ شوال ۱۰۹۴ھ کا قدیم نسخہ میں نے دیکھا جس کی کتابت کو تین سو سال سے

زیادہ گزرے ہیں۔
(۶) متاخرین میں دوسری تالیف قلمی اس موضوع پر میر صدر جہان شیعی مولف کی میری نظر سے گزری جس میں تالیف کا سن نہیں ہے۔ اور مؤلف کے تعارف میں صرف اس قدر واضح ہوتا ہے کہ وہ اعاظم فضلاء اصفہان سے ہیں۔
(۷) صحیفہ علامہ شیخ علی حزین المتوفی ۱۱۸۰ھ اس گرانقدر تالیف کے دو نسخے قلمی میری نظر سے گزرے ہیں ایک خلاصہ ہے اور ایک مکمل ہے جو ماہ رمضان ۱۲۳۲ھ کا لکھا ہوا تقریباً ۱۴۰ سال کا قدیم کتبہ ہے مولف نے اپنے اجتہادات میں ذکر کیا ہے۔
(۸) انیس المسافر۔ اس صدی کی تالیف ہے جس کو مرزا رضا قلی خاں ابن حسین قلی خاں نے تالیف کیا ہے اور بوشہر میں ۱۳۳۲ھ میں شائع ہوئی۔

اعلام و اطلاع | میں بڑی مسرت کے ساتھ اس امر کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ مضمون نگار جناب لسان الملۃ مدظلہ نے خوبی (علم الحیوانات) پر تقریباً ایک ہزار صفحے کی کتاب بزبان اُردو تحریر فرمائی ہے۔ جو اپنے موضوع میں بہترین چیز ہے۔ کتاب کا نام تذکرۃ الحیوان ہے حسن مؤلف نے ان احادیث شیعہ کا استیعاب کیا ہے جو حیوانات کے باب میں وارد ہوئی ہیں۔ اس کتاب میں پانچ مقدمے اور ۲۴۷ صفحات ہیں کاش قوم اسکی طباعت کی فکر کرتی یا خدا موصوف کو استطاعت عطا کرتا (مدیر)

فلسفہ جدید اور وجود واجب

(نوشتہ پروفیسر جناب سید امیر حسین صاحب رضوی ایم اے۔ ال۔ ٹی۔ فاضل ادب۔ مدیر کامل
(شیعہ کالج لکھنؤ)

فلسفہ اور مذہب
مقدمہ

فلسفہ جدید اور مذہب میں ایک زمانہ سے رقابت چلی آتی ہے اور ایک طرف تو فلاسفہ کا گروہ مذہب سے بے تعلقی پر فخر کرتا ہے دوسری طرف مذہب اس کو اپنا راندہ درگاہ تصور کرتا ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو حقیقی فلسفے اور مذہب میں مغائرت نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہمارے مذہب کا دعویٰ ہے کہ وہ اُس فطرت پر قائم ہے جس پر انسان خلق ہوا ہے۔ مذہب دراصل فطرت ہی کا گہرا مطالعہ ہے لیکن اُس کے ساتھ ہی یہ کہنا کہ موجودہ تحقیقات نے جو اصول فطرت دریافت کیے ہیں وہی مذہب ہے، غلط ہوگا اس لیے کہ اول تو مذہب براہ راست خالق فطرت کی طرف سے ہے لہذا اس میں حقیقی اور مستقل قوانین و حقائق فطرت ہیں لیکن وہ اصول فطرت جو انسان کی تحقیق کے نتائج ہیں وہ اتنی ہی حقیقت اپنے دامن میں لے سکتے ہیں جہاں تک عقل انسانی پہونچ سکتی ہے لہذا ان کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ مکمل ہیں اس لئے کہ جدید علمی تحقیقات نے اپنی روشنی میں اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے کہ جدید علمی تحقیق کا قدیم تحقیق پر یہ اضافہ ہے کہ پہلے زمانہ کے اہل سائنس یا اہل علم جو تحقیق کرتے تھے یہ سمجھ لیتے تھے کہ یہ ہمیشہ کے لیے صحیح ہے لیکن جدید تحقیق کا سرمایۂ افتخار یہ ہے کہ وہ اپنی تحقیق کو محض اتنا وزن دیتی ہے کہ ہمارے نزدیک

موجودہ حقیقت یہ ہے اور آیندہ وسعت علم کی فضا میں ممکن ہے کہ یہ تحقیق غلط ہوجائے یا ترمیم ہوجائے اور درحقیقت علم انسانی کی یہ پہلی صحیح منزل ہے جو فلاسفہ جدید نے حاصل کی ہے۔

یہ قدیم سائنس ایک طفلانہ مغالطہ تھا کہ وہ اپنی تحقیق کو علم حقیقی کے مرادف سمجھتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ قدیم طبیعی حکما مذہب سے عناد رکھتے تھے لیکن آج کل کی طبیعی فلاسفہ مذہب کو حیات انسانی کا ایک مفید جزو خیال کرتے ہیں اور اس کی افادی حیثیت کا انکار نہیں کرتے نیز یہ کہ یہ لوگ مذہب کو اپنا رقیب نہیں خیال کرتے اگرچہ اس کے اصول سے انھیں اختلاف ہے اور وہ سوائے فطری نظریوں کے دوسری چیز ماننے کے لیے تیار نہیں۔

فلسفہ اور مذہب میں یہ عناد قدیم زمانے سے ہے اور اب یہ عناد کم ہوتا جا رہا ہے اس کی اصل بنیاد قدیم زمانہ کے فلاسفہ اور اہل مذہب کے تاریخی حالات سے ثابت ہوتی ہے۔ فلسفہ کی ابتدا اگر یونان سے لی جاوے تو اس زمانے کی تاریخ میں مذہب شرک اور بت پرستی کا نام تھا اور فلاسفہ بالعموم طبعیات اور دوسرے علوم کے ماہر ہوتے تھے لہٰذا وہ مذہب کو عقلاً کمزور سمجھتے تھے جیسا کہ سقراط افلاطون اور ارسطو کے زمانہ میں تھا۔ سقراط کا رجحان بت پرستی کے خلاف تھا لہٰذا اسے عوام کا شکار ہو کے نذر اجل ہونا پڑا۔

اس کے بعد قرون وسطیٰ میں جبکہ عیسائیت کا تمام یورپ میں دور دورہ تھا تحقیقات علمیہ پر پہرے بیٹھے تھے اور تحقیق علمی کو مذہب کا پابند رہنا پڑتا تھا اگرچہ مذہبی اصول کتنے ہی کمزور ہوں اور تحقیق علمی کتنی ہی مشہور و کیوں نہ ہو اس کے نزدیک مادہ موجود ہے اس کی خاصیتوں کا معلوم کرنا اگر تجزیہ اور تحلیل عناصر سے ہے تو فن کیمیا Chemistry یا کیمسٹری کا موضوع ہے اور اگر ترکیب جسمیہ سے تعلق ہے تو نباتات میں بوٹنی Botany اور حیوانات میں بایولوجی Boly سے ہے لیکن سائنس اگرچہ مادے کو مانتی ہے لیکن کبھی وقت بھی اس نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مادہ اور محض مادہ ہی حقیقت عالم ہے۔

جس طرح ایک بڑھئی لکڑی کے وجود کو بھی ثبوت مانتا ہے ایک کمہار مٹی کے وجود کو فرض کرنے پر مجبور ہے ایک ریاضی داں اعداد و اشکال سے ابتدا کرتا ہے اسی طرح سائنس مادے کو ماننے پر مجبور ہے بالکل اسی طرح جس طرح ایک عام انسان اسے مانتا ہے اس طرح اس سے مذہب سے اختلاف نہیں ہے۔

سائنس اور فلسفہ مادیت

فلسفہ مادیت سائنس سے ایک الگ چیز ہے اس لیے کہ وہ سائنس کے اصولوں کو لیکر کہیں مذہب کی نفی کرتا ہے اور ہر شے کو طبعی اصول سے سمجھاتا ہے اور اس کا نظریہ ہے کہ مادی اور قوائے طبعی کے علاوہ عالم میں کچھ نہیں یہ مادیت تین طرح کی ہے۔

(۱) محض مادیت جو بنیاد عالم اجزائے دیمقراطیسی رکھتی ہے۔

(۲) وہ مادیت جو صرف قوت یا انرجی (energy) کو بنیاد عالم قرار دیتی ہے۔

(۳) وہ مادیت جو علت و معلول کے نظام کو حقیقت عالم بتلاتی ہے۔

چنانچہ گیلیلو ایسے نہ معلوم کتنے لوگ تحقیق علمی کی قربان گاہ پر چڑھا دیئے گئے۔ درحقیقت یہ وجہ تھی

کہ سائنس کو مذہب سے تنفر پیدا ہوا۔ اگر ان قرون اولیٰ اور وسطیٰ میں ہمارے ائمہ کی طرح دہریین سے ٹھنڈے دل سے بحث کرکے انھیں ہدایت دینے والے موجود ہوتے تو شاید سائنس کو مذہب سے تنفر نہ پیدا ہوتا بلکہ اُس کی تحقیق علمی صحیح راستے پر گامزن ہو سکتی لیکن زمانہ اپنی رفتار سے چلا کیا اور دور جدید کی آزادی نے تحقیق علمی کے لیے پورا میدان خالی کر دیا اور سائنس آزادی سے اپنی شاہراہ پر بڑھنے لگی۔ ابتداءً تو اُس نے مذہب کا استہزا کیا لیکن آگے چل کر اوسے مذہب کو بھی اگرچہ افادی حیثیت سے لیکن ماننا ہی پڑا

سائنس کی اس تاریخی حیثیت کو مدنظر رکھنے سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ سائنس کو مذہب سے مغائرت اس بنا پر ہے کہ مذہب سے اور اُس سے پرانی رقابت ہے لیکن اس کے علاوہ ایک اور نقطہ ہے جہاں پر لازمی طور سے دونوں کو ملنا پڑتا ہے۔ وہ نقطہ معیار عقل ہے۔ سائنس کا اصلی مقصد مذہب سے اختلاف نہیں ہے بلکہ وہ اس مادی اصول کی تحقیق ہے جو انسانی زندگی کے لیے کارآمد ہے اور اس تحقیق سے مادی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔ وہ تجربہ اور مشاہدے کی بنا پر عقل سے کام لیتی ہے سائنس میں کہیں پر تعصب اور انسان کے ذہنی خیالات کو گنجائش نہیں۔ وہ ایک نظریہ اختیار کرتی ہے اور اسکو تجربہ سے ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے اگر تجربہ نے وہ نظریہ غلط ثابت کیا تو اُسے بدل دیتی ہے اور اگر ثابت کیا تو مان لیتی ہے۔

مندرجہ بالا تقسیم کتب جدید سے فلاسفہ کے اقوال کے مطابق ہے اس میں میری ذاتی رائے کچھ نہیں ہے اور انشاءاللہ اس کی تنقید بھی بہت کچھ اُن ہی کے قلم سے پیش کی جاوے گی۔ بہرحال فلسفہ مادیت کی ذمہ دار موجودہ علمی ترقی ہے لیکن چونکہ موجودہ علمی ترقی کا معیار عقل ہے لہٰذا اس عقل ناقص سے بھی جو کہ انسان کا لازمہ ہے اور جس سے فلاسفہ جدید نے بھی انکار نہیں کیا ہے۔ اگر انسان آگے بڑھتا ہے تو اس کو ایک ایسی منزل ملتی ہے جہاں اس کو فلسفہ مادیت حیران نظر آتا ہے۔

اس نقطہ پر پہنچ کر تو مذہب اس کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے کہ اس سے اس کو انکار ہے اور نہ مادیت کافی ہوتی ہے جس کا ثبوت اس کو اپنی عقلی تحقیق کے عجز سے ملتا ہے۔ بہرحال ہمیں اس مقام پر پہنچ کر یہ ثابت ہوتا ہے کہ فلسفہ مادیت سے زیادہ کمزور کوئی دوسرا فلسفہ نہیں ہے اس لیے کہ مادہ سائنس کا مفروضہ ہے اور خود سائنس کے اصول سے صرف اسکی کیفیات کی تحقیق ہو سکتی ہے اس کے قدیم ہونے اور بنیاد تخلیق عالم اور واحد منشا وجود ہونے کو سائنس نے نہ کبھی ثابت کیا ہے نہ ثابت کرتی ہے یہ فلسفہ مادیت کی اختراع ہے کہ مفروضہ کو حقیقت مان لیا چنانچہ بشپ برکلے نے تو ایک دم مادے کے وجود ہی سے انکار کیا ہے۔ اُس کے نزدیک صرف نفس ناطقہ یا قدرت مدرکہ موجود ہے اور وہ مادے کے وجود سے قطعاً انکار کرتا ہے۔

ڈے کارٹ نے جس کو فلسفہ جدید کا باوا آدم مانا جاتا ہے۔ مادے۔ روح اور ذات باری تین چیزوں کا وجود مانا ہے اور ان میں ذات باری کو موجود حقیقی اور مادی اور روح کو وجود عارضی یا حادث مانا ہے

مادیین کی دشواریوں اور الجھنوں کی پوری تصویر اس وقت ظاہر ہوتی ہے جہاں سے روح کو بھی مادی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ ہربرٹ اسپنسر اور ڈارون نے کوشش کی ہے روح نہ تو مادی ثابت ہوتی ہے اور نہ اس کے غیر مادی ماننے پر مادیت کی بنیادی اصول ٹوٹنے سے بچ سکتے ہیں

خیر یہاں تک تو ایک دوسرے چیز کے وجود کا تعلق تھا۔ مادیت خود وجود اور حقیقت مادہ کو بھی ثابت نہیں کر سکی اس لیے کہ وہ مادہ جو بدیہی صورت سے موجود ہو ثابت ہی نہیں ہوتا اور نہ بلا واسطہ مشاہدے اور تجربے میں آ سکتا ہے۔ اس کا وجود بھی بالآخر ذہنی ہی حیثیت سے ثابت ہوتا ہے اور یہ فلسفہ مادیت کی انتہائی کمزوری ہے۔ کہ اپنے مفروضہ اصولوں کی خود ہی تردید کرنے لگتی ہے یعنی جو اس کی ہدایت ہے وہ خود خیالی اور فرضی رہ جاتی ہے۔

ان اجمالوں کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ مضامین میں مسلسل پیش ہوتی رہے گی۔ موجودہ مضمون صرف بطور دیباچہ کلام ہے۔

نوٹ :۔ میں نے مضامین کا یہ سلسلہ سرکار نجم الملت اعلی اللہ مقامہ کے زمانے میں الواعظ میں شروع کیا تھا لیکن جب سے اس رسالہ نے اخبار کی شکل اختیار کر لی یہ سلسلہ کچھ زمانے کے بعد رک گیا اب پھر چونکہ اس رسالہ نے کتابی شکل اختیار کی ہے میں نے پھر اس سلسلہ کو شروع کیا اس سرخی کے ماتحت مختلف مضامین شایع ہوتے رہیں گے۔

مجھے امید ہے کہ قدیم اور جدید دونوں خیالات کے ناظرین پسندیدگی کی نظر سے ملاحظہ فرمادیں گے اور اگر کوئی مفید مشورہ اُن کے ذہن میں آئے گا تو مجھے براہ راست مطلع بھی فرماتے رہیں گے۔ میرا مقصد ایک خالص مذہبی خدمت کرنا ہے اور اگر تائید ایزدی شامل حال رہی تو ممکن ہے میں اس خدمت کو اپنی بساط بھر جاری رکھ سکوں۔

شہادت حسینؑ کے اسباب و نتائج

(از نشتہ فخر الحکماء جناب مولانا سید اقبال رضا صاحب قبلہ مدظلہ العالی صدر الافاضل)

دنیا میں کون ایسی فرد ہی جو قوم عرب سے ناشناس ہو اس قوم میں ہر خاندان اور گروہ ایک ایک قبیلہ سے ہمیشہ نامزد رہا انھیں قبائل میں ایک قبیلہ قریش کا بھی تھا قریش اپنی خاندانی شرافت و نجابت اور ریاست و سرداری کے لحاظ سے عرب کے تمام قبیلوں میں ممتاز تھا۔ خانۂ کعبہ جو اسلام سے صدیوں پہلے بھی مذہبیت کا سب سے بڑا مرکز اور تمام عرب کا سب سے بڑا عبادت خانہ تھا اس کی مجاوری اور کلید برداری کا شرف بھی ایسے قبیلے کو حاصل تھا یہی وہ قبیلہ تھا جس نے اپنی بے شمار فضیلتوں کی بدولت عرصۂ دراز تک عرب کی قلمرو پر فرمانروائی کی اور سریر عزت و ریاست پر متمکن رہا۔ آخر چشم فلک میں اس کا عروج کھٹکا اور زمانہ کی اس پر بھی نظر لگی عداوت و حسد نے پھوٹ کا بیج بویا۔ حضرت ہاشم جو اسی قبیلہ کے رئیس و سردار اور چشم و چراغ تھے جن کے ہاتھ میں اباً عن جد کعبہ کی مجاوری آئی تھی انھوں نے اپنے جود و سخا اور قومی خدمات کی بدولت اپنے کو تمام عرب کا مخدوم بنا لیا تھا جن کی عزت کا آفتاب خط نصف النہار پر پہونچ چکا تھا اُن کے بھتیجے امیہ کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکنے لگا اور وہ ان کے اس روز افزوں عروج و وقار کو نہ دیکھ سکا اور اس کی کوشش کرنے لگا کہ عزت و سرداری کا تاج ہاشم کے سر سے اتار لے۔ مگر پے در پے کی ناکامیوں نے اس کے حوصلے پست کر دیے اور حسد کے شعلوں کو تھوڑا بہت ٹھنڈا کر دیا۔ مگر پھر بھی یہ چنگاری دلوں میں سُلگتی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت ہاشم کا انتقال ہو گیا اور اس عزت و وقار اور ریاست و سرداری کا تاج ان کے بیٹے عبد المطلب کے سر آیا اور ان کے بعد حضرت ابو طالب اس عزت کے وارث ہوے اور کعبہ کی مجاوری بھی آپ ہی کے پایۂ نام رہی آپ نے بھی حضرت ہاشم کی طرح قومی خدمات کر کے تمام عرب کو اپنا حلقہ بگوش بنا لیا تھا اور تمام قبائل عرب میں آپ کو خاص عزت حاصل ہو گئی آپ تمام عرب کے رئیس و سردار شمار کیے جانے لگے۔

امیہ اور اُس کے بیٹے حرب نے اپنے دیرینہ حسد سے ان کو بھی مسند عزت سے اُتارنا چاہا مگر کامیابی نہ ہوئی البتہ عداوت کی جڑیں اور کچھ مضبوط ہو گئیں حضرت محمدؐ جن کا تمام مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں یہ حضرت ہاشم کے پر پوتے اور عبد المطلب کے پوتے اور حضرت عبد اللہ کے بیٹے اور ابو طالب کے بھتیجے تھے جب انھوں نے اپنی پیغمبری کا اعلان اور وحدانیت خدا کی تبلیغ و تلقین شروع کی ہی تو اولاد امیہ یعنی بنی امیہ کو اس امر کا بڑا اندیشہ ہوا کہ اگر کہیں دنیا نے حضرت محمدؐ کو خدا کا رسول مان لیا اور ان کے مذہب کو بھی حق تسلیم کر لیا تو پھر بنی ہاشم کے

مذہبی اقتدار کے آگے بنی امیہ کا چراغ بالکل خاموش ہو جائے گا اور ان کا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ چنانچہ امیہ کے پوتے ابوسفیان نے حضرت محمدؐ کی تعلیم کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا بہت سے کافر اس علم کے نیچے جمع ہو گئے اور حضرت محمدؐ کو طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے کبھی آپ کو پتھر مارتے تھے کبھی آپ پر کوڑا پھینکا جاتا تھا کبھی آپ کے قتل کی تدبیریں کی جاتی تھیں جو لوگ آپ پر ایمان لائے تھے ان کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں پہونچائی جاتی تھیں یہاں تک کہ آپ اپنے آبائی وطن مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں سکونت پذیر ہوئے لیکن دشمنوں نے وہاں بھی آپ کو چین سے بیٹھنے نہ دیا اور آپ کے مقابلہ میں لشکر کشی کی مجبوراً آپ کو بھی جنگ کے لیے تیار رہنا پڑا متعدد لڑائیاں ہوئیں لیکن ابوسفیان کو باوجود کثرت لشکر کے ہمیشہ شکست ہوئی۔ آخر مکہ میں ایسی فیصلہ کن لڑائی ہوئی جس نے بنی امیہ کی طاقت کو بالکل توڑ دیا۔ اور حضرت علی حضرت کے چچازاد بھائی اور داماد تھے اُن کی شجاعت اور تلوار نے تمام بنی امیہ کے دانت کھٹے کر دیئے اب اپنی کمزوری کو چھپانے کے لیے بنی امیہ نے قبول اسلام کی نقاب اپنے چہروں پر ڈال لی۔ اور ظاہری حیثیت سے اسلام قبول کر لیا۔ اور عرصہ دراز تک پھر سر نہ اُٹھا سکے یہانتک کہ حضرت محمدؐ کا انتقال ہو گیا اور حضرت عمر کی حکومت کا زمانہ آیا آپ کے عہد حکومت میں ابوسفیان کے بڑے بیٹے یزید اور یزید کے بعد اُس کے بھائی معاویہ کو شام کا گورنر مقرر کیا گیا امیر معاویہ کی تدبیروں سے بنی امیہ کا زوال عروج سے بدلنے لگا اور رفتہ رفتہ دولت

حکومت پھر ان کے قبضہ میں آگئی۔ حضرت عمر کے انتقال کے بعد جب زمام حکومت حضرت عثمان کے ہاتھ میں آئی تو بنی امیہ کے عروج کی کوئی حد نہ رہی۔ اور آپ خود بھی بنی امیہ میں سے تھے جب حضرت علی جو حضرت ہاشم کے پر پوتے اور حضرت ابوطالب کے بیٹے اور حضرت محمدؐ کے چچازاد بھائی تھے اور حضرت عثمان کے بعد مسند حکومت پر بیٹھے تو ہوا کا رُخ بدل گیا آپ شاہانہ اقتدار کے باوجود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے ہمیشہ پھٹا پُرانا اور پیوندار لباس آپ نے پہنا غذا میں جو کا بے چھنا آٹا یا جو کی سوکھی اور سخت روٹیاں نوش فرمائیں ضرورت کے وقت یہودیوں کے باغوں میں پانی دے کر اپنا آذوقہ مہیا کیا تاقہ سے سونا گوارا کیا مگر کبھی بیت المال یعنی قومی خزانہ میں ہاتھ نہیں لگایا اب یہ کہاں ممکن تھا کہ کوئی شخص بیت المال سے بغیر استحقاق ناجائز فائدہ اُٹھا سکے چنانچہ سرداران عرب کو جو وظیفے آپکے قبل کی حکومتوں کی طرف سے بیکار ملتے تھے وہ سب آپ نے بند کر دیئے اور اولاد ہاشم کی حکومت و امارت یوں بھی بنی امیہ کے لیے قابل برداشت نہ تھی اُسپر حضرت علی کی سخت گیری کا یہ نتیجہ ہوا کہ عداوت و حسد کی چنگاریاں دہکتے دہکتے جنگ کی آگ بھڑک اٹھی اور بنی امیہ نے حاکم شام امیر معاویہ کی سرکردگی میں حضرت علی سے کئی لڑائیاں لڑیں حضرت علی اسلام کے سب سے بڑے سپاہی اور فنون جنگ کے سب سے بڑے ماہر تھے۔ میدان ہمیشہ انھیں کے ہاتھ رہا جب بنی امیہ نے دیکھا کہ تیر و نیزہ و شمشیر علی کے مقابلہ میں بیکار رہے تو عیاری اور مکاری کے حربے استعمال ہونے لگے آخرکار رمضان مبارک سنہ ۴۰ھ میں حضرت علی مسجد کوفہ میں نماز صبح

پڑھنے کی حالت میں سجدہ میں شہید کر دیئے گئے۔

حضرت علیؑ کی شہادت سے بنی امیہ کا راستہ کسی قدر صاف ہو گیا لیکن بنی ہاشم اپنے تقدس و روحانیت علم و اخلاق، سخاوت و شجاعت عبادت و قناعت میں بنی امیہ سے بہت زیادہ ممتاز و بلند تھے اور حضرت محمدؐ کی قرابت کا شرف صرف انھیں کو حاصل تھا اس لیے روحانی سرداری و سیادت کا بنی ہاشم سے بنی امیہ میں منتقل ہو جانا محالات سے تھا چنانچہ حضرت علیؑ کے بعد ان کے بڑے بیٹے حضرت حسنؑ خلیفۂ رسولؐ تسلیم کر لیے گئے۔

امیر معاویہ کا آبائی اور ذاتی تجربہ بتا چکا تھا کہ بنی ہاشم کے مقابلہ میں تلوار اٹھانا بے سود اور عبث ہے اس لیے انھوں نے امام حسنؑ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا پیغام کچھ ایسا تھا کہ اگر آپ اس کو منظور نہ کرتے تو حب جاہ اور دنیا طلبی کی تہمت اور خونریزی کے الزام سے آپ کو بچنا مشکل ہو جاتا۔ بہر حال مصلحت وقت سمجھ کر آپ نے امیر معاویہ سے صلح کر لی امیر معاویہ سے صلح کر لی امیر معاویہ نے اس صلح کے ذریعہ سے امام حسنؑ کو حکومت ظاہری سے بے دخل کر کے شرائط صلح کی صریح خلاف ورزی شروع کر دی آخر صفر سنہ ۴۹ھ یا سنہ ۵۰ھ میں امام حسنؑ بھی زہر سے شہید کر دیئے گئے۔

اب امیر معاویہ نے صلح نامہ کے خلاف اپنے بدکردار بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد اور مسلمانوں کا پیشوا اقرار دیکر اس کے لیے بیعت لینا شروع کر دی۔ امام حسنؑ کے چھوٹے بھائی امام حسینؑ سے بھی بیعت کی خواہش کی گئی مگر تقدس اور معصومیت کا سر ایک ایسے شرابخوار و زانی اور فاسق فاجر کے سامنے کیونکر جھکتا۔

امام حسینؑ معاملہ فہمی میں اور ایثار نفس میں فرد فرید تھے وہ ماضی اور حال کے آئینے میں مستقبل کی صورت دیکھ رہے تھے ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ اب حق و صداقت مذہب و ایمان کی حفاظت کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے یعنی اپنی جان اور جان سے زیادہ اپنے محبوب عزیز و اقارب اور احباب کی قربانی۔ بس اس قربانی کے لیے تیار ہو گئے اور وقت کے منتظر رہنے لگے۔

امیر معاویہ کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا یزید تخت پر بیٹھا امیر معاویہ اپنی زندگی ہی میں لوگوں سے یزید کے لیے بیعت لے چکا تھا۔ یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی دنیاوی حکومت کے ساتھ روحانی سیادت کا بھی دعویٰ کر دیا لیکن بددینی میں اُس کی جسارت اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ مذہبی تعلی کے دعوی کے باوجود اپنی بدکاریوں پر شائستگی دینداری کا پردہ بھی نہ ڈالا قرآن مجید اور احکام رسولؐ کی صریح خلاف ورزی کرنے لگا شراب و کباب قمار و زنا کاری فسق و فجور میں علانیہ مشغول رہنے لگا کوفہ والوں نے امیر معاویہ کی زندگی ہی میں اپنی ہدایت کے لیے بلانا شروع کر دیا تھا یزید کے زمانہ میں تو اُن کے خطوں کے انبار لگ گئے۔ یزید کو معلوم تھا کہ لوگوں کے قلوب امام حسینؑ کی طرف کھنچ رہے ہیں اس نے اپنے جلوس کے پہلے ہی سال مدینہ کے گورنر کے نام فرمان بھیجا کہ جس طرح بھی ممکن ہو امام حسینؑ سے بیعت لی جائے شاہی حکم کی تعمیل کی انتہائی کوشش کی گئی امام حسینؑ کو حاکم مدینہ نے اپنے گھر بلا کر یزیدی حکم سنایا مگر امام حسینؑ نے بیعت سے انکار کر دیا اب امام حسینؑ اپنی جان و آبرو کو خطرے میں دیکھ کر مدینہ سے مکہ چلے گئے۔ کوفہ والوں

کے خطوں کا سلسلہ یہاں بھی اسی طرح جاری رہا حج کا زمانہ قریب تھا کہ مکہ میں آپ کے قتل کے سامان یزید کی طرف سے ہونے لگے۔ امام حسینؓ ہر سال حج کرنے مدینہ سے پا پیادہ آیا کرتے تھے مگر اب کی مرتبہ آپ کو کچھ ایسا مجبور کیا گیا کہ باوجود آپ کے مکہ میں ہونے کے آپ حج نہ کر سکے اور بالآخر آپ نے مکہ چھوڑ دیا راہ میں جو لوگ آپ کو ملتے تھے وہ حیرت سے پوچھتے تھے کہ آپ حج کے زمانہ میں مکہ سے کہاں اور کیوں تشریف لیے جاتے ہیں آپ جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ میں راہ خدا میں قتل ہونے جا رہا ہوں راہ میں حُر کا رسالہ جو ابن زیاد حاکم کوفہ کی طرف سے امام حسین کی نگرانی کے لیے روانہ کیا گیا تھا دوچار ہوا۔ اس وقت گرمی قیامت کا نمونہ تھی حر کا رسالہ پیاس سے جاں بلب تھا اور اُس بیابان میں کوسوں تک پانی نایاب تھا امام حسین کے ساتھ ان کے عیال و ناموس اور اعزا و احباب کی ایک جماعت تھی جس میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے مگر آپ نے اپنی فطری اور آبائی کرم و سخاوت سے بیچین ہو کر اپنے ساتھ کا پانی دشمن کو پلا دیا۔

اب حسینی قافلہ حُر کی تجویز کے مطابق غیر معروف راستہ سے روانہ ہوا۔ حُر کا یہ رسالہ بھی آپ کے ساتھ ہو لیا یہاں تک کہ ۲ محرم ۶۱ھ کو یہ قافلہ زمین کربلا پہونچ گیا اور دریائے فرات کے قریب خیمے نصب کئے گئے۔ دوسرے روز حاکم کوفہ ابن زیاد کا بھیجا ہوا لشکر عمر بن سعد کی سرکردگی میں کربلا پہونچا اس کے بعد یزیدی فوج کی آمد کا سلسلہ بندھ گیا۔ تمام راستے امام حسینؓ کے لیئے بند کر دیئے گئے اور امام حسین کو ان فوجوں میں گھیر کر یزید کی بیعت پر اصرار کیا جانے لگا۔

ساتویں محرم کو حاکم کوفہ ابن زیاد کے حکم سے دریائے فرات پر کئی ہزار سپاہیوں کا پہرہ بٹھا دیا گیا۔ اور امام حسین اور ان کے عیال و اطفال و احباب پر پانی بند کر دیا گیا۔

وہ سرچشمۂ مروت و ہمدردی جس نے ابھی چند روز ہوئے اپنے دشمن کی پوری فوج کو سیراب کیا تھا۔ اب اس کے ننھے ننھے بچے ایک ایک قطرہ آب کو ترس رہے ہیں مگر قوت و طاقت کے تمام مظاہرے اور ایذا و ظلم رسانی کی تمام صورتیں امام حسین کے ثبات قدم میں کوئی جنبش نہ دے سکیں کہ امام حسین ایک فاسق و فاجر و بیدین کو اپنا دینی پیشوا تسلیم کریں اور اس کی بیعت اختیار کریں۔

آٹھویں محرم کو عمر بن سعد نے امام حسین سے پھر ایک مرتبہ کوشش کی اور کہلا بھیجا کہ اب بھی وقت ہے یزید کی بیعت کر لیجئے اور ان تمام مصیبتوں سے نجات حاصل کیجئے۔

واہ رے ثبات قدم اور واہ رے استقلال اور ارادہ کی مضبوطی اگر اس محل پر پہاڑ ہوتے تو وہ بھی جنبش میں آجاتے مگر امام حسین کے استقلال میں اب بھی کوئی فرق نہ آیا آپ نے بیعت سے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ مجھکو واپس جانے دو کہ میں مکہ یا مدینہ میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کروں۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اسکی اجازت دو کہ میں یزید کی سلطنت سے نکل کر ہندوستان یا کسی اور ملک میں چلا جاؤں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو مجھکو یزید کے پاس لے چلو کہ میں خود اس سے گفتگو کر لوں عمر بن سعد نے یہ تینوں باتیں ابن زیاد کو لکھ بھیجیں مگر اس نے کوئی بات منظور

سنی اور ایک بڑی فوج کے ساتھ شمر کو بھیجا کہ امام حسین سے یزید کی بیعت لے یا اُن کا سر لائے۔ ابن زیاد کا یہ حکم امام حسین کو نویں محرم کی شام کو سنا یا گیا امام حسین نے اس پر غور کرنے کے لیے ایک شب کی مہلت مانگی جب شب گذر گئی امام حسین اپنے ارادے پر قائم رہے تو یزیدی لشکر جس کی تعداد کم سے کم تیس ہزار اہل تاریخ بتلاتے ہیں میدان کربلا میں صف آرا ہو گیا۔ طبل جنگ بجنے لگے امام حسین کا سر لینے کی تیاریاں ہونے لگیں اتنے بڑے لشکر کا سامنا بھوک پیاس کی شدت گرمی کی حدت عرب کی تپتی ہوئی زمین بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں اپنے اور اپنے عزیز و اقارب کی موت گھر کی تباہی بہنو اور بیٹیوں اور بی بیوں کی اسیری کے مناظر آنکھوں کے سامنے ہیں مگر امام حسین کی فرض شناسی اصول پروری ہمت و ارادہ ایثار و جرأت شجاعت و بلند ہمتی کا کیا کہنا کہ آپ کی جبین استقلال پر اب بھی شکن نہ آئی آپ نے پہلے اپنا تعارف کرایا۔ اس کے بعد آپ نے اُن کی اصلاح کے لیے ایک ہدایت آمیز تقریر فرمائی جس کے جواب میں یزیدی لشکر سے تیر برسنے لگے امام حسینؑ نے اب جنگ کا تہیہ کر لیا۔ عرب کے قدیم دستور کے موافق آپ کے جاں نثاران ایک ایک کر کے اپنے پیشوا کے نام پر جان نثار کرنے لگے انصار کے بعد اعزا کی نوبت آئی۔ بھانجے بھتیجے بھائی بیٹے اپنے شجاعت کے جوہر دکھا کر شہید ہو گئے یہاں تک کہ چھ مہینہ کا بچہ علی اصغر جس کو امام پانی پلانے کی غرض سے اس کی ماں کی گود سے میدان میں لائے تھے وہ بھی تیر کا نشانہ ہوا۔ اب امام حسین بالکل تنہا رہ گئے اور خود جنگ میں مصروف ہو گئے اس دردناک حالت میں جنگ کی کہ ہر طرف سے الامان الامان کی آوازیں آنے لگیں آپ نے تلوار روک لی تلوار کا روکنا تھا کہ دشمنوں نے چاروں طرف سے حملہ کرنا شروع کر دیا اور تیر و تلوار و نیزوں کا مینھ برسنے لگا آخر اکیاسی ہزار نو سو اکاون زخم کھا کر آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور شمر نے اپنے خنجر سے اُس مظلوم کا سر کاٹ لیا فتح کے باجے بجنے لگے لاشیں گھوڑوں سے پامال کی گئیں مال و اسباب لوٹا گیا عورتوں کے سروں سے چادریں اتاری گئیں خیموں میں آگ لگا دی گئی۔ سید سجاد جو امام حسین کے بڑے بیٹے تھے اور بیماری سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے تھے ان کو طوق و زنجیر پہنایا گیا اور حسین کی بی بیوں اور بہنوں اور بیٹیوں کو رسی سے جکڑ کر اونٹوں پر سوار کر کے شہر بہ شہر پھرا کر ایسے قیدخانہ بھیجا گیا جو نہایت تنگ و تاریک تھا زمانہ دراز تک یزید کے حکم سے اہلبیت کو قید کی سختیاں

❊ ❊ ❊

"مذاہب عالم میں اسلام کی صداقت"

(از عمدۃ الواعظین جناب مولانا سید ظہیر حسن صاحب باروی، فخر الافاضل مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ)

دنیا میں کثرت سے مذاہب ہیں اور ہر ایک اپنی صداقت کا مدعی ہے لیکن کون اپنے دعوی میں سچا ہے اور کون جھوٹا اسکا طے کرنا آسان نہیں ہے لیکن مسلم امر ہے کہ ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ تک جتنے خطوط جاتے ہیں وہ سب خط مستقیم نہیں ہوتے، نقطۂ امکان کا ہر خط جو واجب الوجود تک پہونچتا ہے وہ خط مستقیم نہیں کہا جا سکتا اسلئے عقلاً یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ تمام مذاہب عالم میں صرف ایک ہی مذہب ایسا ہے جو صحیح معنوں میں سچا اور صراط مستقیم کہے جانے کا مستحق ہے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو صحیح معنوں میں نجات آخرۃ کا ذمہ دار ہے اسکے دامن میں وہ تمام کامرانیاں پوشیدہ ہیں جنکی انسان کو تلاش ہے اور اسی کی آغوش عاطفت میں وہ تمام رحمتیں مخفی ہیں جنکی کائنات کو جستجو ہے یہی وہ بحر کرم ہے جو تشنگان ہدایت کے لئے آبحیات کا کام دیتا ہے۔ یہی وہ مشعل ہدایت ہے جسکی پہلی تنویر فاران کی چوٹی سے چمکی اور عالم کو بقعہ نور بنا دیا۔ مردہ دلوں میں حیات ابدی کی روح پھونکنا اور گوہر مقصود کی تلاش میں صحیح رہنمائی کرنا اسی کا کام ہے اور حیات بعد الممات کی حقیقی مسرتوں سے ہم آغوش کرنا اسی کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔

اسلام جن دلائل کے زور پر اپنی صداقت کا علمبردار ہے وہ بے شمار ہیں۔ مثلاً اسلام کے وہ اعلیٰ اصول و تعلیمات جن کی نظیر ادیان عالم میں نہیں ملتی، یا اسلامی اصول کا فطرت و عقل کے مطابق ہونا یا اسلام کا انسانی زندگی کے شعبوں معاشرت اقتصادیات، علم اخلاق، تدبیر منزل، تہذیب نفس وغیرہ وغیرہ پر حاوی ہونا، غرض اسلام کی صداقت کے اسقدر بے شمار دلائل ہیں جنکا احاطہ تحریر میں لانا دشوار ہے لیکن میں اُن تمام چیزوں سے قطع نظر کرکے اسوقت صرف چند ایسے دلائل و شواہد پیش کرنا چاہتا ہوں جو علاوہ مستقل دلیل ہونیکے ناظرین کی دلچسپی سے بھی خالی نہ ہونگے۔

علاوہ اسکے کہ اسلام کے زریں اصول خود اسکی صداقت کے گواہ ہیں جنکی بلندی و رفعت تک عام اور سطحی عقلیں نہیں پہونچ سکتیں اور انکی گہرائیوں تک رسائی حاصل کرنے سے مجبور و قاصر ہیں، سب سے بڑی دلیل صداقت اسلام کی خود اس مذہب کی کتاب ہے جس کا نام "قرآن" ہے یہ اسلام کا وہ گراں بہا سرمایہ ہے جو اسلامی عظمت کی روح رواں اور ملت بیضا کی جان ہے اور یہ وہ گوہر بے بہا ہے جسکی قدر و قیمت کے سامنے دنیا کے خزانے ہیچ ہیں اسکے آستانے پر سرکش سے سرکش انسان کو بھی سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے اور اپنے عجز و قصور کا اعتراف کرنا پڑتا ہے قرآن خدا کی بھیجی ہوئی وہ آسمانی اور الہامی کتاب ہے جسکو تمام عرب کے سامنے پیش کرکے تحدی کی گئی کہ اگر تمکو اسکے الہامی ہونے میں شک ہے تو اس کا مثل لاؤ

فاتوا بسورۃ من مثلہ الخ لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا الخ وغیرہ وغیرہ لیکن آج تک فصحائے و بلغائے عرب پر کیا تمام کائنات اس کے جواب سے عاجز ہے کسی مذہب میں ایسی کتاب نہیں جو فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اپنی بلند ہو کہ ۱۳۰۰ برس سے دنیائے انسانیت اسکے جواب سے قاصر ہے یہ خصوصیت صرف قرآن کو حاصل ہے اور یہی قرآن کی حقانیت و صداقت اور آسمانی کتاب ہونے کا مکمل ثبوت ہے۔ اسکی تحدی کی آواز آج بھی فضلائے عالم میں گونج رہی ہے اور اب بھی دنیا میں جس کا دل چاہے کوشش کرکے اور آزما کر دیکھ لے۔

صداقت اسلام کی سب سے روشن دلیل خود بانیٔ اسلام کی ذات اقدس ہے آپکے اخلاق و عادات تہذیب نفس سیرت و اخلاق معجزات و کرامات پاکیزگیٔ خیالات بذات خود شاہد ہیں کہ آپ انسانی صف سے بلند اور الہامی و وحی کے درجہ پر فائز اور قوۃ قدسیہ کے مالک تھے۔

عیسائی مذہب میں نبوت کا معیار عیسائی مذہب میں نبوت کا معیار یہ ہے کہ مدعی نبوت کو صرف اخلاقیات و تہذیب نفس و صفات کمال سے آراستہ ہونا چاہئے عام اس سے کہ اس سے معجزے کا ظہور ہو یا نہ ہو۔ یوحنا معمدان سے باوجودیکہ کسی معجزے کا ظہور نہیں ہوا لیکن انکی نبوۃ تسلیم کرلی گئی ملاحظہ ہو (بائبل یوحنا باب ۱۰ (۴۱) ہوشع ذکریا، ارمیا ملاخی وغیرہم سب نبی تھے لیکن ان کا کوئی معجزہ بائبل میں مذکور نہیں ہے اس نقطہ نظر کے ماتحت ہم صرف عیسائی عالم کا قول رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پیش کرتے ہیں جس سے واضح ہو گا کہ آپ انسانیت کے کن اعلیٰ مدارج پر فائز تھے اور یہی چیز عیسائی نقطہ نظر سے آپکی نبوۃ کے اثبات کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔

مسٹر سیل مقدمہ ترجمۃ القرآن صفحہ ۶ مطبوعہ ۱۸۵۰ء میں ایک عیسائی کا قول نقل کرتے ہیں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"محمد مصطفیٰ خوش چہرہ اور ذہین تھے آپکے عادات پسندیدہ تھے غریبوں کی ہمدردی آپ کا شیوہ تھی، آپ لوگوں سے اخلاق سے پیش آتے تھے دشمنوں کے مقابلہ میں بہت جری تھے نام خدا کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ جھوٹوں پر سختی فرماتے تھے تہمت لگانے والے اور افترا پردازوں کے ساتھ اور زناکار۔ لالچی جھوٹے گواہ کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتے تھے آپ اکثر صبر و جود رحم و کرم احسان والدین اور بزرگوں کی تعظیم کے لئے وعظ فرمایا کرتے تھے آپ بہت بڑے زاہد و عابد تھے" (خلاصہ ترجمہ)

یہ تھی وہ سیرت رسول جو ایک عیسائی عالم کو بھی متأثر کئے بغیر نہ رہ سکی اور عیسائی نقطہ نظر سے یہی صفات آپکی نبوت کے ثبوت کے کافی ہیں اب جو صدہا معجزات و کرامات جو اکثر و بیشتر آپ سے ظاہر ہوتے رہے وہ مزید براں ہیں۔ آریہ مذہب میں رشی کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ جو اس مذہب کی کتاب یعنی وید کے معانی و مطالب کا بتلانے والا ہو۔ (ستیارتھ پرکاش) اس نظریہ کے ماتحت بھی سرورکائنات رشی قرار پاتے ہیں کیونکہ آپ سے زیادہ کوئی قرآن کے مطلب کا سمجھنے والا یا بتانے والا نہ تھا اور ظاہر ہے کہ بانیٔ اسلام

کی صداقت عین اسلام کی صداقت ہے۔

ان تمام دلائل کے علاوہ اسلامی صداقت کی سب سے بڑی اور اہم دلیل یہ ہے کہ مختلف مذاہب کتابوں میں بانیٔ اسلام کے متعلق پیشنگوئیاں موجود ہیں مثلاً بائبل وید یا اہل ہنود کی کتابیں جنکا میں نے شروع مضمون میں وعدہ کیا تھا ناظرین کے لئے پیشنگوئیاں انشاء اللہ دلچسپی سے خالی نہ ہونگی۔ اسلام کی سچائی کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ مختلف مذہب کی مقدس کتابوں میں جسے میں ذیل میں پیش کرتا ہوں بانیٔ اسلام کا تذکرہ بطور پیشنگوئی کے موجود ہے

بانیٔ اسلام کے متعلق پیشنگوئی | بائبل میں ملاحظہ ہو

"جاء الرب من سینا واشرق لهم من سعیر وتلالأ من فاران"۔

رب سینا سے آیا اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا اور فاران سے روشن ہوا۔ جبل سینا سے خدا کا آنا حضرت موسیٰ کو نبوۃ ملنے کا استعارہ ہے کیونکہ آپکو نبوۃ کوہ طور سینا سے ملی اور ظاہر ہے کہ فاران چونکہ مکہ کے پہاڑ کا نام ہے اسلئے یہاں بانیٔ اسلام محمد مصطفےٰ صلعم کے علاوہ نہ کسی کو نبوۃ ملی اور نہ کسی نے دعوی نبوت کیا اسلئے بائبل کی پیشنگوئی صحیح معنوں میں سرور کائنات کے حق میں پوری اترتی ہے اور آپکے ذریعہ سے مکہ میں دین الٰہی کا ظہور ہوا۔ (توراۃ سفر استثنا باب ۳۳)

دوسری پیشنگوئی | انجیل یوحنا باب ۱۴ میں مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا میرے بعد فارقلیط آئے گا اور میری تصدیق کریگا اور میں جب تک نہ جاؤنگا وہ آ نہیں سکتا وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ خدا سے سنکر کہے گا۔

اس پیشنگوئی میں لفظ فارقلیط عربی ہے جو عبرانی زبان سے ترجمہ کیا ہوا ہے حضرت عیسیٰ کی اصل عبرانی کا لفظ تو باقی نہ رہا اسکا ترجمہ یونانی زبان میں پیر کلوطوس کیا گیا اسکے معنی یونانی زبان میں تعریف کیا ہوا کے ہوتے ہیں یہی معنی بالکل لفظ محمد کے معنی ہیں اسطرح اس لفظ فارقلیط سے محمد مصطفےٰ صلعم کے بعثت کے متعلق اشارہ ہو رہا ہے علاوہ اسکے پیشنگوئی کے دوسرے اجزاء مثلاً وہ میری تصدیق کرے گا، یا وہ خود کچھ نہ کہے گا، یہ سب صاف محمد مصطفےٰ کی ذات والاصفات پر منطبق ہوتے ہیں آپنے حضرت عیسیٰ کی نبوت کی تصدیق کی اور حضرت عیسیٰ کے بعد کوئی نبی نہیں آیا جس نے کہ عیسیٰ کی تصدیق کی ہو۔ نیز آپ بغیر وحی الٰہی کچھ نہ کلام نہ فرماتے تھے "ما ینطق عن الهوىٰ ان هو الا وحی یوحیٰ"۔ فارقلیط کے آنے کا انتظار سرور کائنات کے زمانہ تک ہوتا رہا، نجاشی اور مقوقش ملک قبط نے سرور کائنات کے خط کے جواب میں یہ تسلیم کیا کہ آپ ہی وہ نبی ہیں جس کا انتظار اہل کتاب کر رہے تھے۔ ممکن تھا کہ اگر موجودہ بائبل تحریف شدہ نہ ہوتی تو اسمیں سرور کائنات کے متعلق اور زیادہ تصریحات ملتی۔

کتب اہل ہنود وغیرہ بانیٔ اسلام کے متعلق پیشنگوئیاں | بائبل سے الگ ہو کر جب ہم اہل ہنود کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں بائبل سے بھی زیادہ تصریحات کا پتہ چلتا ہے بعض مقام پر تو نام تک کا تذکرہ ملتا ہے۔ وید جسے آریہ حضرات الہامی کتاب بتاتے ہیں اسمیں بھی محمد مصطفےٰ کا رسول

ہونا اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا تذکرہ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو (اتھروید) اسکا ذکر سوامی دیانند سرسوتی نے اپنی مشہور کتاب ستیارتھ پرکاش کے آخری حصہ میں بھی کیا ہے ممکن ہے موجودہ وید آریہ حضرات نے یہ حصہ نکال دیا ہو لیکن آج سیکڑوں برس پہلے کے قدیم وید میں یہ تذکرہ موجود ہے۔

سب سے آخر میں ہم اس پیشنگوئی کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو اہل ہنود کی کتاب میں موجود ہے اور حرف بحرف رسالتماب کی ذات اقدس پر منطبق ہوتی ہے اہل ہنود کی قدیم کتاب "برم اترکھنڈ" میں مہادیو کا وہ کلام جو انھوں نے پارتی سے کیا درج ہے۔ انھوں نے عرب میں ایک سردار کے پیدا ہونے کا تذکرہ کیا ہے اور اُس کے جو اوصاف بیان کئے ہیں وہ لفظ بہ لفظ محمد مصطفےٰ کی ذات پر صادق آتے ہیں۔ ناظرین کی دلچسپی کے لیے ہم اس کا خلاصہ ترجمہ سپرد قلم کرتے ہیں۔

"مہادیو جی نے کہا "چھ ہزار سال بعد مکہ خداوند عالم ایک شخص کو آدم کی اولاد میں پیدا کرے گا وہ شخص کانت بھو نجھ کی مٹھ سے ہوگا" اس کی عورت کا نام سانک رکھیا ہوگا۔ نام اس سردار کا مہامت ہوگا نیز وہ مختون ہوگا جب وہ سردار آئے گا تو تمام دینوں کو موقوف کرکے اپنی شریعت پر لوگوں کو چلائے گا اور اس کا ایک خاص سنہ ہوگا کل جگ کے اخیر زمانہ تک لوگ سنہ مہامت لکھیں گے۔ بعد میں خدا اس کو ایک بیٹی دے گا جو تمام گناہوں سے محفوظ ہوگی اور خدا اس بیٹی کو دو فرزند عطا کرے گا بعد چند سال کے لوگ مہامت کے نواسوں کو ظلم سے مار ڈالیں گے اے پاربتی وہ خدائے قادر ایک مرد کامل کو مہامت کے دین کی امداد کے لیے بھیجے گا پھر وہ مرد کامل پردہ میں چلا جائے گا اور چہار طرف ہر طرف فساد برپا ہوگا اس وقت خدائے قادر اسے ظاہر کرے گا۔ پھر قیامت قائم ہوگی اور خدا مہامت کی بیٹی سے فرمائے گا تو اپنے بیٹوں کے واسطے نالش کر الخ (برم اترکھنڈ)

اس عبارت میں مہامت کے باپ کا نام کانت بھو نجھ بتایا گیا ہے جس کے معنی عبداللہ خدا کا بندہ ہوتے ہیں اور اس کی بیوی کا نام سانکھ رکھیہ بتایا گیا جس کے معنی بھروسہ اور اطمینان رکھنے والے کے ہیں یہ پیشینگوئی لفظ بہ لفظ محمد مصطفےٰ کے حق میں پوری اُترتی ہے آپ کے والد بزرگوار کا نام عبداللہ اور عبداللہ کی بیوی یعنی رسالتمآب کی ماں کا نام آمنہ ہے اس سے ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں گویا آپ کے نام کی تصریح موجود ہے یہ دونوں معنی کس قدر اصل الفاظ سے قریب ہیں پھر عبارت مذکور میں سردار کا نام مہامت بتایا گیا ہے لفظ محمدؐ اور لفظ مہامت کا تلفظ کتنا قریب ہے عربی اور ہندی لفظ میں اتنا ذرا سا فرق ہونا بعید نہیں اسی طرح دوسرے اوصاف یعنی ماقبل کی شریعت کو منسوخ کرکے اپنی شریعت قائم کرنا، اور اس کے لئے سنہ ہجری ہونا اور پھر خدا کی طرف سے ان کو فاطمہ کی سی بیٹی ملنا اور اس بیٹی کے دو فرزند حسن و حسین کا ہونا اور ان دونوں کا قتل ہونا پھر دین محمدی کی امداد کیلئے

قائم آل محمدؐ کا پردہ سے نکلنا اور قیامت کے دن فاطمہ کا پایۂ عرش الٰہی پکڑ کر فریاد کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب علامات و شواہد ہیں جن سے صاف واضح ہوتا ہے کہ پیشین گوئی مذکورہ کا ہر جزو آپ کی ذات پر منطبق ہوتا ہے اور درحقیقت پیشین گوئی آپ ہی کے لیے کی گئی تھی۔

بیاس جی نے کتاب "بھونک اوتر پران" میں یہ تحریر کیا ہے کہ "آئندہ زمانہ میں کل جگ میں مہامت پیدا ہوگا اس کی نشانی یہ ہوگی کہ بدلی اس کے سر پر سایہ کرے گی اور اس کے جسم کا سایہ نہ ہوگا اور وہ قادر مطلق اس کو تیس ادھیا پران دے گا"

اس پیشین گوئی میں بھی لفظ مہامت بتصریح موجود ہے جو لفظ محمدؐ سے بالکل ملتا جلتا ہے اور اس کے اوصاف جو بیان کیے گئے ہیں مثلاً بدلی کا سر پر سایہ کرنا اور جسم کا سایہ نہ ہونا اور ۳۰ ادھیا پران کو عطا کیا جانا یہ سب ہمارے نبی کریم کے اوصاف سے ملتے جلتے ہیں آپ کے سر پر ابر سایہ فگن ہوتا تھا اور آپ کے جسم کا سایہ نہ پڑتا تھا اور خداوند عالم نے آپ کو ۳۰ پاروں کا قرآن عطا فرمایا تھا۔

پوتھی ساما منگ رام کی جو پوتھی اسکند اور حصّی کاند میں ہے (یہ پوتھی اٹھارہ پران میں داخل ہے) عرب میں ایک سردار پیدا ہوگا جس سے معجزے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ انھوں نے نام بھی صاف صاف لکھ دیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ بغیر محمدؐ نجات ناممکن ہے۔ پوتھی کے الفاظ یہ ہیں

تب لگ سنا یم جاہے کوئے یا محمدؐ پار نہ ہوئے انخر

کلکی پران میں ہے کہ وہ سردار ملکی اوتار غار میں عبادت کرے گا اور پرش رام سے تعلیم حاصل کرے گا۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ نے بھی غار حرا میں دامن کوہ میں عبادت کی اور پرش کے معنی روح کے ہیں اور رام کے معنی اللہ کے ہوتے ہیں یعنی وہ شخص روح اللہ سے تعلیم پائے گا رسول اللہ نے بھی روح الامین جبرئیل امیں سے تعلیم وحی حاصل کی۔

"یہ اسلام کی صداقت کے وہ دلائل جن کو دیکھنے کے بعد مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام ہی خدا کا وہ حقیقی و سچا اور عالمگیر مذہب ہے جس کی تصدیق مختلف مذاہب کی کتابوں سے ہوتی ہے"

والسلام

* * *

اسلام اور رعیّت

(از زبدۃ الواعظین جناب مولانا سید حمید حسین صاحب صدر الافاضل مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ)

بمفاد ارشاد معصوم، شریعت اسلام میں رعیت کے چند طبقے ہیں جن سے بادشاہت مضبوط اور بارونق ہوتی ہے۔

طبقہ اول } عام رعایا کا ہے۔ رضا جوئی جس کی واجب و لازم ہے کیونکہ اگر تمام رعیت رضامند نہ ہوگی تو رضامندی سے چند رفیقان خاص کے جو ملازم ہیں کوئی نفع نہیں اور اگر سب رعیت رضامند ہے تو ناراضی سے چند اشخاص کے کیا گزند ہے۔

طبقہ دوم } اہل حرفت و صناعت و سوداگران سرمایہ داری۔ بدون ان افراد کے ملک خوشحال نہیں ہوسکتا رعیت مفلس و پریشان رہے گی۔ ان افراد پر ٹیکس وغیرہ زیادہ نہ ہونا چاہئے ورنہ یہ پریشان ہوں گے تو تمام ملک پریشان و مفلس ہوگا۔ اور اگر یہ لوگ خوشحال و دل شاد رہیں گے تو تمام ملک خوشحال و آباد رہے گا اور بدون آبادی تحصیل زر ناممکن ہے ملک کی حالت خراب ہوگی رعیت برباد ہوگی بادشاہت میں جگہ جگہ فساد و بغاوت ہوگی ہندوستان کیوں مفلس و پریشان ہے۔

طبقہ سوم } حاکمان مال و زراعت عامل علاقہ جات گورنر و کمشنر وغیرہ جو کہ خراج ملک کو بطور مناسب وصول کریں اور احکامات مناسب کی تعمیل کریں امانت دار اور صاحب دیانت ہوں اور ایسا شخص ہو کہ بد سلوک اور سرکشوں پر سرکوبی سے حکمرانی کرے صاحب جرأت ہو اور دلیر و شجاع ہو تاکہ مشکل میں خوفزدہ نہ ہوگا

طبقہ چہارم } قاضیان عدالت گستر و منصف مدعیت پرور ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہونا چاہئیں جو فضل و شرف میں فضل ہوں علم و عدالت میں اکمل ہوں اور کثرت مقدمات سے دل تنگ نہ ہو جاوے حق کے قبول میں تامل نہ کرے فیصلہ میں تساہل اور اپنے گمان باطل پر مقدمہ کا فیصلہ نہ کردے کسی کی خوشامد اور طمع رشوت سے حق سے غافل نہ ہو پس بادشاہ کو لازم ہے کہ ان لوگوں کی اس قدر اعانت و کفالت کرے تاکہ وہ لوگ رشوت ستانی سے مستغنی ہو جاویں۔

طبقہ پنجم } منشیان و مہتمان محکمہ جات و دفتر وغیرہ ایسے لوگ جامع اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ ہونا چاہئے تاکہ تحریرات میں راز کو راز رکھ سکیں

طبقہ ششم } لشکر و امیر لشکر وغیرہ جو کہ محافظ ملک و رعیت اور موجب شوکت سلطنت ہیں پس سردار لشکر بلند ہمت عالیخاندان شجاع و بہادر جفاکش ہونا چاہئے ان کی جفاکشی و

کارگذاری و فرماں برداری کی مدح و ثنا بادشاہ پر
لازم ہے ان کی اعانت و کفالت بجھا لازم ہے
ان کے عیال کی پرورش و حمایت کرنا لازم ہے تاکہ
بہ سبب اطمینان قلب سے مصروف کارزار رہیں
کیفیت جنگ یہ ہو کہ لشکر جنگاہ کی طرف گھوڑے
دوڑا کر جاوے اور معرکہ جنگ پر بہ آہستگی
رواں ہو۔ اس مقام پر لشکر کا پڑاؤ ہو جہاں زمین
سرسبز و شاداب ہو اول صلح کا پیغام دشمن کو
دے اگر راضی بہ صلح نہ ہو اور سرکشی حریف کی
زیادہ ہو اس وقت مبارز طلب ہو اور آمادہ
بجنگ ہو بنا بر شریعت احمدی اطفال و پیر و
مستورات کو ہرگز قتل نہ کرے بحیلہ و مکر نہ لڑے
مثل اس کے کہ پانی میں زہر ملا کر پلانا یا شب خون
مارنا یہ نہایت نامردی اور بزدلی کی بات ہے
اور یہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ جب دشمن طالب امان
ہو تو لازم ہے کہ امان دے۔ یہی طرز رعیت پروری
اور سنت رسول مقبول اور دستور و معمول جناب
امیر تھا۔

رعایا سے حسن سلوک

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں
کہ رعیت کا حق بادشاہ پر یہ ہے کہ وہ اس امر
کو جان لے کہ میں اسی رعایا کے واسطے بادشاہ
ہوا ہوں خدا نے اس کو قوت و حکومت عطا کی
ہے اور رعایا کو ضعیف و محکوم قرار دیا ہے پس
حاکم کو جس سلوک سے پیش آنا چاہیئے مانند
پدر مہربان کے شفقت کرے اگر رعایا سے بسبب
جہالت کوئی امر ظہور میں آوے تو اس کو بخش دے
اور سزا نہ دے اور خدا کا شکر کرے کہ
مجھکو قوت عطا کی ہے جب چاہوں ان کو
سزا دوں یہ خیال کر کے درگزر کرے اور ان پر انعام و
اکرام کرے یہی دستور رسالتمآب و ان کی اولاد امجاد
کا تھا جس پر تاریخ شاہد ہے۔

امیر المومنین کے عسکری تعلیمات

(رشحات جناب مولانا سید مہدی حسن صاحب کمال عظیم آبادی سابق ایڈیٹر مجاہد لکھنؤ)

میدان جنگ میں فوج کی کامیابی سپاہیوں کی حسن تربیت پر موقوف ہے جیسی تعلیم یافتہ فوج ہوگی ویسے ہی فتوحات کی امید کرنی چاہیے۔

"حضرت علی" "درسگاہ قدرت" کے تعلیم یافتہ تھے۔ ان کا اصول جنگ مجاہدین راہ خدا کے لیے کامیاب نصب العین تھا جس کے بعد فتح و نصرت کو قدم چومنا ہی چاہیے۔

وہ شہسوار جس نے عالم شباب سے قبل میدان جنگ میں قدم رکھ کر بدر سے صفین تک کے تمام غزوات میں فوج شمار کو لڑایا ہو اس کا تجربہ بے پناہ اور اس کے معلومات لامحدود ہوں تو کوئی تعجب نہیں اور یہی وہ مشق تھی جس کے بل بوتے پر تلوار کا ایک وار راکب و مرکب کے چار ٹکڑے کر دیتا۔ حضرت علی کی ضرب کے متعلق اسلام کے تمام فرقے متفق ہیں کہ اذا تطاول قد و اذا اعترض قط۔ "اگر طول میں ضرب لگائی، تو اس میں دو کر دیا اور عرض میں وار کیا تو چوڑان میں "دو ٹکڑے کر دیے۔"

آپ برابر تنہا دشمن کی طرف شیرانہ حملے کے لیے بڑھتے تھے اور ایک ہی وار میں سر و عمامہ خود و جوشن کا خاتمہ کر دیتے تھے۔ صاحب مستطرف مصعب ابن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی لڑائیوں میں بہت ہشیار رہتے تھے اور اس کی گھاتوں کو خوب سمجھتے تھے اس عنوان سے اپنے کو بچاتے ہوئے لڑتے کہ دشمن کو وار کرنا مشکل ہو جاتا آپ کی زرہ صرف آگے کے لیے تھی چنانچہ لوگوں نے پوچھا بھی کہ آپ اس سے نہیں ڈرتے کہ دشمن پشت سے آ جائے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا مجھے ایسے وقت کے لیے باقی نہ رکھے جبکہ میرا دشمن پیچھے سے موقع پا کر حملہ کر دے۔ اسی سے آپ کی جنگی مہارت اور عسکری پختہ کاری کا اندازہ ہوتا ہے علامہ ابن سیف کفایۃ المطالب میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی عمر جنگ بدر میں ستائیس برس کی تھی لیکن اس ثابت قدمی اور بے خوفی سے لڑ رہے تھے جس کو دیکھ کر بہادروں کے دانت کھٹے ہو گئے اور دشمنوں نے بھی آپ کا لوہا مان لیا ایسے آزمودہ کار سپاہی کے تعلیمات واقعی قابل قدر ہیں اور لائق صد عمل ہیں۔

اگر ہم تفصیل سے وہ تمام اصول پیش کریں جو آقائے کونین نے جہاد کرنے والوں کو سکھائے تو طول کلام کا خوف ہے اس لیے مختصراً بیان کیا جاتا ہے جنگ صفین میں اپنے لخت دل جناب محمد حنفیہ کو جو کامیاب نصیحتیں فرمائیں وہ اب تک میدان نبرد کے کسی جنگجو کمانڈر یا ماہر جنگ کرنل میجر کی زبان پر جاری نہیں ہوئیں یا بنیّ تزول الجبال ولا تزل وعض علی ناجذک الخ۔

"قدموں کو میخ بنا دینا" "دانتوں کو بھینچ لینا" "کاسہ سر کو عاریت دے دینا" "صف آخر پر نگاہ رکھنا" وغیرہ وغیرہ

وہ مکمل جنگی تعلیمات ہیں جن میں کامیابی کا بھید
چھپا ہوا ہے۔

"جب تک وہ خود ابتدا نہ کریں اُن سے نہ لڑو
کیونکہ تم ایک حجت پر قائم ہو اور اُن کی طرف سے چھیڑ شروع
ہونے تک اُن کو اپنے حال پہ چھوڑ دینے سے دوسری
حجت بھی تمہارے ہاتھ آ جائے گی۔"

"جب دشمن بحکم خدا سے شکست خوردہ ہو جائے
تو کسی بھاگنے والے کو قتل نہ کرنا"

"اس شخص پر جو اپنی جان بچانے سے عاجز ہو
ٹوٹ نہ پڑنا"

"زخمی کو ہلاک نہ کرنا"

"عورتوں کو تکلیف پہونچا کر ہیجان میں نہ
لانا اگرچہ وہ تمھیں برا کہیں اور تمھارے امیروں
کو گالیاں بھی دیں۔ کیونکہ وہ ہر اعتبار سے
ضعیف الخلقت ہیں اور ان کے دل کے ساتھ عقل
بھی کمزور ہے اگرچہ وہ عورتیں مشرک ہی کیوں
نہ ہوں"

اس بے مثال نظریہ کے ماتحت سردار لشکر
جہاد کرتے تھے اور آفریں اُن افراد پر جنھوں
نے اپنے آقا کے تعلیمات کو انتہائی غصہ کی حالت
میں بھی فراموش نہ کیا اگر انصاف سے دیکھا
جائے تو راہ فرار اختیار کرنے والے کو قتل کرنا
بزدلی، مجروح کو تہ تیغ کرنا بدذاتی اور عورتوں
سے انتقام لینا بہادرانہ قانون کے خلاف ہے
یہ حضرت علی کی اپنے سپاہیوں کو وہ بہترین
اور معقول تعلیم تھی جس کی ہر تجویز کو عقل
کی کسوٹی پر جانچنے کے بعد دنیا بہترین اور کارآمد
اصولوں کی زریں فہرست میں داخل کر کے
بہترین لائحہ زندگی بنا سکتی ہے اور اسی کے ساتھ
ساتھ اسلام میں عورت کی جو حیثیت ہے اس پر بھی
عملاً روشنی پڑ رہی ہے۔!

اسلام میں عورت کا رتبہ

اسلام کے عالمگیر قانون نے دنیا کی
تمام عورتوں پر سے جہاد ساقط کر دیا ہے اور
یہی صنف نازک کا وہ بے نظیر احترام ہے جس
کی مثال دنیا کے کسی بڑے سے بڑے مذہب
میں بھی نہیں ملتی!

موجودہ جنگ میں عورت کی پوزیشن

موجودہ جنگ کے محاذوں پر عورتیں آزادی
سے جنگی خدمات انجام دے رہی ہیں، کہیں
ہوابازوں کی شکل میں نظر آ رہی ہیں کہیں بمباری
کے خطرناک کاموں میں دلچسپی لے رہی ہیں کہیں
توپوں کی قیامت خیز گھن گرج، گولیوں کی
ہوشربا سنسناہٹ اور ٹینکس کی بے پروا
سخت خرامی میں شریک کر کے ایک کمزور صنف کے
ناقابل برداشت کاندھوں پر یہ عظیم بار ڈال دیا
گیا ہے کہ وہ اپنے نفس کو خطرہ میں ڈالے اور
دوسرے انسانوں کی خونریزی میں آزادانہ
بیدردی کے ساتھ حصہ لے یہ ہے تہذیب جدید
کا وہ خونریز کرشمہ جس پر انسانیت برسوں
روتی رہے گی۔ لیکن اسلامی سپاہی اس قدر کمزور
نہ تھے اور نہ وہاں جنگی کارکنوں کا ایسا قحط الرجال
تھا جو مردوں کا عہدہ عورتوں کو دے دیا
جاتا اور ستم بالائے ستم یہ کہ اس غلط انتخاب پر
فخر و ناز ہے۔

اسلام نے عورت کو قتل و غارت کا خوگر نہیں بنایا، لوٹ مار کی تعلیم نہیں دی، خونریزی اور انسانیت کشی نہیں سکھائی بلکہ اس پر تدبیر منزل کا بار ڈال دیا جس سے معاشرتی زندگی میں مرد سے اور ایک طرف صنف نازک کی "بقا" ہو تو دوسری طرف "نظام خانہ داری" درہم برہم نہ ہونے پائے۔

اسلام عورت کی حفاظت کر کے غیر مسلم اقوام کی نگاہوں میں مطعون ہے اور تہذیب جدید کے غلط دعوے دار اس کو میدان جنگ میں "بے نقاب" لانے کے بعد بھی قابل الزام نہیں۔ کس قدر "معکوس ترقی" ہے۔

اسلام ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ عورت پر میدان جنگ میں بھی حملہ کیا جائے اور اگر میدان جہاد کے اسلامی آئین پر نظر کی جائے تو صرف انسان ہی نہیں بلکہ نباتات کو بھی تلوار کی زد سے بچایا گیا ہے۔

اسلامی احکام میں نباتات کی حیثیت

ایک موقع پر سرور کائنات نے لشکر کی ترتیب سے پہلے مجاہدین راہ خدا کو چند زریں اور حکیمانہ ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ لا تمثلوا ولا تغدروا ولا تقتلوا شیخا فانیا ولا صبیا ولا امرأة ولا تقطعوا شجرا الا ان تضطروا الیها۔ (کافی کلینی)

دیکھو کسی مخالف کو مثلہ نہ کرنا، مکر و فریب سے بچے رہنا، کسی ضعیف و پیر کے قتل پر ہاتھ نہ اٹھے، کوئی بچہ ہلاک نہ ہو، "عورت پر تلوار نہ پڑے" اور کسی درخت کو بھی قطع کرنے کی جرأت نہ کرنا۔ مگر یہ کہ اضطرار مجبور کرے۔

یہ ہیں وہ تعلیمات جو میدان جنگ میں کسی جنگجو قوم نے اپنے سپاہیوں کو نہیں دیئے۔ مذکورہ بالا تعلیم اسلام کی خالص مذہبی بلکہ انسانی ہمدردی کی کھلی ہوئی تعلیم ہے جس کو دنیا بھلا دے لیکن جب تک صحن عالم میں اسلام کا نام باقی ہے اس کے "تہذیب آموز" اصول اور مساوات آمیز آئین تاریخ کے روشن صفحات سے مٹ نہیں سکتے۔

گرانی کی اذیت سے بچنے کیلئے پیغمبر اسلام کا ارشاد

(نوشتہ جناب سید محمد صاحب رضوی از مدرسہ امجدیہ کراری ضلع الہ آباد)

انسان اپنی معاشرتی زندگی میں بہت سے اسباب کا محتاج ہے۔ ان میں سے لباس اور طعام سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہیں۔ یعنی انسان اپنے لمحات حیات کے گزرنے میں سب سے زیادہ کھانے اور پینے کی اشیاء کا محتاج ہے ہر کام ہو سکتا ہے اور ہر طرح زندگی بسر ہو سکتی ہے لیکن اگر پہننے کو کپڑے اور کھانے کو غلہ جات نہ ہوں تو انسان کی کشمکش حیات درہم و برہم ہو جائے گی، اگر دنیاوی نقطہ نظر سے قطع نظر کر دیا جائے اور شرعی اصول سے اس احتیاج کو جانچا جائے تب بھی عقل سلیم کو یہی ماننا پڑے گا، دیکھئے نہ بلا لباس عبادت کی تکمیل اور نہ بلا طعام عبادت گذاری ممکن اس سے بھی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ تمام حوائج میں طعام و لباس کو تقدم حاصل ہے اسی لیے خاصان خدا نے بارہا اس امر کی تلقین فرمائی ہے کہ اپنی زندگی کو اس حیثیت کی بناؤ کہ جس میں کسی وقت تکلیف نہ محسوس ہو سکے، موٹے جھوٹے کپڑے پہنو معمولی سے معمولی تر غذا استعمال کرو ان حضرات نے نہ کبھی حریر و دیبا کے لباس کا حکم دیا اور نہ کبھی عمدہ طعام کے استعمال کی ترغیب دی صنف نازک جن کے لیے حریر و دیبا کے لباس مستحسن ہیں اور ان کے واسطے بھی ان حضرات نے کبھی اس امر پر زور نہیں دیا کہ تم ان چیزوں کو استعمال ہی کرو اس کے علاوہ بہت سی چیزیں ہیں جو جائز اور بالکل جائز ہیں لیکن ان خاصان خدا نے ان کے استعمال پر کبھی رضا نہیں ظاہر کی فاطمہ زہرا نے ایک مرتبہ طلائی گلوبند اور حریر کا پردہ استعمال فرمایا تھا اگرچہ یہ چیزیں بہر صورت جائز تھیں لیکن پیغمبر اسلام نے اس پر اپنی رضا ظاہر نہ فرمائی، یہاں تک کہ فاطمہ زہرا نے اُن چیزوں کو راہ خدا میں تصدق کر دیا۔ اس عدم رضا کا مطلب یہ تھا کہ دنیا والے کہیں ان چیزوں سے یہ نہ سبق حاصل کریں کہ یہ چیزیں مستحسن ہیں ان کے استعمال سے خدا اور رسول خوش ہوتے ہیں اور اپنے کو اسی قسم کی قیمتی چیزوں کے استعمال کا عادی بنا لیں پھر جب کبھی ایسی گرانی پیدا ہو جس میں یہ چیزیں نہ ملیں تو ان کے دل ٹوٹ جائیں۔ حواس پریشان ہو جائیں اور وہ اسی اضطراب میں عبادات سے منھ موڑ لیں یا غفلت کرنے لگیں۔

کیا فاطمہ زہرا یا ائمہ طاہرین لباس فاخرہ پہننے سے عاجز تھے، ہرگز نہیں لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ یہ حضرات عموماً اپنے کو لباس فاخرہ سے مزین رکھتے تھے، یہی وجہ تھی جب ان سے اُن موٹے جھوٹے کپڑوں کی بھی آزادی سلب کر لی گئی جس کے وہ عادی تھے تب بھی انھیں اس کی اذیت نہ محسوس ہوئی۔ کیا فاطمہ زہرا کی بارہ پیوند والی چادر کا حال معلوم نہیں، جس سے جب سر ڈھانپا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور

جب پاؤں بند کیے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا یہ ظاہر ہی کہ ان حضرات کو مال و دولت کی کمی نہ تھی چاہتے تو ساری دنیا سونے اور جواہرات کی بن جاتی، آپ کی چادر کے پیوند اور چھوٹی ہونے سے یہ سبق ملا کہ انسان کو عموماً پیوند سے احتراز نہ ہونا چاہیئے۔ اور نہ کپڑا زیادہ استعمال کرنا چاہیئے میں تو یہ کہتا ہوں کہ فاطمہ زہرا کا طرز عمل صرف اس لیے تھا کہ اگر امت محمدیہ پر گرانی کا دور دورہ ہو وہ ایسے کپڑوں کے پہننے والے لباس فاخرہ استعمال کرنے سے عاجز ہو جائیں جس کے وہ دنیاوی حیثیت سے عادی ہو گئے ہوں تو وہ میری اس چادر سے یہ تسلی حاصل کر کے خوش رہیں کہ پیغمبر عالم کی اکلوتی بیٹی نے بھی اس قسم کے معمولی اور پیوندار لباس استعمال کئے ہیں اور ایک موقع پر کثیر کپڑوں کے استعمال کرنے والوں کو یہی تسلی رہے اور وہ زیادہ کپڑے نہ استعمال کر سکنے سے دل تنگ نہ ہوں۔

اب رہ گیا طعام جس نے گرانی کی وجہ سے عرصۂ حیات تنگ کر دیا ہے، اس کے متعلق یہ گذارش ہی کہ ائمہ طاہرین کے طرز عمل کو دیکھا جائے اور اس پر عامل ہونے کی کوشش کی جائے۔ طعام لذیذ کا استعمال کرنا۔ اگرچہ کسی حیثیت سے ناجائز نہیں ہی لیکن پھر بھی خاصان خدا نے زہد خداوندی کا لحاظ کرتے ہوئے اس سے احتراز کیا ہے۔ اگر کبھی دسترخوان وسیع کر دیا گیا تو اس سے فقرا پرستی منظور نظر تھی حضرت علی کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ جَو کی خشک اور بھوسی والی روٹی استعمال کرتے تھے جس کے استعمال سے ادنیٰ سے ادنیٰ فقیر بھی عاجز تھا۔ آپ کے سامنے شب شہادت جب جناب ام کلثوم نے نمک روٹی اور دودھ رکھا تو آپ نے فرمایا کہ اے بیٹی تیرے باپ نے کبھی دو نعمتیں ایک وقت میں استعمال نہیں کیں، دودھ اٹھا لیا گیا نمک روٹی سے افطار کیا گیا۔ ان حضرات کے گھر اکثر فاقہ رہا کرتا تھا، اگر روزہ کی مصلحت سے قطع نظر کر لی جائے تب بھی ان حضرات کے گھر کے حالات خود گرانی سے بچنے کی سبیل پیدا کر دیتے ہیں۔

اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ انسان وہ چاہے کتنا ہی زبردست مال کا مالک کیوں نہ ہو اُس کو چاہیئے کہ معمولی طعام استعمال کرے اور فاقہ کی بھی عادت ڈالے۔ حضرت یوسف علیہ السلام ایک روز کھاتے اور ایک روز فاقہ سے رہتے تھے اور ٹھیک اسی طرح جس طرح ائمہ معصومین بہت کم اور معمولی غذا کھاتے تھے وہ بھی بہت کم کھاتے تھے، اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ گرانی کی اذیت محسوس نہ ہوگی اور ہو سکتا ہی کہ ان حضرات نے اس طرز عمل کو صرف اس لیے اختیار کیا ہے کہ اگر ہماری امت کے مالداروں پر گرانی حد سے بڑھ جائے اور ان کو معمولی طعام کے استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو انھیں اس میں کچھ باک نہ ہو اور وہ یہ سوچ کر کہ ہمارے پیشواؤں نے ان چیزوں کو استعمال کیا ہی بآزادی استعمال کر سکیں۔

مجھے یاد ہے کہ میرے والد ماجد نجم الملۃ والدین

مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ مدظلہ پرارودی مبلغ مدرسۃ الواعظین کو جب ۱۰ اگست میں شہر پٹنہ میں (ردوتی کانفرنس) کے جلسہ میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی تو آپ نے فلسفہ عموم اور سیر ائمہ کو پیش کیا تھا جس کو مجمع نے بہت غور سے سُنا اور بہت پسند کیا تھا۔

بہرحال اس دور انقلاب اور گرانی کے عالم میں اس بات کی اہم ترین ضرورت ہے کہ معمولی کپڑے پہنو اور معمولی طعام استعمال کرو اور اس میں بھی اس امر کی ضرورت ہی کہ بھر پیٹ کھانے کی عادت نہ ڈالو اس لیے کہ گرانی کی رفتار تیزی سے بڑھ رہی ہے، خدانخواستہ وہ وقت عنقریب آنے والا ہی جس میں پیٹ بھر کھانا نصیب نہ ہو اسی لیے پیغمبر اسلام علیہ السلام حکم دے گئے ہیں کہ بہت شکم سیر ہو کر نہ کھاؤ۔ تاکہ اگر کبھی گرانی کا موقع آجائے تو تم اپنی عادت کے موافق زندگی بسر کرنے میں عاجز نہ ہو، ملا ابن محمد حیدر خونساری نے ابن عباس سے ایک روایت لکھی ہی جسمیں پیغمبر اسلام کے بیان کردہ اصول گرسنگی اور اس کے فوائد پر روشنی ڈالی ہے اس سلسلہ میں اُنھوں نے دس امور لکھے ہیں، میں ان میں سے صرف ایک لکھے دیتا ہوں، نہم سبکی مؤنتست و آسانی آن و سختی ناکشیدن از سختی و تنگدستی اخر نویں یہ کہ کم کھانے سے بسر اوقات میں آسانی ہوتی ہے اور اس کی سختی، سختی نہیں محسوس ہوتی ہے

چو کم خوردن طبیعت شد کسے را
چو سختی پیشش آید سہل گردد
دگر تن پرورست اندر فراخی
چو تنگی بیند از سختی بمیرد

اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ انسان کو موٹے جھوٹے اور کم سے کم کپڑے پہننا چاہیئے۔ معمولی اور کم غذا استعمال کرنا چاہیئے، پیوندار لباس کے پہننے میں اپنی سبکی نہ تصور کرنا چاہیئے اسی کی طرف پیغمبر اسلام اور ائمہ کا اشارہ ہے، یہ ظاہر ہی کہ جب انسان ان بتائے ہوئے اصولوں پر عمل ہو جائے گا تو پھر اُسے زمانہ حال کی گرانی اذیت نہ پہونچا سکے گی۔ کس قدر فہیم ہیں جناب راجہ صاحب محمود آباد متولی منتظم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ، کہ حسب تعلیم رسول اسلام و ائمہ علیہم السلام موٹے کپڑے پہنتے ہیں اور کم سے کم لباس پر اکتفا کرتے ہیں یعنی صرف ٹوپی کرتا، پائجامہ، چپل استعمال کرتے ہیں اور معمولی غذا کرتے ہیں گیہوں کی روٹی سے کوئی مطلب نہیں صرف جو کی روٹی کھاتے ہیں یہی طرز عمل پیغمبر اسلام اور ان کے اہلبیت علیہم السلام کو پسند ہے، خدا اسی روش پر چلنے کی لوگوں کو توفیق دے

آمین

بائبل سے توحید کا ثبوت

نوشتہ جناب مولانا شیخ حشمت علی صاحب متعلم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

توحید ایک ایسا اہم مسئلہ ہے جو قائلین قادر مطلق اور واجب الوجود کے لئے جبراً و قہراً ماننے کی چیز ہے کیونکہ خدا یا ایشور یا پرماتما یا گاڈ (God) جس کو ہم نے واجب الوجود اور قادر مطلق مانا ہے اسکو واحد سمجھنے کے لئے صرف ذرا سے غور کی ضرورت ہے اس لئے کہ واجب الوجود اور قادر مطلق وہ ذات ہے جو کسی حیثیت سے بھی کسی کی محتاج نہو ورنہ جسکو ہم نے واجب الوجود قرار دیا ہے وہ ممکن ہوجائیگا اس لئے کہ احتیاج شان امکان ہے اور واجب الوجود کی ذات ہر حیثیت سے مستغنی عن الکل ہے۔

یہ ایسا ناقابل انکار اصول ہے کہ انسان اسکو چاہے کتنے ہی پردوں میں چھپائے اور (مادہ ایشور روح) یا (روح القدس خدا مسیح) تہرے تہرے پردے ڈالے مگر نقطۂ وحدت سے ہٹکر راہ ہدایت نہیں پاسکتا مگر چونکہ ان پردوں میں توحید حقیقی اور نقطۂ کمال چھپ جاتا ہے، اس لئے لوگ گمراہ ہوجاتے ہیں اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ اسوقت عیسائی کی تثلیث توحید کو تبلاؤں کہ وہ کس طریقہ کو تبلاتی ہے۔ چنانچہ جب ان لوگوں کی اس کتاب کا مطالعہ کیا جاتا ہے جسکو اپنے مذہب کی بنیاد اور الہامی کتاب تبلاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں بھی وہی حقیقی توحید جلوہ نما ہے جسکو اسلام نے شاہراہ عام پر پیش کرکے گمگشتگان راہ ہدایت کی رہنمائی کی ہے دیکھو وہ کتاب جسکو تم الہامی کہتے ہو وہ بھی اسی توحید کا سبق دیرہی ہے جسکو میں پیش کررہا ہوں اور یہ آج سے نہیں بلکہ ذیل کے بعض حوالجات بتلائیں گے جب سے ہدایت کا سلسلہ مانا جاے اسی وقت سے اسی توحید کا ڈنکا بج رہا ہے جس کو قرآن مجید پیش کررہا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

دونوں عہد و نکا حوالہ پیش کرکے میں ان لوگوں کو دعوت دیتا ہوں جو اس حقیقی توحید پر خواہ مخواہ تثلیث کا رنگ چڑھا کر لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی آنکھوں سے عصبیت کا پردہ ہٹاکر دیکھیں کہ اسلام کیا کہتا ہے، آیا بائبل کے خلاف یا موافق پھر کیوں اسلام سے انحراف ہے لہذا آپ لوگ سچی توحید کے قائل ہوکر اسلامی کلمہ لا الہ الا اللہ صدق دل سے زبان پر جاری کرکے اسی نقطۂ کمال وحدت سے ملحق ہوجایئے۔

یہ حوالجات اردو بائبل اسٹیم پریس بائبل سوسائٹی سنہ ۱۹۰۲ء انار کلی لاہور سے پیش کیے جاتے ہیں:-

عہد عتیق کے حوالے جات کتاب توراۃ استثنا باب ۳۲ آیت ۳۵ صفحہ ۲۷۴

(۱) خداوند وہی خدا ہے اور اسکے سوا کوئی نہیں۔ (قرآن) لا الہ الا ھو۔

(۲) کتاب استثنا باب ۶ آیت ۴ و ۵ صفحہ ۲۷۷۔

سُن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا ہے تو اپنے سارے دل اور اپنے سارے جی اور اپنے سارے زور سے خداوند اپنے خدا کو دوست رکھ

(۳) کتاب اشعیاہ باب ۴۵ آیت ۵ و ۶ صفحہ ۱۵۶ میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میں نے تیری کمر باندھی اگرچہ تو نے مجھے نہ پہچانا تاکہ لوگ سورج کے نکلنے کے اطراف سے غروب کے اطراف تک جانیں کہ میرے سوا کوئی نہیں۔ میں خداوند ہوں، میرے سوا کوئی نہیں۔

(۴) کتاب اشعیاہ باب ۴۶ آیت ۹ صفحہ ۱۰۵۹

اے برگشتو اسے پھر سوچ میں لاؤ اگلی چیزوں کو جو قدیم سے ہیں یاد کرو کہ میں خدا ہوں اور کوئی دوسرا نہیں۔ میں خدا ہوں اور مجھ سا کوئی نہیں۔ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد

(۱) عہد جدید کے حوالہ جات۔ انجیل متی باب ۲۳ آیت ۹ صفحہ ۲۶۔

زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو کیونکہ تمھارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے اور نہ تم ہادی کہلاؤ کیونکہ تمھارا ہادی ایک ہی ہے یعنی مسیح۔

(۲) انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹ صفحہ ۸۷

اے اسرائیل سُن: خداوند ہمارا خدا ایک ہی ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ اس سے بڑا اور کوئی حکم نہیں۔

(۳) انجیل یوحنا باب ۱۷ آیت ۳ صفحہ ۱۹۵

اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں ان تمام مذکورہ بالا حوالہ جات سے صاف صاف توحید کا سبق مل رہا ہے اور آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے جیسا کہ عہد عتیق کے حوالہ ۴ سے معلوم ہو رہا ہے اور تثلیث کا کسی وقت بھی شائبہ تک نہیں پایا جاتا بلکہ حضرت عیسیٰ صرف ایک نبی تھے جیسا کہ عہد جدید کے حوالہ ۱ سے صاف صاف معلوم ہو رہا ہے۔ یہ ایسا بیان ہے کہ جسمیں کہیں بھی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی لیکن جہالت و عصبیت کا برا ہو جسنے اسطرح آنکھوں کے پردے ڈال رکھے ہیں کہ انکو سامنے کی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جو شخص بھی ذرا غور و فکر سے کام لیگا وہ کبھی اس تثلیث توحید کا قائل نہیں ہو سکتا اور نہ اس پر باقی رہ سکتا ہے جسکے ذریعے ہزاروں انسانوں کو دھوکہ دیا جا رہا ہے کیونکہ یہ بالکل صاف و ظاہر چیز ہے لیکن اگر اب بھی کوئی نہ دیکھے تو کسی کا کیا قصور سوائے اپنے عقل و فہم کی کوتاہی کے۔ کیونکہ یہ مثل مشہور ہے "گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ" میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ان ناقصوں کو سمجھنے کی توفیق مزید عطا فرمائے بشرطیکہ یہ لوگ سچے دل سے اور تعصب کی عینک اتار کر راہِ حق کو دیکھنا چاہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

وارث اسلام

از عالیجناب مولانا سید محمد باقر صاحب نبیرہ حضرت مفتی صاحب ؒ

دنیا کا مشاہدہ گواہ ہے اور ہر عقل سلیم رکھنے والا یہ بہت جلد سمجھ سکتا ہے کہ نائب کو منوب عنہ سے صفات میں ملتا جلتا ہونا چاہیئے۔ اس شخص کو جسمیں اپنے منوب عنہ کے صفات نہیں پائے جاتے نائب کہنا خلاف عقل ہوگا۔ مثلاً اگر حداد (لوہار) کا نائب نجار (بڑھئی) یا بزاز کو قرار دیدیا جائے تو برسوں دنیائے انسانیت اس بدمزاقی کا ماتم کرے گی جس طرح مادیت میں کمال حاصل کرنیوالے کا نائب اسکی صنف سے ہوگا اسی طرح تاجدار روحانیت حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفےٰ کو دنیائے اسلام صدیق اعظم تسلیم کرتی ہے اب انکا نائب بھی قیامت تک کاذب نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اور خود امام اہلسنت علامہ فخر الدین رازی اس بات کے موید ہیں اور آیہ یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں جنکی پیروی کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے انکو معصوم ہونا چاہیئے لیکن اسکا اقرار نہیں کرتے کہ وہ معصوم اہلبیت علیہم السلام ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مراد صادقین سے اجماع امت ہے جس بات پر امت رسول اتفاق کرلے وہی پیروی کے قابل ہے (دیکھو تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۱۱۵ طبع مصر) حالانکہ اجماع مراد نہیں ہوسکتا چند وجوں سے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ صادقین کی پیروی کرو معلوم ہوا کہ صادق بہت سے ہیں۔ اتفاق آراء سے کوئی بات طے کرلی تو وہ صادق کہلائے گی صادقین نہیں کہہ سکتے اگر کہیں گے تو کلام خدا میں تصرف ہوگا جسکا حق کسی مسلمان کو نہیں ہے۔ دیکھئے ایک مکان آپنے بنوایا۔ مکان اس مجموعہ کا نام ہے جو کئی جزو سے ملاکر ترتیب دیا جائے مثلاً اینٹ، گارا اور لکڑیاں وغیرہ جب یہ مکان تیار نہ تھا تو اس مکان کے اجزا کا نام مکان نہ تھا یہی حالت اس اجماع کی ہے اجماع نام رکھا ہے غیر معصوم اور گنہگار لوگوں کی رائے اور ان کے اتفاق کا۔ جب ہر فرد اس مجموعہ کی گنہگار ہے تو کل کا اتفاق کب خطا سے پاک ہوسکتا ہے۔ اس اجماع کی مثال تخم کی ہے جیسا بیج زمین میں ڈالئے گا ویسا اُگے گا گیہوں کی زراعت سے جو نہیں اُگ سکتا اور جو بونے سے گندم نہیں پیدا ہوسکتے۔ غیر معصوم کی رایوں کا مجموعہ بھی ناقص اور ناقابل عمل ہوگا۔ البتہ معصومین علیہ السلام کا اتفاق حجت اور سند ہوسکتا ہے یا اُس گروہ غیر معصومین میں کم از کم ایک بھی معصوم ہو۔ اگر آپ کے نزدیک

یہ اجماع حجت ہے تو پھر اسی طرح اگر سب لوگ مل کر زید عمر بکر وغیرہ کی نبوت پر اتفاق کرلیں اور پیغمبر کے بعد ایک پارلیمنٹ بنا کے ممبروں کے اتفاق سے ایک پیغمبر بنالیں تو چاہیے کہ یہ اجماع بھی حجت اور قابل عمل ہو حالانکہ کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں ہوسکتا وہ اجماع جو صادقین کے خلاف یا ان کی رائے کے موافق نہو وہ ہرگز کسی مسلمان کے لیے سند نہیں ہوسکتا دوسری وجہ اجماع کے باطل ہونے کی یہ ہے کہ امت رسول کے لوگ چین جاپان امریکہ فرانس جرمنی ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں یہ معلوم کرنا کہ کسی متنفس کو ہماری رائے سے اختلاف نہیں ہے قریب قریب محال ہے اور خدا کبھی امر محال کی پیروی کا حکم نہیں دے سکتا اسی طرح جنات بھی امت محمدیہ میں داخل ہیں ان سے مشورہ حاصل کرنا چاہیے اور یہ بھی محال ہے لہذا جب ان کا مشورہ محال ہوا اور میں عرض کرچکا کہ محال کے بجالانے پر خداوند عالم حکم نہیں کرتا معلوم ہوا کہ صادقین سے مراد اجماع نہیں بلکہ وہ ہستیاں مراد ہیں جن کے دربار میں جنات زانوئے ادب تہ کرنے کے لیے آتے تھے جن کا سکہ نبی آدم جنات وحوش طیور ملائکہ سب کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا آل محمد جس طرح ہم پر حکومت کرتے تھے اسی طرح تمام مخلوقات عالم پر جس طرح سید کائنات کی حکومت عام تھی اور ذرہ ذرہ ان کا تابع فرمان تھا اسی طرح نائب کی حکومت بھی عام ہونا چاہیے اب رہے وہ صفات کیا ہیں جن سے خلیفۃ الارض کو پہچانا جائے اس کے متعلق پھر عرض کروں گا

مدح مولا

(از مداح آل پیغمبر جناب بادشاہ مرزا صاحب ثمر لکھنوی)

اب وجد کی تصویر یہ سب متقی ہیں
ملک خدا و وصی نبی ہیں
نہ کیوں حق سے ہاتھ آتا تاج امامت
علی کے سبب سے بھی علی ہیں

نکالا بھی گرداب بلا میں کہ جب بالک
بنکر آیا سفینہ حق کا جس نے بنا یا یہ کل
بنیاد ان سے بنا دیے دین نا خدا کی
جہاز ایمان کا رد کا تنگ طوق و سلاسل سے

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

(از جناب مولوی سید محمد حیدر صاحب کراروی فشی الہ آباد یونیورسٹی متعلم سلطان المدارس لکھنؤ)

چونکہ اسی ماہ جمادی الاولیٰ کی ۱۵ تاریخ کو پیغمبر اسلام کے چوتھے خلیفہ اور ہمارے امام چہارم کی ولادت ہے اس لیئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ کے مختصر حالات لکھیں ملاحظ ہو۔

آپ کا اسم گرامی علی بن الحسین اور کنیت ابو محمد ابوالحسن اور ابوالقاسم تھی اور القاب زین العابدین سید العابدین۔ سید الساجدین۔ سجاد۔ عابد۔ امام الائمہ وغیرہ تھا آپ کی ولادت با سعادت بنا بر قول جناب شیخ مفید اور شیخ طوسی علیہما الرحمہ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۳۸ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی بعد واقعہ کربلا خاندان نبوت کے سردار اور شیعوں کے ظاہری امام قرار پائے ۳۴ سال تک آپنے لوگوں کی ہدایت فرمائی۔ آپ کی والدہ کے نام میں مورخین نے اختلاف کیا ہے لیکن سید المحققین جناب شیخ مفید اور علامہ طبرسی وغیرہ آپ کی والدہ کا نام شاہ زنان بنت کسریٰ یزدجرد تحریر فرماتے ہیں ممکن ہے کہ اصل نام یہی ہو اور مشہور شہربانو ہوگیا ہو آپ کو دادھیال اور ننہیال دونوں طرف سے بہت بڑا شرف حاصل ہے آپکے دادا حضرت رسول خدا صلعم اور نانا بادشاہ ایران کسریٰ یزدجرد ہیں اس مضمون کو کسی شاعر نے کس خوبی سے ادا کیا ہے

وان غلاما بین کسریٰ وھاشم
لاکرم من نیطت علیہ التمائم

آپ ہی کے ذریعہ سے امام حسین کی اولاد بڑھی اس لیے کہ امام حسین کے کئی اولادیں تھیں لیکن روز عاشورہ سوائے آپ کے کوئی باقی نہیں رہی خدا نے آپ ہی کے صلب سے رسول خدا صلعم کی اولاد اس کثرت سے پیدا ہوی کہ جن کی صحیح تعداد کو وہی جان سکتا ہے اور اس نسل میں خدا نے اتنی برکت دی کہ ان کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیا یہاں تک کہ کوئی ملک کوئی شہر ان لوگوں سے خالی نہیں ہے۔ خدا نے حضرت رسول خدا صلعم سے کیسا سچا وعدہ فرمایا تھا کہ اے رسول ہم تمھاری نسل کو بہت بڑھائیں گے اور تمھارا دشمن بے اولاد رہے گا (قرآن مجید پ ۳۰ سورہ کوثر) آپ کے متعلق حضرات اہل سنت کے امام زہری اور ابن عیینہ وغیرہ کہتے ہیں کہ امام زین العابدین سے افضل ہم نے کسی کو نہیں پایا اور حضرت سے زیادہ علم فقہ کا جاننے والا نہیں ہے حضرت کے خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ جب وضو فرماتے تھے تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ تم جانتے نہیں کہ میں کس (معبود) کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں ایک دفعہ حضرت کے گھر میں آگ لگ گئی آپ اس وقت سجدے میں تھے لوگ آگ آگ پکارنے لگے مگر حضرت نے سر سجدے سے نہیں اٹھایا یہاں تک

کہ جب آگ بجھ گئی تو لوگوں نے عرض کی اے فرزند رسولؐ آپ کو کس چیز نے اس آگ سے غافل کر دیا تھا آپؑ نے کمال زہد کی وجہ سے فرمایا کہ آخرت کی آگ نے۔ ایک دفعہ حضرت نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں آپکے صاحبزادے امام محمد باقر علیہ السلام جو ابھی نہایت کمسن تھے کنوئیں میں گر گئے حضرت کی والدہ نے شور کیا اور خود کنوئیں کے پاس گئیں اور رسی وغیرہ اس میں ڈالی پھر حضرت سے خطاب کر کے کہا کہ اے فرزند رسول آپکے فرزند کنوئیں میں گر گئے ہیں مگر حضرت اب بھی ان کی طرف ملتفت نہیں ہوئے اور بدستور نماز میں مشغول رہے جب نماز کو اطمینان سے تمام کر چکے تو کنوئیں پر تشریف لے گئے اور اپنا دست مبارک اس کے اندر بڑھا کر حضرت محمد باقرؑ کو نکال لیا۔

آپ کی فقرا نوازی کی یہ حالت تھی کہ اہل مدینہ کہا کرتے تھے جب تک امام زین العابدین زندہ رہے ہماری پوشیدہ خیرات کم نہیں ہوئی اور ہماری مخفی خیرات حضرت کی وفات سے بند ہو گئی اور بہت سی آدمی کھانا پاتے تھے ان کو معلوم نہیں تھا کہ کون دے جاتا ہے جب حضرت کی شہادت ہو گئی تب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت ہی ہم لوگوں کو کھانا دے جایا کرتے تھے آپ کی شہادت کے بعد جب غسل دیا جا۔ ۔ لگا تو پشت پر ایک سیاہ نشان تھا لوگوں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ رات کو آٹے کا بورا لاد کر فقرا اہل مدینہ کو تقسیم کرتے تھے اس طرح حضرت مدینہ کے کم از کم سو خاندانوں ۔ پرورش کرتے تھے

آپ کے رعب جلال کی یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ جب کا خلیفہ ہشام بن عبدالملک اپنی بادشاہت کے زمانہ میں حج کرنے کو گیا خانہ کعبہ کا طواف کر کے چاہا کہ حجر اسود کا بوسہ دے مگر حاجیوں کی کثرت کی وجہ سے نہ پہونچ سکا مجبوراً ایک طرف کرسی پر بیٹھ گیا اسی اثنا میں حضرت امام زین العابدین تشریف لائے اور جب حجر اسود کی طرف جانا چاہا تو سب لوگ ہٹ گئے اور آپ کے لیے راستہ صاف کر دیا حضرت نے کمال اطمینان سے اس کو بوسہ دیا۔ ہشام کے ساتھ جو لوگ شام سے آئے تھے یہ حال دیکھکر ہشام سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں کہ جن کے رعب سے سب حاجی ہٹ گئے ہشام تو واقف تھا لیکن اس خوف سے کہ حضرت کا اثر شامی لوگوں پر نہ ہو جائے کہا میں اس شخص کو نہیں پہچانتا اتفاقاً اس زمانے کے مشہور شاعر فرزدق بھی وہاں موجود تھے وہ اس بے ادبی کو برداشت نہ کر سکے اور فوراً کھڑے ہو کر آپ کی شان میں ایک بہت بڑا زبردست قصیدہ پڑھا جو آج تک مشہور ہے اور اکثر کتابوں میں لکھا ہوا ہے اس قصیدے کو سنکر ہشام بہت زیادہ خفا ہوا اور فرزدق کو قید کر لیا

آپ کی عبادت گزاری

{ یہ مشہور ہی ہے کہ ... ہوں کہ جب آپ } وضو کا تہیہ کرتے تھے آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ کتابوں کے اندر ملتا ہے کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے آپ کا سارا بدن بید کے مانند لرزاں ہو جاتا تھا پوچھا گیا کہ حضور عالم نماز میں آپ کانپتے کیوں ہیں آپؑ نے فرمایا

بھائی یہ تو سوچو کہ عالم نماز میں کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں علامہ محمد ابن طلحہ شافعی عالم اہلسنت لکھتے ہیں کہ آپ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے، شیطان برائے امتحان بصورت ثعبان (اژدہا) قریب آیا اور اس نے آپ کے پاؤں کے انگوٹھے کو اپنے منھ میں لے لیا اور اس زور سے کاٹا کہ اگر امام عارف باللہ اور معصوم نہ ہوتے تو گھبرا کے نماز توڑ دیتے اس نے پوری کوشش کی مگر آپ نے نماز نہ توڑی وہ عاجز ہوا اور الگ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم تم زین العابدین ہو۔ بعض روایتوں میں ہے کہ شیطان کی اس حرکت پر غیب سے آواز آئی "انت زین العابدین"، کیا خوب اس مفہوم کو جناب مولانا سید حسن صاحب اکمل آنکھنوی نے ادا فرمایا ہے

قطعہ

جس طرح سے تو نے کی پابندی احکام دیں
ایسے بندے تو جہاں میں آج تک دیکھے نہیں
طاعت معبود حق میں اس قدر سجدے کیے
غیب سے آواز آئی "انت زین العابدین"

باب التبصرہ

لسان الملۃ عالیجناب مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ لکھنوی نے ہمارے پاس دو رسالے "حضرت زہیر بن قین" اور "سوانح عمری حضرت حبیب ابن مظاہر" ریویو کے لیے ارسال کیے ہیں اس میں شک نہیں کہ کتاب اپنی خصوصیات کے لحاظ سے قابل قدر ہیں مولانا کی خداداد سلاست و لطف زبان نے اسکی دلچسپی میں اضافہ کر دیا ہے، شہدائے کربلا میں اکثر شہداء کے تفصیلی حالات سے دنیا بے خبر ہے مولانا نے ہر ایک کے لیے ایک ایک رسالہ جدا جدا تحریر فرمانا شروع کیا ہے یہ رسالے بھی اسی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں مولانا نے کافی جستجو اور وسعت نظر سے کام لے کر ان دونوں اصحاب امام مظلوم کے حالات قلمبند فرمائے ہیں جو ناظرین کے لیے بصیرت کا باعث ہوں گے ان کی زندگی کا ہر پہلو ہمارے لیے نمونۂ عمل اور ان کے سوانح حیات کا مطالعہ ہماری بالیدگی ایمان کا باعث ہوگا ان باوفا اصحاب کے مکمل زندگی کے حالات سے آپ مطلع ہونا چاہتے ہیں تو ان دونوں رسالوں کو ضرور مطالعہ فرمائیے۔ آخر میں ہماری دعا ہے کہ خداوند عالم مولانا کو تا ابد صحیح و تندرست رکھے تاکہ ان سے ایسے معجزات برابر رونما ہوتے رہیں یہ رسالے ۴۴ صفحہ اور ۴۸ صفحات پر مشتمل ہیں

(پتہ)
مسجد تحسین علیخاں چوک لکھنؤ
دونوں کی قیمت علاوہ محصول ڈاک چار آنہ ہے۔

فلسفۂ نماز

ایک عرصہ سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ نماز کے متعلق ایک ایسا جامع رسالہ لکھا جائے جس میں اس کی ساری افادی شکل بے نقاب کر دی جائے اور اسکے فلسفہ کو منظر عام پر لایا جائے اور دنیا کو یہ بتایا جائے کہ نماز کیا ہے اسکے دنیاوی اور اخروی فوائد کیا ہیں، بڑے مسرت کی بات ہے کہ اس موضوع پر حضرت فاضل ہنسوی مولانا سبط الحسن صاحب نے قلم اٹھایا ہے ایک رسالہ موسوم بہ فلسفہ نماز مرتب کر ڈالا، یہ رسالہ نظامی پریس میں چھپا ہے اور ۱۰۲ صفحات پر مشتمل ہے، آخر میں مغربی فلاسفر کے وہ خیالات بھی مندرج ہیں جو انھیں اسلامی نماز کے متعلق ہیں۔ یہ رسالہ قابل قدر اور لائق نظر ہے۔ ہماری رائے ہے کہ ناظرین اسے ضرور ملاحظہ کریں یہ رسالہ وقف ہے۔ ناظرین مفت طلب کر سکتے ہیں (پتہ نظامی پریس لکھنؤ)

بہار فردوس

عالیجناب سید ممتاز حسین صاحب ممتاز زمانیوی منشی محکمہ نہر سارده ڈویزن اوناؤ کی تصنیف ہے یہ ایک مجموعہ نظم جس کا موضوع حمد باری ہے ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے اس کے اشعار نہایت خوب اور مناسب ہیں قیمت ۱ر۶ ہے۔

دار السلام

یہ گلدستہ نعت ہے جناب ممتاز حسین صاحب ہی کا لکھا ہوا ہے ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے، الفاظ عمدہ، معانی بہتر اور خوب ہیں قیمت رعایتی ۱ر۶ ہے۔

صُورِ اسرافیل یہ مسدس کی صورت کا ہے یادگار حسینی ۱۳۶۱ھ کے سلسلہ میں موصوف ہی نے لکھا ہے یہ ۴۷ بند اور ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے، قیمت رعایتی ۲؍ ہے۔

تدریس اتحاد (المعروف بہ رہنمائے کشوری) یہ مجموعۂ نظم ہندو مسلم اتحاد پر مشتمل اس کے مصنف بھی ممتاز حسین صاحب ہی ہیں اس کے بھی ۱۶ صفحہ ہیں، اس کے بھی رعایتی قیمت ا؍ ہے۔

(نوٹ) ان رسائل اربعہ کے ملنے کا پتہ،
۱ سید محمد ظفر صاحب ڈاکخانہ مانی کلاں، ضلع جونپور ۲ سید مسعود حسین صاحب دفتر نہر ضلع رائے بریلی ہے۔

ضربتِ حیدری یہ کتاب مولوی ضیاء لقمان صاحب امروہوی جو اس صدی کے "مدعی مہدویت" ہیں اور اپنے تئیں مہدی موعود سمجھتے ہیں اُن کی رد میں لکھی گئی ہے۔ مولانا مذکور نے ۱۳۶۱ھ میں دعوی مہدویت فرمایا آپ کا خیال یہ ہے کہ ظہور حضرت حجت کے پہلے بارہ مہدی آنے والے ہیں اُن میں کا پہلا مہدی میں ہوں" اور نبوۃ خاتم الانبیاءؐ ختم ہو گئی لیکن رسالت ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ حضرت حجۃ خدا کے رسول ہیں اور وہ خاتم الانبیا سے افضل ہیں نیز قرآن مجید کی طرح کتب سابقہ توراۃ و انجیل و زبور منسوخ نہیں ہوئیں وغیرہ وغیرہ آپ کا قیام بمبئی میں ہے اور وہاں اپنے عقیدے کی تبلیغ فرماتے ہوئے اکثر ناواقف حضرات کو اپنے حلقہ عقیدت میں داخل فرمائے ہیں حسن اتفاق سے عالیجناب مولانا سید حیدر حسین قبلہ لکھنوی بمبئی تشریف لیگئے اور وہاں مولوی ضیا لقمان صاحب سے زبردست مناظرہ ہوا جس میں مولانا حیدر حسین صاحب قبلہ نے مسکت اور دندان شکن دلائل سے اس طرح مدعی مہدویت کو شکست فاش دی کہ پھر انھیں سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی یہ کتاب طرفین کے دلائل کا خلاصہ ہے جس سے حق و باطل کا صاف اظہار ہوتا ہے کتاب مذکور ناظرین کی دلچسپی کا ایک بہترین ذریعہ اور باطل کے مقابلہ میں حق کی فتح دیکھنی ہو تو اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمایئے۔

مرکز تبلیغ (مدرسۃ الواعظین) کے سیار

عالیجناب مولانا مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ واعظ

آپ نے تبلیغی سلسلہ میں شمس آباد، لکھنؤ، محمود آباد، کوہاٹ وغیرہ کا دورہ فرمایا اوران مقامات پر مختلف تقریریں بھی کیں آپ کے موضوعات تقاریر حسب ذیل تھے "فلسفہ شہادت۔ شان رسالت معیار عزت۔ صلوٰۃ، مدینہ منورہ کے خصوصیات، اتحاد وغیرہ" شمس آباد میں اہل سنت والجماعۃ کے خواہش کے مطابق ایک جرا رپہ شان رسالت کے متعلق تقریر فرمائی جس میں اکثر اہل سنت شریک تھے تقریر بہت کامیاب رہی۔

عالیجناب مولانا سید ممتاز حسین صاحب قبلہ واعظ

آپ نے تبلیغ کے سلسلہ میں میراں پور ضلع مظفر نگر جانسٹھ، میرٹھ اور محمود آباد کا دورہ فرمایا آپکی تقاریر کے موضوعات حسب ذیل تھے "فلسفہ حیات وموت مودۃ آل محمدؐ۔ تقوی الٰہی۔ فضائل آل محمد سیرۃ نبویہ" میرانپور ضلع مظفر نگر میں آپ کی تقریریں فلسفہ موت وحیات "قاضی بدرالاسلام صاحب ودیگر لالیان اہلسنت نے بھی شرکت کی تقریر بیحد کامیاب وموثر رہی۔ نتیجہ میں قاضی بدرالاسلام صاحب کی طرف سے دوبارہ مجلس وعظ کا انتظام ہوا جس پر مولانا نے موضوع سابق پر مزید روشنی ڈالی۔ یہ موعظہ بھی بہت ہی کامیاب رہا۔

عالیجناب مولانا محمد جواد صاحب قبلہ واعظ

آپ نے مبارکپور ضلع اعظم گڑھ و لکھنؤ و جلالپور ضلع ملتان پاکپٹن ضلع منٹگمری وغیرہ کا دورہ فرمایا مختلف مقامات پر تقریریں بھی ہوئیں موضوعات تقاریر حسب ذیل تھی "نسل ابراہیمی کے خصوصیات قربانی کا فلسفہ۔ معراج رسول وغیرہ۔ الموبستی میں آپ نے شان رسالت پر وعظ فرمایا جسمیں حضرات اہل سنت بھی شریک تھی اہل اسلام کو عمل کی طرف متوجہ کیا نیز صادقین کی تعریف اور معیار بیان کرتے ہوے شان اہلبیت پر روشنی ڈالی

عالیجناب مولانا سید انتصار حسین صاحب قبلہ واعظ

آپ کا قیام کرسی ضلع بارہ بنکی اور لکھنؤ ہیڈ کوارٹر مدرسۃ الواعظین پر رہا۔ کرسی میں آپ نے متعدد تقریریں کیں جو از گریہ وحدیث [illegible] حسین منی وانا من الحسین پر [illegible] بعض مقامات پر نماز جماعت کا بھی انتظام کیا۔

عالیجناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی واعظ

اس ماہ میں آپ نے حسب قاعدہ مختلف مقامات کا دورہ کیا جن میں سے سیواں ضلع سارن چھپرہ گھونی خورد، گھونی کلاں۔ مہاراجگنج۔ چھپرہ محلہ کوٹھی دوھیا تھاں وغیرہ، خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ آپ نے اس دورہ کے سلسلہ میں

کثیر موضوعات پر تقریریں فرمائیں جن میں خاص طور سے، عدل کی اہمیت، ریاست عامہ و خاصہ۔ حیات عارضی و حیات جاودانی کا تقابل اتحاد۔ آثار قیامت۔ عموم بعثت نبوی شریعت محمدیہ دیگر شرائع کی ناسخ ہے، ایمان اور اسلام وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ آپ نے امداد مدرسہ کی بھی فکر کی، مختلف حضرات سے مختلف موضوعات پر گفتگو بھی فرمائی۔

عالیجناب مولانا بنیاد علی صاحب قبلہ واعظ

آپ نے اس ماہ میں گجرات چاکانوالی رنگہ چک۔ ڈنگہ چک۔ شادیوال۔ رتووال۔ کھوجیانا منڈی بہاؤالدین۔ رسول نگر ضلع گجرانوالہ مدرسہ ضلع گجرانوالہ وغیرہ کا دورہ کیا اور مختلف موضوعات پر تقریریں کیں جن میں رسالت آنحضرت معراج رسول۔ ثبوت عزاداری۔ ماتم و زنجیر زنی کا ثبوت۔ امامت اثبات عزا تاریخی نقطہ نظر سے وغیرہ وغیرہ پر نہایت پر مغز اور کامیاب تقریریں کیں مجمع نے آپ کے بیان کو پسند کیا۔ آپ نے اپنی تقریر میں امداد مدرسہ کا بھی ذکر کیا اور مختلف حضرات سے مذہبی گفتگو بھی فرمائی۔

عالیجناب مولانا سید حمید حسن صاحب قبلہ واعظ

آپ اس ماہ میں بوجہ علالت زیادہ رخصت پر رہے اور اس حال میں بھی اپنے فریضہ کو ادا فرماتے رہے۔ کافی تقریریں کیں، مختلف موضوعات پر تشنگان علم سے گفتگو کی اور انھیں مطمئن کیا۔

عالیجناب مولانا محمد ظہور صاحب قبلہ واعظ

آپ منجانب مدرسۃ الواعظین (سی۔ پی) میں سرگرم کار تبلیغ ہیں۔ چنانچہ جبل پور میں عزاداری سید الشہداء پر کچھ لوگوں کو اعتراض تھا جن کو مولانا ممدوح نے مسکت جوابات سے مطمئن کر دیا۔ بعض مومنین کو مسائل نماز کی طرف دی۔ عالی جناب سید حسن صاحب جعفری کے یہاں مجلس وعظ میں اتحاد و مسائل نماز کی طرف مومنین کو توجہ دلائی۔ اور آیۂ ہجرت سے فضائل امیر المومنین پر بیان کو ختم کیا۔ دورہ میں مختلف مقامات پر حسب ذیل موضوعات پر تقاریر فرمائے مسائل نماز اور اتحاد۔ سیرت رسول مقبول، صدق و معیار صدق۔ تعلیمات اسلام۔ ایمان بالغیب۔ وحدانیت و رسالت۔ آپ کے بیان سے مومنین بیحد خوش و مسرور ہوئے۔

عالیجناب مولانا سید ظہیر حسن صاحب قبلہ واعظ باروی

آپ ضلع مظفر نگر میں اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ احکام مذہب کی تعلیم، وجوب نماز اور مذمت ترک نماز، فضائل اہلبیت، اثبات خلافت حقہ، آپ کے خاص موضوعات تھے۔ اسی سلسلہ میں معراج کے متعلق اعتراضات کے تسکین بخش جوابات دیئے بعض عیسائی حضرات کے شکوک کو رفع کرکے انھیں مطمئن کیا۔ آپ کا بیان بہت دلچسپ اور کامیاب ہوتا ہے۔

بادشاہ مرزا اختر لکھنوی پرنٹر و پبلشر نے اعظم صفدر پریس لکھنؤ میں چھپوا کر مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۳۵۹

وبالنجم هم یهتدون

بیادگار حضرت نجم العلماء

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

زیر سرپرستی والیٔ ریاست عالیہ محمود آباد سرکار راجہ محمد امیر احمد خاں صاحب بالقابہ متولی و ناظم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

زیر نگرانی تاج العلماء جناب مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ مدظلہ برادر سرکار نجم العلماء ناظم و صدر شعبۂ تبلیغ مدرسۃ الواعظین

ناظم و مدیر

سید نجم الحسن کراروی صدر الافاضل

مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

مینیجر

سید حسن المتخلص بہ اکمال لکھنوی

الواعظ صفدر پریس تحسین گنج میں چھپکر شائع ہوا

الواعظ

مدرسۃ الواعظین ایسے مہتم بالشان اور واحد ادارہ تبلیغی سے اس کے اغراض و مقاصد کی ترجمانی و اشاعت کیلئے
جس قدر ایک مستحکم پریس اور ایک علمی و مذہبی جریدہ کے اجرا کی ضرورت ہے وہ فریضۂ تبلیغ کے ہمدردوں سے مخفی نہیں ہے اسی
خیال کو نصب العین قرار دیکر الواعظ جاری کیا گیا تھا جو ایک مدت سے اپنے فرائض کو حسن و خوبی سے ادا کر رہا ہے جو ناظرین کرام
سے مخفی نہیں ہے۔

الواعظ مدرسۃ الواعظین کے حالات اور اسکے مبلغین کی تبلیغی کارروائیاں اپنی ہر اشاعت میں شائع کرتا رہتا ہے۔

الواعظ آجکل کے اصطلاحی مناظرہ سے بچتا ہوا انتہائی تہذیب و متانت سے علمی مضامین محققانہ انداز میں پیش کرتے
رہنا اپنا فرض جانتا ہے۔

الواعظ مذاہب اسلام کے اکمل الادیان و قرآن مجید کے افضل الکتب اور پیغمبر اسلام کے افضل الانبیاء اور خاتم المرسلین
ہونیکا اثبات اپنا اہم ترین فریضہ قرار دیئے ہوئے ہے۔

الواعظ مذاہب اسلام کا اتحاد اور یکجہتی خواستگار اور تمام اہل اسلام کو ایک متحدہ پلیٹ فارم پر دیکھنے کا متمنی ہے
الواعظ اسلامی شریعت کی حکمت اور اس جامعیت کو تمام دنیا پر واضح کردینے کا آرزومند رہتا ہے۔

الواعظ اسلامی شریعت کی فضیلت اسلامی تمدن کی فوقیت اسلامی احکام و قوانین شریعت سے تمام عالم کو آگاہ
کردینے کیلئے اپنے صفحات کو وقف کیے ہوئے ہے۔

الواعظ ائمہ طاہرین کے ہدایات یا سلف صالحین کے تاریخی حالات دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اصول اسلام کا فلسفۂ قدیمہ
و جدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام و ازالہ شبہات اور اکتشافات جدیدہ اور حقائق اسلامیہ
اور اخبار علمیہ کی اشاعت میں کوئی ممکن دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔

الواعظ آریہ عیسائی قادیانی اہلحدیث اہل قرآن کے مقابلہ میں اپنی خاص متانت کے ساتھ ہمہ وقت
احقاق حق کے لئے کمربستہ رہتا ہے ہر ماہ انگریزی کی ابتدائی تاریخوں میں شائع ہوتا ہے قیمت سالانہ عام
خریداران ہندوستان سے تین روپیہ سالانہ اور بیرون ہند کے خریداروں سے پانچ روپیہ سالانہ
مقرر ہے رؤسا و والیان ملک سے جو کچھ وہ مرحمت فرمائیں۔ حجم ۲ جز علاوہ ٹائیٹل منیجر الواعظ

الواعظ

۶۸۶

شرح اعانت

والیان ریاست سے ما۔ سالانہ
روؤسا و عظام سے ہے۔ ۵ 〃
متوسط طبقے سے ہے؏ 〃
عام حضرات سے ےے 〃

جلد ۲۴ — بابتہ ماہ جولائی سنہ ۱۹۴۳ عیسوی — نمبر ۷

الواعظ

جولائی سنہ ۴۲ء

عورت کی نماز اور پردہ

عورت. جو نوع انسانی کا ایک نازک سہی لیکن اہم جز ہے. اس کی حیثیت کی تشخیص میں کائنات عالم کے پردہ میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں قوانین بنے لیکن یہ عجیب کرشمہ ہے کہ اس فرقہ نے اپنے حقوق کی صحت بخش دوا اسوقت تک نہ پائی جب تک پرچم اسلام نہ لہرایا اور محمدی قانون انصاف کے روپ میں انسانیت کو ڈھالنے کیلئے ہویدا نہ ہوا.

رومن جو اسی طرح قانون سازی میں امتیاز کامل رکھتا تھا اور آج بھی لائق ذکر ہے جس طرح اپنی امتیازی حیثیت سے یونان کا فلسفہ، اٹلی کی مصوری ایران کی نفاست بلند اور قابل تذکرہ ہے. اس نے بھی یہ اپنے کمال تدبر سے عورت کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کے حقوق کا اظہار کیا ہے. یہ سچ ہے کہ رومن نے اس مسئلہ میں بھی پورا زور لگایا لیکن ناظرین کرام ذرا اس کے بتائے ہوئے اصول ملاحظہ کریں. (۱). عورت شادی کے بعد شوہر کی زرخرید ہو جاتی ہے (۲) اس کا تمام مال و متاع خودبخود شوہر کی ملک ہو جاتا ہے. (۳) وہ جو مال و زر پیدا کرے وہ شوہر کا مملوکہ ہو جاتا ہے (۴) وہ کوئی عہدہ نہیں پا سکتی (۵) وہ کسی کی ضامن نہیں ہو سکتی (۶) وہ ادائے شہادت کے قابل نہیں (۷) وہ کسی سے معاہدہ نہیں کر سکتی (۸) وہ مرنے کے وقت وصیت بھی نہیں کر سکتی وغیرہ وغیرہ.

جب رومن سلطنت عیسائیت کے حلقہ بگوش ہوئی تو اس میں کچھ کچھ اصلاحیں ہوئیں. سنہ ۵۸۶ء میں یورپ کے اندر ایک بڑا جلسہ منعقد کیا گیا تاکہ اس امر پر غور کیا جائے کہ عورت ذی روح بھی ہے یا نہیں، جلسہ نے بڑی فیاضی اس حد تک کی کہ ذی روح اور نوع انسانی میں داخل مانا. لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی طے کیا کہ وہ صرف مرد کی خادمہ ہے اور بس.

انگلستان نے بھی عورتوں کے لئے اسی قسم کے حقوق تسلیم کئے تھے لیکن جب رومن ایکٹ باتب اصلاحیں نمایاں ہوئیں اور اب تو انگلستان کی دنیا ہی بدل گئی ہے. (الکلام)

یہودیوں کے یہاں بھی عورت کو کوئی عزت نہیں دی گئی. بلکہ عورتوں کو اتنا گرا کے پیش کیا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں اونکی کتاب (مصنوعی) تورات نے عورت کو ایک معمولی خرید و فروخت کی چیز سے زیادہ نہیں دی. چنانچہ یہودی برابر بیویوں اور چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو فروخت کرتے رہے. ان میں جب شادی ہوتی تھی تو دولھا کی طرف سے دولہن کو ایک مخصوص رقم دی جاتی تھی. اور اس غریب کو کنیزی کے لئے وقف ہو جانا پڑتا تھا. اور اگر شوہر مر جاتا تھا تو مرنے والے کے بھائی کو اختیار تھا کہ وہ جبراً اپنی بھاوج سے

شادی کرے وغیرہ وغیرہ (حقوق نسواں)

ہندوؤں کے یہاں بھی بس رومن ہی کے جیسے قواعد اور اصول تھے۔ عورت کو کسی قسم کی میراث نہیں ملسکتی تھی۔

انہی کے علاوہ بہت سے خلاف عقل و نقل قوانین ان کے مذہب کی جان بنے ہوئے تھے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مذہب میں بھی دراصل عورت کی کوئی حیثیت نہیں تسلیم کی گئی۔ کسقدر افسوس کی بات ہے کہ اگر کوئی شخص مرجائے تو اُسی کے ساتھ اسکی بیوی کو بلا جرم و خطا نذر آتش کردیا جاتا تھا۔ یعنی شوہر کے ساتھ ہی اُسے بھی جلا دینا مستحسن سمجھا جاتا تھا۔ پہلے تو مردہی کا جلانا خلاف عقل ہے پھر اسپر طرہ یہ کہ اس کی بے گناہ بیوی کو بھی اسی کے ساتھ رخصت کردیتے تھے۔ اور پھر اُسی کی جان پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ اگر اُس کے پیٹ میں بچہ بھی ہوتا تھا تو اُس کی بھی جان لے لیتے تھے۔

ازدواجی تعلقات میں بھی بڑی وسعت دی گئی تھی یعنی جس طرح بیل اور بھینسے وغیرہ اس امر کے پابند نہیں کہ وہ اپنے خواہشات کو صرف ایک گائے یا بھینس سے پورا کریں بلکہ جس قدر بھی ممکن ہوتا جائے وہ آزاد ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ان کے یہاں بھی کوئی قید نہ تھی۔ ایک مرد بہت کثیر بیویاں رکھ سکتا تھا اور اگر کوئی ایسا موقع دستیاب ہوتا تھا کہ کسی جنگ وغیرہ (چاہے آپس ہی کی کیوں نہ ہو) سے لڑکیاں یا عورتوں کو پکڑ لاتے تھے تو اس کی بلا رضا و رغبت اُس سے شادی کرنا مذہبًا اچھا سمجھا جاتا تھا یہی نہیں بلکہ اگر کوئی شخص اپنی کمزوری کی وجہ سے اولاد پیدا نہیں کرسکتا تھا تو اُسے اس بات کا حق حاصل تھا کہ وہ اپنی بیوی کو اس کی اجازت دیدے کہ وہ کسی سے تعلقات پیدا کرکے اُسے لڑکے کا باپ بنا سکے۔ وغیرہ وغیرہ۔

عرب جو اسلام کا سرچشمہ ہے اس میں بھی خلاف عقل طور پر عورت کا استعمال تھا۔ اور اس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ عورتوں کا قتل۔ لڑکیوں کا دفن وغیرہ یہ سب عرب ہی کے زمانہ جاہلیت کی ناگفتہ بہ حرکتیں تھیں اور عجیب طرح کا انسانیت سوز طرز زندگی تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کی صورت یہ تھی۔ (۱) دو شخص مدت معین کیلئے اپنی اپنی عورتیں بدل لیتے تھے۔ (۲) چند آدمی ایک عورت کے ساتھ مباشرت کرتے تھے۔ دوسرے تیسرے روز وہ عورت کسی کے پاس کہلا بھیجتی تھی کہ میرے رحم میں تیرا نطفہ قائم ہوگیا ہے بس وہ اولاد اسی کی ہوتی تھی۔ (۳) چند آدمی ایک ہی عورت کے ساتھ ہم صحبت ہوتے تھے۔ اور بعد وضع حمل لڑکے کو قیافہ سے پہچانا جاتا تھا۔

اسی قسم کے بہت سے خلاف عقل امور زیر عمل تھے۔ اس سے عورت کی حیثیت اور شخصیت کا پتہ چلتا ہے۔ بہرحال یہی حال تھا کہ دفعتہً برق اسلام چمکی اور اس نے ان تمام گندے اصولوں کی گھنگھور گھٹاؤں کو چھانٹ کے رکھدیا۔ جہاں ہر قسم کے اصول و قوانین اُس نے ظاہر کیے۔ عورت کی شخصیت اور اوسکی حیثیت کا بھی مظاہرہ کیا۔

عورت کو انسانیت کا ایک جزو بتایا اور اوسے میراث کا بھی مالک قرار دیا اور اپنے کمال عدالت سے

اُس کے خاص خاص حقوق بھی مقرر کئے۔ اگر شوہر کے حقوق اُس پر ہیں تو عورت کے بھی شوہر پر حقوق ہیں۔ مرد کو حکم دیا کہ نان و نفقہ اور دیگر ضروریات کی تحصیل میں کوتاہی نہ کرے اور عورت کے لئے فرمان نافذ کیا کہ دیکھ چونکہ تعلقات کی خوشگواری میل جول پر موقوف ہے۔ لہذا مرد کی بیجا نافرمانی نہ کرنا اس لئے کہ الرجال قوامون علی النساء ۔ مرد عورتوں کے محافظ اور نگراں ہیں اور ان پر باعتبار عقل و دانش فضیلت رکھتے ہیں۔ لیجئے یہ راز بھی کھل گیا کہ عورتوں کو گھر کے اندر رہنا چاہیئے اور مردوں کو دوا دوش کے لئے باہر جانا چاہیئے۔ اس لئے کہ جب عورت ایک نازک چیز ہے اور خالق فطرت نے اُس پر مردوں کو محافظ بنا دیا ہے تو اب عورتوں کا یہی فریضہ ہے کہ گھر کے اندر ملکہ بن کر بیٹھیں اور مرد کما کر اُن کی خدمت کرے پیغمبر اسلام سے پوچھا گیا کہ عیال کی خدمت میں زیادہ ثواب ہے یا عبادت میں۔ فرمایا ایک گھنٹہ اپنے عیال کے ساتھ رہ کر اُس کی فطری خدمت کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے صادق آل محمد فرماتے ہیں کہ من اقداد حب النساء حبًّا ازداد ایمانًا جس کو اپنی بیوی سے زیادہ محبت ہوگی اُس کا ایمان بھی اوسیقدر کامل ہوگا۔

ایک مقام پر فرمایا ہے کہ عورت تمھارے لئے پھول کے مانند ہے یعنی اُس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرو۔ گرم و سرد سے بچائے رکھو ورنہ مرجھا جائیگی قرآن مجید میں ہے واتوالنساء صدقاتھن نحلۃ۔ عورتوں کو ان کے مہر ادا کردو جو خدا کی طرف سے عطیہ ہے۔ دیکھئے اکثر مذاہب میں مہر تک کی عورت مالک نہیں ہے بلکہ اُس کے باپ کو اُس کے پانے کا حق دیا گیا ہے

یہ صرف ہماری شریعت ہے جس نے عورت کے مہر کا حقدار صرف عورت ہی کو قرار دیا ہے۔ سرکار نجم العلماء اعلی اللہ مقامہ سرادق عفت میں لکھتے ہیں۔ پس غور کرنا چاہیئے کہ جب عورتوں کے ذمہ اس قسم کا کوئی کام ہی لازم نہیں تو انھیں باہر نکلنے اور آنے جانے کی ضرورت ہی کونسی ہے اور اگر شوہر کے نفقہ پر قناعت نہ کرسکیں یا توسعہ پر نظر ہو یا شوہر خود عاجز ہو تو دستکاری سے حاصل کریں۔ میں کہتا ہوں کہ تمام عقلا کا اتفاق ہے کہ عورتیں ناقص العقل پیدا کی گئی ہیں۔ اس کا ایک ثبوت یہاں پر بھی ملاحظہ کیجئے۔ قدرت اور فطرت کہتی ہے کہ تم گھر کی ملکہ ہو آرام و چین سے بلا محنت و مشقت کھاؤ پیو۔ میٹھی نیند سوؤ اپنے حسن و جمال کی نکھار میں کوشش کرو تاکہ شوہروں کے لئے دلپذیر بن سکو اور وہ تم سے اپنی زندگی کا لطف اٹھائیں اور تم ان سے اپنے درد فطرت کا درماں حاصل کرو اور نسل کے بڑھانے کی فکر کرو تاکہ خالق فطرت راضی ہو اور پیغمبر خوش ہو جائیں۔ لیکن عورت ان تمام سہولتوں کی مخالفت پر کمربستہ ہے یہ نقص عقل کی دلیل نہیں تو اور کیا ہی۔

تقسیم کار کی عملی مثال

جب یہ امر ایک مسلمہ حیثیت رکھتا ہے کہ عورت گھر کی ملکہ اور مرد باہر کا بھوت ہے اور تمام مشقتوں کے برداشت کرنے کا ذمہ دار تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس محل پر حضرت پیغمبر اسلام کے اس تقسیم عمل کو پیش کریں جو انھوں نے امیر المومنینؑ اور فاطمہ زہراؑ کے درمیان فرما کر دنیا والوں کو زبردست سبق دیا ہے

صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام سرورکائنات کی خدمت میں اس غرض سے تشریف لائے کہ آنحضرت تقسیم کار کر دیں آپ نے فرمایا کہ اے بنت جگر تیرا فریضہ ہے کہ تو گھر کے اندر اندر کے تمام امور کی فکر کر اور اے علیؑ تم گھر کے باہر کے ذمہ دار ہو۔

یہ سننا تھا کہ حضرت فاطمہ نے عرض کی کہ۔ خدا ہی علم جانتا ہے کہ مجھے کسقدر سرور اس بات سے ہوا کہ رسو خدا مردوں کے دوش بدوش ہونے اور تحمل ارقاب رجال سے مجھے بچا لیا۔ الخ

اس خدمت سے اس بات کا پتہ چلا کہ عورتوں کا جو یہ مطالبہ ہے کہ مردوں کے دوش بدوش انھیں چلنے دیا جائے یہ غلط ہے۔ حضرت فاطمہ جو عصمت کی دیوی اور پیغمبر کی شاہزادی تھیں وہ اس چیز کی مخالفت کرتی تھیں تاکہ دنیا والے اس خیال میں نہ ہوں کہ عورتوں اور مردوں میں یکساں ہی صلاحیت موجود ہے

نماز اور پردہ

کون باہوش نہیں جانتا کہ نماز سب سے اہم ترین عبادت ہے۔ اس میں مرد و عورت مشترک ہیں۔ ارکان نماز جو مرد کے لئے ہیں وہی عورت کیلئے وغیرہ وغیرہ اور یہ امر بھی پوشیدہ نہیں کہ نماز کھلی ہوئی جگہ میں ادا کرنے میں زیادہ ثواب رکھا گیا ہے تاکہ اس سے اسلامیات کا مظاہرہ ہو اور اسلامی شان ظاہر ہو۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے گھر میں نماز ادا کریگا اس کو بس اسیقدر ثواب ملیگا جتنی اوسکی نماز کی رکعتیں ہیں اور اگر محلہ کی مسجد میں نماز ادا کریگا تو کئی گنا ثواب ملے گا۔ اور اگر بازار کی مسجد میں نماز پڑھے گا تو فی نماز بارہ نمازوں کا ثواب ملیگا اور اگر جامع مسجد میں نماز پڑھے گا تو سو نمازوں کا ثواب ملیگا اور اگر مسجد کوفہ میں نماز پڑھے گا تو ایک ہزار نمازوں کا ثواب ملیگا۔ اور اگر مسجد نبوی میں نماز پڑھے گا تو دس ہزار نمازوں کا ثواب ملیگا۔ اور اگر اس سے بھی نمایاں اور بلند جگہ مثلاً مسجد الحرام میں نماز پڑھے گا تو فی نماز کے عوض میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملیگا۔

حدیث نے یہاں تک تو مردوں کی نمازوں کا ذکر کیا لیکن اب جب عورتوں کی نماز کی فضیلت کا ذکر آیا تو احادیث نے بتلایا کہ عورت اگر مسجد میں جا کر نماز پڑھے تو ٹھیک اسی طرح جس طرح مرد کو گھر میں نماز پڑھنے میں ایک نماز کی جگہ ایک ہی نماز کا ثواب ملیگا۔؎ اگر مکان کے اندر نماز پڑھے گی تو مسجد کی نماز سے زیادہ ثواب ملیگا۔ اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کی اور بتلایا کہ اگر کھلے ہوئے کوٹھے پر عورت نماز پڑھے گی تو اس کا ثواب اس کوٹھے پر نماز پڑھنے سے کم ہوگا جو چار دیواری رکھتا ہو اور چار دیواری والے کوٹھے پر نماز سے زیادہ اس نماز میں ثواب ملیگا۔ جو صحن خانہ میں پڑھے گی اور صحن خانہ والی نماز سے زیادہ ثواب اس نماز میں ملیگا جو برامدہ میں پڑھی گئی اور برامدہ سے زیادہ ثواب اُس نماز میں ملیگا جو کوٹھری کے اندر پڑھے گی الخ جامع عباسی

یعنی عورت کیلئے بتلایا گیا ہے کہ مسجد میں نہ جاؤ بلکہ گھر ہی میں نماز ادا کیا کرو۔ ممکن ہے کہ کسی عورت کو اعتراض ہوتا کہ ہم کو بلاوجہ مسجد میں جا کر نماز پڑھنے اور اس کے ثواب حاصل کرنے سے شریعت نے روک دیا ہے تو شریعت نے عورت کا احترام کرتے ہوئے اُسکا

؎ عورت کو گھر میں نماز [illegible]

جواب یہ دیا ہے کہ. مسجد المرأۃ بیتھا. اے محترم عورتو! تمھارے گھر کا ہر حصہ مسجد ہے یعنی جو احترام نماز کے بارے میں بنظر شریعت مسجدوں کا ہے وہی احترام یعنہٖ تمھارے مکان کے ہر گوشہ کا ہے۔

میری محترم خاتونو! سنو جب تمھارا سارا گھر مسجد بنا دیا گیا ہے تو تم اس کا مطلب بھی سمجھ لو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی مسجد (گھر) سے نکل کر خدا کے مسجد میں باہر جا کر نماز پڑھوگی (جو شریعت کو ناپسند ہے) تو تم کو ایک نماز کے عوض میں صرف ایک ہی نماز کا ثواب ملیگا۔ لیکن اگر تم کھلے ہوئے کوٹھے پر نماز پڑھوگی تو تم کو بازار کی مسجد کا ثواب ملیگا۔ اور اگر چہار دیواری والے کوٹھے پر نماز پڑھوگی تو محلہ کی مسجد کا ثواب ملے گا اور اگر صحن خانہ میں نماز پڑھوگی تو جامع مسجد کا ثواب ملیگا اور اگر گھر کے برامدہ میں نماز پڑھوگی تو مسجد کوفہ کا ثواب ملیگا۔ اور اگر اندر کے دالان میں نماز پڑھوگی تو مسجد نبوی کا ثواب ملیگا۔ اور اگر حجرہ (کوٹھری) کے اندر نماز پڑھوگی تو مسجد الحرام (کعبہ) کا ثواب ملیگا یعنی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوگی۔

ناظرین کرام۔ دیکھئے مردوں کے لئے جو ثواب کا معیار تھا وہ یہ تھا کہ جس قدر نمایاں جگہ میں نماز ادا ہوگی ثواب بھی اوسیقدر زائد ہوگا۔ لیکن عورتوں کے لئے ثواب کا معیار بدل گیا۔ یعنی جس قدر اندر اور پردہ میں نماز ہوگی اوسیقدر اُس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا۔

ناظرین کرام ذرا غور کریں کہ شریعت نے اسمیں کون سا راز مضمر رکھا ہے۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں شریعت نے عورتوں کو اندر نماز ادا کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے باہر نماز ادا کرنے سے اس لئے روکا ہے کہ کہیں باہر نکلنے کی ان کو عادت نہ پڑ جائے جو ایک حد تک غیر مفید ثابت ہونے کا ذریعہ ہے۔

نماز نافلہ اور مکان

شریعت نے مردوں کو خصوصیت سے نوافل کے ادا کرنے کی تاکید کی ہے۔ لیکن یہ بھی حکم دیا ہے کہ اسے مسجد میں نہ ادا کیا کرو بلکہ اپنے گھروں میں پڑھو۔ اس لئے کہ نوافل جب کھلی ہوئی جگہ میں ادا کروگے تو ریا اور سمعہ کا خیال پیدا ہو جائیگا۔ اور ثواب کے بجائے گناہ ہوگا اور جب گھر میں چھپ کر پڑھوگے تو اور کوئی اسے جاننے نہ پائیگا تو ریا کا خیال ہی پیدا نہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ قدرت جس چیز کو طشت از بام کرنا چاہتی ہے اُسے تو کھلی ہوئی جگہ میں طلب کرتی ہے اور جسے خود چھپانا چاہتی ہے اوسے پردہ میں طلب کرتی ہے۔ مردوں اور عورتوں کی مثال نماز واجب اور نماز سنت کی جیسی ہے۔ قدرت مردوں کو ظاہر اور عورتوں کو چھپانا چاہتی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جسکو قدرت چھپاتی ہو اوسے سرکش انسان کیوں ظاہر و بے پردہ کرنا چاہتا ہے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ قدرت جب عورت کا نماز کے لئے باہر نکلنا پسند نہیں کرتی اور قلت ثواب کی بیڑی اس کے پانوں میں ڈالتی ہے تو دنیاوی کاموں کے لئے باہر نکلنے پر کیونکر راضی ہو سکتی ہے۔

میرے اس بیان سے اس امر کی غلط فہمی نہ پیدا ہو کہ میں شریعت کا حکم مطلقاً باہر نکلنے کیخلاف پیش کر رہا ہوں۔ ایسا نہیں ہے بوقت ضرورت برقع میں باہر بھی نکلا جا سکتا ہے۔ غرض یہ کہنا ہے کہ قدرت نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ باہر ہی نکلنا یہ

بے پردہ ہونے کا پیش خیمہ ہے لہذا سرے ہی سے سب ہی کو روکنا چاہیئے۔

پردہ اور فاطمہ زہراؑ پیغمبر اسلام علیہ السلام نے اپنی لخت جگر سے پوچھا کہ بیٹی عورت کیلئے دنیا میں سب سے بہتر کیا ہے۔ عرض کی بابا سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ نہ کسی نامحرم کو دیکھے اور نہ کوئی نامحرم اسُے دیکھ سکے۔ دنیا کی باعزت عورتو! ذرا دیکھو تمھارے اسلام کی شاہزادی کیا کہہ رہی ہے غور کرو کہ تمھارے لئے مفید ہے یا مُضر حدیث میں ہے کہ ایک زمانہ میں ایک شخص کہیں گیا۔ اور اپنی بیوی سے کہتا گیا کہ تو کسی حال میں گھر سے باہر نہ نکلنا۔ تھوڑے زمانہ کے بعد اس کا باپ علیل ہوگیا۔ اُس نے پیغمبر کے پاس کہلا بھیجا کہ شوہر نے باہر نکلنے سے روکا ہے لیکن میرا باپ بیمار ہے اُسے دیکھنا چاہتی ہوں۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ اپنے مکان میں چین و سکون سے بیٹھی رہ جب اُس کا باپ مرگیا تو اُس نے پھر کہلا بھیجا کہ وہ مرگیا ہے۔ لہذا میں جانا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا (کہ اُس کا انتظام کرنے والے موجود ہیں) تو گھر میں رہ وہ اپنے گھر ہی میں بیٹھی رہی تب آپ نے کہلا بھیجا کہ چونکہ تو نے شوہر کا کہنا مانا اور اپنے گھر سے باہر نہیں نکلی۔ لہذا میں تیرے جنت میں جانے کا ضامن ہوں۔ معلوم ہوا کہ شوہر کی اطاعت اور اپنے گھر ہی میں رہنے سے جنت ملتی ہے۔

فاطمہؑ کی وفات اور پردہ فاطمہ زہراؑ جن کی شہادت اسی ماہ جمادی الثانیہ کی ۳ تاریخ کو ہے) نے جس طرح پردہ کی حمایت زندگی میں فرمائی ہے۔ مرنے کے بعد بھی اُس سے غافل نہیں رہیں۔ دیکھئے پارۂ جگر رسولؐ کی وصیتوں میں جہاں اور بہت سے اسباق ملتے ہیں وہاں ایک نہائت اہم اور ضروری سبق یہ بھی ملتا ہے جس کی جانب مختصر سے جملے میں اشارہ کیا گیا ہے وادفنی لیلاً فی قبوری یعنی مجھے شب ہی میں دفن کرنا تاکہ پردۂ شب حائل ہو اور میری میت آغوش قبر تک پہونچ جائے۔ اس پردہ داری کی کوئی حد باقی نہ رہی کہ کفن اور تابوت کے باوجود آپ نے یہ بھی ضروری سمجھا کہ تیسرا پردہ شب تاریک کا بھی حائل ہو جائے۔ یہی نہیں بلکہ آپ فرما چکی تھیں کہ میری لاش غسل کے وقت برہنہ نہ کیجائے دراصل وصیت سیدہؑ کا یہ وہ بیش بہا سبق تھا جو قیامت تک بھلانے کے قابل نہ تھا۔ ایک جانب قران مجید کی تعلیم بعلیھن ان یضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن" دوسری جانب دختر رسولؐ کا عملی نمونہ پیش کرنا اسلام کا وہ بےنظیر کارنامہ تھا جو مسلمانوں کے دل سے کبھی فراموش نہ ہونا چاہیئے تھا۔ مگر افسوس کہ بجائے رخ روشن پر پردہ پڑنے کے عقلوں پر پردے پڑ گئے اور آج بادۂ مغربیت کے متوالے اپنی تمام امتیازی خصوصیات اور اسلامی رواداری کو بالائے طاق رکھکر اپنی حریم عصمت کو تفریح گاہ عالم بناتے پھر رہے ہیں مسلمانوں کو غیرت میں ڈوب مرنا چاہیئے کہ رسول کریم کی لاڈلی بیٹی تو پردے کی وصیت کر جائے اور آپ اُسے فعل عبث اور مضر صحت و تنگ نظری سمجھیں۔

میں کہتا ہوں کہ صرف معصومہ عالم ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر عورت پردے کے فائدے اور بے پردگی کے نقصانات کو ضرور سمجھتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنے خواہشات

ماحول کے اثرات سے بے حیائی کا برقع اوڑھے
پھرا کرے۔

بے پردگی کی ہمنوا جماعت کا مطالبہ

جب کہ ہماری عورتیں شریک
زندگی ہیں تو وہ ہماری طرح بے پردہ باہر نکلکر کیوں نہ
کمال حاصل کریں. پردہ کے اندر بیٹھے بیٹھے تحصیل کمال
ناممکن ہے. میں کہتا ہوں کہ جب تمھیں شریعت کا پاس
لحاظ نہیں تو تمھیں گھر سے باہر کھلے منھ نکالنے میں کونسا
باک ہے. اب رہا یہ کہنا کہ پردہ میں کمال تحصیل ناممکن
ہے بالکل غلط ہے. ذرا تاریخ پر ایک گہری نظر ڈالئے
دیکھئے ملک عرب کی بڑی بڑی جنگوں میں پردہ دار
مستورات نے کیا کیا کارنمایاں کئے ہیں. زیب النسا
کو دیکھئے وہ شاعری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی نوجہاں
زوجہ جہانگیر کو ملاحظہ کیجئے جو حکمرانی میں بادشاہ کی دست
راست تھی. زمانہ حال میں بیگم صاحبہ بھوپال کو ملاحظہ کیجئے
وہ کس خوش اسلوبی سے حکمرانی کرتی رہیں اسی طرح
ہندوستان کے باہر بھی آپ کو بہت سی نظیریں ملیں گی
کہ باوجود پردہ دار ہونے کے صنعت و حرفت علم و ہنر
تصنیف و تالیف میں مشہور زمانہ ہیں آپ یقین کریں
کہ بہت سی ایسی پردہ دار عورتیں گذری ہیں جنھوں نے
بڑے بڑے علماء اسلام کو تعلیم دیکر شاہراہ ہدایت
دکھلا دی. علامہ جلال الدین سیوطی عالم اہلسنت کے
اساتذہ کی زرین فہرست میں دس عورتوں کا نام
آتا ہے. بھائی وہ عورتیں کیا ترقی کریں جن کو
چکی پیسنے اور گھر میں معمولی کھانا پکانے کے سوا کچھ
سکھلایا ہی نہیں گیا. یہ تو ماں باپ کی کمزوری ہے
جنھوں نے اپنے لخت جگر کو عالم اور بام ترقی پر
چڑھنے کے قابل ہی نہیں بنایا۔

گھر کی پاک بیویوں کا سوال

شریعت کی پابند مخدرات کا سوال
ہو سکتا ہے کہ ہم بھی اسی طرح عورت ہیں جس طرح
یورپ اور دیگر ممالک کی عورتیں عورتیں ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ
اُن کی شریعت نے انھیں آزاد کر رکھا ہے اور انھیں
پردہ کا مقید نہیں قرار دیا ہے. اُس کا جواب یہ ہے کہ
اسلام کے علاوہ تمام شرائع نے عورت کو کوئی حیثیت
ہی نہیں دی کسی شریعت نے صرف ذی روح قرار
دیا ہے جیسے حیوانات اور کسی نے لونڈی قرار دی
ہے کسی نے خادمہ قرار دیا ہے جیسا کہ ہم اوپر واضح
کر آئے ہیں. اسی لئے انھوں نے عورت کے لئے
کوئی قید ہی نہیں قرار دی ہے. جس طرح اور بہائم
اور حیوانات کھلے کھلے گھومتے ہیں اسی طرح عورت
بھی ہے. لیکن اسلام نے چونکہ عورت کو عزت
دی ہے اور اس کی شخصیت کو اچھی خاصی تسلیم کی
اور اس کی حیثیت کو مانا ہے اس لئے اُس نے اور
شریعتوں کی طرح شتر بے مہار نہیں قرار دیا اور اسی
طرح مذہب کا پابند بنایا ہے جس طرح عاقل مردوں
کو قرار دیا ہے. اگر عزت دار رہنا ہے تو پیغمبرؐ کی
بیٹی کی طرح گھر کے اندر عزت و احترام سمیت
مالکہ بنی بیٹھی رہو اور اگر بے عزت رہنا ہے تو
بہائم کی طرح بازاروں میں گھوما پھرا کرو۔

بے پردگی کی حمایت میں چلی ہوئی دنیا شرمیتی کا بیان

جہاں صنف نازک کو مردانہ وار میدان میں لانے
میں بعض نافہم انسان کوشاں ہیں وہاں بعض مولانا

عورتیں بھی اس لگی ہوئی آگ کو ہوا دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہیں۔ اس وقت ہمارے زیر نظر ایک مکتوب ہے جو شریمتی وجے لکشمی پنڈت سابق وزیر لوکل سلف گورنمنٹ یوپی کا تحریر کردہ ہے اسمیں اپنے طرز عمل کا خاکہ پیش کرکے تمام مسلمان عورتوں کو بے پردگی کی دعوت دیگئی ہے آپ تحریر فرماتی ہیں کہ

"اگر کسی ملک کی عورتیں اپنے مردوں سے ترقی کے معاملہ میں دور ہوں یا پیچھے ہوں تو ایک معین اور مستحکم بنیاد پر قائم ہونے والی تہذیب ترقی اس ملک کی پیدا نہیں ہوسکتی" الخ

ہم اوپر عورت کی ترقی کا معیار بیان کرچکے ہیں کہ پردہ ترقی میں حارج نہیں ہوسکتا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اپنے کو آزاد کرکے آپنے کیا زیب النساء اور نورجہاں سے زیادہ ترقی کرلی۔ کیا انھوں نے جو شرافت کے ساتھ کامیابی حاصل کی ہے اسکا مقابلہ آپ اپنے پردۂ شرافت کو چاک کرنے کے بعد کرسکتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ میری پیاری سنو! پردہ ترقی میں حائل نہیں ہے۔ یہ تو اپنی اپنی صلاحیت پر ہے پھر چند سطروں کے بعد آپ لکھتی ہیں۔

"ہماری عورتیں بیرونی زندگی سے بالکل بے خبر ہوتی ہیں" الخ

میں کہتا ہوں کہ جب خالق فطرت نے عورت کے نان ونفقہ کا بار اُس کی نازکی یا دیگر اسباب کی بنا پر اُس کی گردن پر ڈالا ہی نہیں ۔ اور اُس کو اِس کی مشقت سے دور رکھا ہے تو پھر اُنھیں باہر نکلنے اور عام بازاری عورتوں کی طرح باہر گھومنے جانے کی ضرورت ہی کون سی ہے۔ پھر چند سطروں کے بعد لکھتی ہیں کہ:۔

"نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں میں حجت کرنے اور عقل کی کسوٹی پر کسی معاملہ کو کسنے کی صلاحیت جاتی رہی اور وہ ہر چیز کو چپ چاپ قبول کرلیتی ہیں۔"

میری محترمہ! جبکہ عورت کو وہ دماغ بھی نہیں دیا گیا جو مردوں کو عطا ہوا ہے تو پھر اُن میں اگر کٹ حجتی کی صلاحیت نہیں ہے تو کون سی خرابی ہے کیا آپکا دماغ اُس باریکی پر پہونچ سکتا ہے۔ جسے گاندھی جی کا دماغ ٹٹول لیتا ہے۔ یا آپکے خیالات کی تاریک پرواز جواہر لال کے روشن پرواز کے مقابلہ میں ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں تو پھر آپ جیسی بے پردہ اور تہذیب جدید کی کانی روندی ہوئی بیوی مرد کی بلند پروازی کو نہیں پہونچ سکتی تو اُن بیچاریوں پر کیا اعتراض کرتی ہیں۔ جو گھروں کی چہار دیواری میں عزت کو سنبھالے شرافت کیساتھ بیٹھی..... ہیں۔ اب رہا آپ کا یہ کہنا کہ اُن میں صرف قوت قبول رہ جاتی ہے۔ تعجب سے خالی نہیں اس لئے کہ عورت بہر صورت مفعول بنائی گئی ہے۔ اُس میں فطری قوت فاعلی موجود ہی نہیں تو جب کہ وہ فطری مفعول ہے تو بیچاری فاعل کیونکر بن جائے۔ کیا باہر نکل کر آپنے کوئی ایسی فاعلانہ قوت پیدا کرلی ہے جس کیطرف اُنھیں راغب کررہی ہیں۔ پھر چند سطروں کے بعد رقمطراز ہیں۔

"مگر دنیا بہت بدل گئی ہے۔ ایک نسل پہلے کی عورتیں جو تھیں وہ اب نہیں ہیں۔ ان کی جگہ اور وضع کی عورتیں کارفرما ہیں۔ آزادی کے پیمگوشت

ممکن ہے نشہ ہو جائے۔ لیکن جوں جوں زمانہ گذرے گا عورت اپنی ہستی خود محسوس کرنے لگے گی۔ اور اپنے کھوئے ہوئے وجود کو خود حاصل کر لیگی۔" الخ

محترمہ۔ سچ ہے آپ جو کچھ فرما رہی ہیں اُسی کے متعلق آپکے مقدس بزرگوں نے پہلے ہی بتلا دیا ہے اور آپ جیسی عورتوں کی حالت واضح کر دی ہے وہ جانتے تھے کہ شرافت کش عورتیں آخری دور میں پیدا ہوں گی۔ در اصل یہ وہی دور ہے۔ سنئے برہما پران اشلوک ۱۲۹ ادھیائے ۲۲ میں ہے۔

"کلجگ میں عورتیں ایسی بگڑ جائیں گی کہ کھلم کھلا بے پردہ دونوں ہاتھوں سے سر کے بال بنائیں اور سنواریں گی۔ خاوند اور شوہروں کی ممانعت کی کچھ پروا اور ان کا لحاظ نہ کریں گی الخ"

میری پیاری شریمتی جی۔ میری گذارش ہے کہ پہلے اپنے مذہب کی پاک دیویوں کی سیرت کو دیکھو تب اپنی بے پردگی اور اُن کی پردہ داری کو شرافت کی کسوٹی میں کسو پھر اُس کے بعد بے پردگی کی تبلیغ کرو۔ سنو رامائن یودھیا کنڈم سرگ ۳۳ کے صفحہ ۱۹۷ میں ہے کہ جب رام مہاراج جلا وطنی کو جانے لگے اور رانی سیتا اُن کے ساتھ پیدل محل سے نکلیں تو لوگوں نے شور مچایا کہ بُرا وقت ہے کہ وہ سیتا رانی جنکو کبھی آسمان دیوتا بھی نہ دیکھ پائے تھے۔ آج ہم بازاری لوگ اُنھیں دیکھ رہے ہیں۔" الخ

اس کے علاوہ رامائن والمیکی کنڈم سرگ صفحہ ۹۶۲ کو دیکھئے اُس میں لکھتے ہیں کہ جب راون کے یہاں سیتا جی کو لایا گیا اور وہ وقت آیا کہ راجہ دی بھیشن سیتا رانی کو پالکی سے اُتار کر مہاراج کے حضور میں لیچلے تو سیتا بے پردگی کی شرم سے دوہری ہوئی جاتی تھیں گویا اپنے آپ کو اپنے ہی بدن میں چھپاتی تھیں۔" الخ

میری شریمتی جی۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کی معزز عورتوں کا تو پردہ کے بارے میں یہ حال ہوا۔ اور آپ کا یہ کرشمہ۔

پھر چند سطروں کے بعد لکھتی ہیں کہ:-

"عورت تہذیب کے لئے ایسی ہی ضروری ہے جیسے مرد۔ عورت نہ صرف اس لئے جنگ کر رہی ہے کہ معاش کے معاملہ میں وہ مرد کے مقابلہ پر مساویانہ حقوق رکھے بلکہ وہ موجودہ تہذیب میں مساویانہ حقوق اور برابری کی کوشش کرنے کی طلبگار ہے" الخ

میری پیاری۔ سنو۔ تم اس ہوس کو دماغ سے نکال ڈالو کہ تم مردوں کے برابر ہو سکتی ہو۔ خالق فطرت نے تم کو کمزور اور مردوں کو شہزور بنایا ہے تم کو ناقص العقل اور مردوں کو عقل سلیم کا مالک قرار دیا ہے۔ تم کو متاثر اور مردوں کو موثر بنایا ہے۔ تم کو مفعول اور مردوں کو فاعل بنایا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ انسانوں کی بلند پروازی اور ہر قسم کی ترقی کا دارومدار دماغ پر ہے۔ اب ذرا اپنے اور مردوں کے دماغی توازن کو جانچو۔ طب کی کتابیں اٹھاؤ۔ دیکھو تمہارے اور مردوں کے دماغ میں کیا فرق رکھا گیا ہے۔

فرنگی محل کا مولوی محمد عبد الحکیم صاحب لکھتے ہیں۔ وزن دماغ کامل کا زیادہ سے زیادہ دو سیر دو چھٹانک اور کم سے کم۔ ایک سیر ایک چھٹانک اور عورتوں کے دماغ کا وزن بہ نسبت مردوں کے دماغ کے وزن کے قریب قریب تیرا ۱۳ چھٹانک کم ہوتا ہے۔

تشریحات طبیہ صفحہ ۹۰ طبع لکھنؤ ۱۹۱۵ء

اس کے علاوہ سنو۔ اگر تم کو قدرت مردوں کے برابر رکھنا چاہتی تو تم کو ایام ماہواری میں مبتلا نہ کرتی۔ تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ بلا تمھارے سر کب سے آئی۔ کسی پیغمبر کے زمانہ کا ذکر ہے کہ عورتیں بازاری مردوں کی محفلوں میں آتی جاتی تھیں اور اکثر مردوں سے اُلجھ بھی جاتی تھیں قدرت نے اسے ناپسند کیا اور ایام ماہواری میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ مردوں کے مجمعوں میں آتے ہوئے شرمائیں مگر واہ ری جرأت کی سرمایہ دار تجھے اب بھی بیباکی سے باہر نکلنے میں شرم نہیں آتی اور لطف تو یہ کہ بیچاری شرمیلی اور پاک عورتوں کو بے پردگی کی تعلیم دیتی ہو۔ مجھے حیرت بالائے حیرت ہے کہ جس کے گھر میں سید حسین بہاری کا واقعہ بے پردگی کے شرمناک نتائج میں بے نقاب ہو چکا ہو۔ وہ بے پردگی کی کیونکر حمایت میں زبان و قلم کو صرف کرنے کی جرأت سے حجاب نہیں کرتی۔

پردے کے متعلق پیغمبر اسلام کا ارشاد

میری عزت دار بہنوں اور ماؤں سنو یہ تو شرمیتی کا فرمان اور اُن کی برہنہ تعلیم کا بیان تھا۔ اب ذرا اپنے پیغمبر کا بیان بھی سُن لو۔ وہ فرماتے ہیں۔ میری عزت دار خاتونوں۔ پردہ کے بارے میں اپنے بازوؤں کو طویل نہ کرو۔ اس لئے کہ اس کے نتیجہ پر قطعی ندامت ہے اور آخر میں جہنم جیسی جگہ میں بازگشت ہے۔ دیکھو اپنی پرواز میں ہمیشہ کمی رکھنا تاکہ اللہ اور رسولؐ راضی ہوں اور جنت میں جاؤ۔ اس کے بعد مردوں کو خاص طور سے مخاطب کرکے فرمایا۔

احفظوا وصیتی فی امر نساء کم حتی تنجوا من شدة الحساب ومن لم یحفظ وصیتی فما اسوء حاله بین یدی الله (جامع الاخبار)

دیکھو ان پاکیزہ اور نازک عورتوں کے بارے میں پردگی کی توانائی پیدا نہ ہونے دو ورنہ عذاب کا مزہ چکھو گے اور دیکھو اگر تم میری وصیت پر عمل نہ کرو گے۔ تو شدت حساب اور عذاب سے بچ نہیں سکتے اور خدا کے سامنے تمھارا برا حال ہوگا۔

میرے معزز دوستو اور میری معزز خاتونوں پیغمبر اسلام کا ارشاد سنو اور غور سے سنو یہی تمھارے کام آئے گا۔ شرمیتی کی تعلیم کسی صورت سے کام نہیں آسکتی۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ پیغمبر کہہ گئے ہیں اور اب تو کوئی اس چیز کی تجدید کرنے والا اور اس پر تہدید کرنیوالا نہیں ہے۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ اب بھی شریعت کا محافظ حکم خدا سے پردے میں رہ کر تم کو تعلیم دے رہا ہے کہ جب حکم خدا و رسول ہو تو ضرور پردہ میں رہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کو شرمندگی اور مردوں کو ذلت نصیب ہو۔ قیس زنگی پوری کہتے ہیں؎

اے اہل جہاں تم کو ندامت ہوگی
عزت کے عوض نصیب ذلت ہوگی
شمشیر بکف وارث اسلام بھی ہے
اُٹھ جائے گا پردہ تو قیامت ہوگی

اسلامی جماعت کا قیام

مسلمانوں نے صحیح اسلامی تعلیم سے تغافل برت کر جس قدر نقصان اُٹھایا ہے یا اُٹھائے جا رہے ہیں اس کا کوئی صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اصول کے درخشاں اور واضح میدان کو چھوڑ کر فروعات کی پیچیدہ گلیوں میں اس طرح اُلجھے کہ صحیح معنوں میں پھر اُس سے نکلنا نصیب ہوا۔ آپس کی خانہ جنگیوں نے

ایسی تاریک منزل پر پہنچا دیا جہاں سے عقل و انصاف کی روشن شمعیں تک دکھلائی نہیں دیتیں آئے دن نت نئے فتنے اٹھائے جاتے ہیں۔ کہیں مدح صحابہ کی بکواس ہے کہیں تبرا کی پکار۔ میں کہتا ہوں کہ اے غفلت کے اندھے کنویں میں ڈوبنے والے مسلمانوں کیا تم اسلام کو بام ترقی پر انھیں اختلافی کشمکش کے ہاتھوں پہونچانے کا یقین رکھتے ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم اپنے اپنے فریضۂ مذہب سے سبکدوش ہوجاؤ بلکہ عرض تو یہ کرنا ہے کہ تم اپنے اپنے فریضہ کو اپنے اپنے محل پر ادا کرو۔ بر سر عام ان کو لاکر فتنہ و فساد کی لگی ہوئی آگ کو بھڑکا دینا کون سی عقل کی بات ہے۔ ارے جب تمہارے اصول ایک ہیں تو تم جڑ کو کیوں اپنے عقل و فہم کا مرکز نہیں بناتے اور پتوں پر دوڑنے کی کوشش کرتے ہو۔ یہ کونسی فراست ہے کہ جڑ کے کٹ جانے پر راضی ہو اور شاخوں اور پتوں کی حفاظت میں سرگرم۔

میرے دوستو! اُس شجر اسلام کی جڑ کو مضبوط کرو جس کو پیغمبر اسلام کے نواسے امام حسینؑ نے خون سے سینچا ہے اور سنو۔ اگرچہ تم نے مذہب کی آڑ میں سیاسی ہولی اس قدر کھیلی ہے کہ سچے اسلام کا چہرہ خون آلود ہوگیا ہے۔ لیکن اب بھی موقع ہے کہ خواب غفلت سے چونک کر اسلام کی پاک جڑ کو مضبوط سے مضبوط تر بناؤ اور اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ (ادارہ) اسلامی جماعت کے لہراتے ہوئے جھنڈے کے نیچے آجاؤ جس میں اپنے اپنے مذہب کی پوری آزادی کے ساتھ ساتھ اتحاد اور اتفاق بھی پورے طور پر رہیگا۔ یہ اسلامی جماعت علیگڈھ میں قائم کیگئی ہے جس کے صدر ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب بالقابہ آف علیگڈھ ہیں۔ اس کا ایک خصوصی جلسہ ۳ ار جولائی ۱۹۴۳ء یوم پنجشنبہ محمود آباد ہاؤس میں منعقد کیا گیا۔ اسمیں سرکار راجہ محمد امیر احمد خان صاحب بالقابہ متولی منتظم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ (میزبان جلسہ و رکن ادارہ اسلامی جماعت) کے علاوہ ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب آف علیگڈھ، علامہ سید ابن حسن صاحب قبلہ ایم اے بی ٹی جارچوی، ڈاکٹر افضال حسین صاحب قادری ایم اے، پی، ایچ، ڈی، دکیٹب آف علیگڈھ۔ مسٹر امیر الدین قدوائی ایم اے۔ ایل ایل بی علیگ۔ مولانا عبد الحمید صاحب ایم، ایل، اے آف آسام، الحاج مولانا عبد القدیر صاحب نائب صدر بہار صوبہ مسلم لیگ سیٹھ رجب علی پیر بھائی صاحب آف بمبئی۔ نواب ناظر یار جنگ بہادر آف حیدرآباد دکن، مسٹر سید غلام امام صاحب ایڈوکیٹ اور نمائندگان اخبار میں مسٹر بوری ایڈیٹر ایسوسی ایٹڈ پریس لکھنؤ، مسٹر بشیر سب ایڈیٹر پائنیر لکھنؤ، مسٹر اعظم حسین اعظم ایڈیٹر سرفراز لکھنؤ، مسٹر عبد الرؤف عباسی ایڈیٹر حق لکھنؤ، سید نجم الحسن صاحب کراروی مبلغ مدرسۃ الواعظین ایڈیٹر الواعظ لکھنؤ شریک تھے۔

جلسہ مختصر بحث و مباحثہ کے بعد نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ سرکار راجہ صاحب بہادر نے ناچیز کو معززین جلسہ سے متعارف کرایا۔ میں نے خصوصی طور پر مختلف موضوعات کے ساتھ ساتھ اسلامی جماعت کے متعلق بھی ان حضرات سے گفتگو کی۔ میں مطمئن ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اگر یہ ادارہ اسلامی جماعت سیاسیات حاضرہ کے ڈراونے اژدہے کے منھ میں نہ آگیا تو انشاء اللہ ایک نہایت ہی کارآمد و قابل قدر اور اسلام افروز ادارہ ثابت ہوگا۔

محمود آباد ہاؤس سے روانگی کے وقت ایک مطبوعہ
پمفلٹ بھی دیا گیا جس کی سرخی اسلامی جماعت ہے۔ اسمیں
اپنے مقصد کو واضح طور پر پیش کیا گیا ہے اور کچھ اصول و
قواعد پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے ہم اس اہم مقصد کا نہایت
پرتپاک خیر مقدم کرتے

اسلامی جماعت کے بعد

اسلامی جماعت علیگڈھ کے قیام کے بعد کیا اور
کسی اسلامی ادارہ کی پیدائش کی ضرورت ہے۔ اگر ضرورت
ہے تو مابہ الامتیاز کیا ہے اور کیا اُس مابہ الامتیاز کی تکمیل کے
لئے ہندوستان کا واحد مرکز تبلیغ اسلام مدرسۃ الواعظین
ناکافی ہے۔ اگر ناکافی ہے تو سرکار نجم العلماء کے ساتھ اسے
دفن کرکے ناقابل تذکرہ قرار دیدینا تھا۔ تاکہ اخلاف کے
کارنامے اسلاف کی کامیاب زندگی پر بدمزاقی کے ساتھ
ماتم کرنے کی دعوت دیتے ہیں امتیاز حاصل کرسکتے اور اگر
ناکافی نہیں ہے تو پھر نوزائیدہ مرکز کے ظہور سے
قوم کی کمزور گردن کو زیر بار کرنے کے کیا معنی۔

مجھے حیرت بالائے حیرت ہے کہ مدرسۃ الواعظین کو صرف
ایک شیعی ادارہ کہہ کر اوسکے عمومیت منشا تبلیغ کو ناقابل
برداشت صدمہ پہونچایا جا رہا ہے۔ میرے دوستو۔ اسلام
کا واحد مرکز تبلیغ اسلام مدرسۃ الواعظین کے دستور العمل
کو دیکھو، مہاراجہ صاحب بہادر مرحوم کے بنائے ہوئے
اصول کو ملاحظہ کرو۔ موجودہ متولی منتظم مدرسۃ الواعظین
سرکار مہاراجہ محمد امیر احمد خاں صاحب بہادر والی ریاست
محمود آباد کے آئیڈیا کا گہری نظر سے مطالعہ کرو تو مدرسۃ الواعظین
کی بنیادی غرض روشن ہوسکے۔

کہا جاتا ہے کہ اس ادارہ او بیاسکے شعبہ تبلیغ کے دو خاص
مقاصد ہیں۔ ایک تو سنی شیعہ مناقشات کو اٹھا کر اتحاد اسلامی
بڑھانا۔ دوسرے مسلمانوں کے کسی فرقہ میں بھی غیر مسلم
حلقوں میں پیغام اسلام پہونچانا الخ۔ اس کا مفہوم مخالف
تو یہ نکلا کہ (۱) گویا مدرسۃ الواعظین فرق اسلامیہ کے مناقشات
کی آگ کو اور ہوا دیکر بھڑکاتا ہے۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے
کہ اُن مواقع کے علاوہ جہاں اس کو مجبوراً دوچار ہونا پڑا
کبھی مسلمانوں کی خانہ جنگی میں شریک تک نہیں ہوا ولے
اچھی نظر سے دیکھنے پر راضی رہا۔ (۲) اور صرف مسلمانوں
ہی میں اپنا پیغام اسلام پہونچاتا ہے، اس کے متعلق تو
صرف یہ کہنا کافی ہے کہ اگر دنیا کے ہنود خصوصاً آریہ اور
عیسائی و قادیانی وغیرہ جن سے مدرسہ نے جم کر مناظرہ اور
مباحثہ کیا ہے جسکی شہادت سرزمین لکھنؤ بھی دیسکتی ہے
اگر وہ سب آپ کی نظر میں مسلمان ہیں تو آپکا فرمانا درست ہے
ورنہ غور کیجئے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

میرے دوستو۔ عقل و انصاف کا خون نہ کرو۔ اس واہمہ آمیز
خیال سے اس واحد مرکز تبلیغ اسلام مدرسۃ الواعظین کے پاک دامن
پر نہایت بدنما دھبہ لگتا ہے جسکے بانی مبانی سرکار نجم الملۃ
کی ذات ستودہ صفات قرار پائی ہے۔ اگر اسکے مقصد کی
بلند پروازی بس یہیں تک ہے تو پھر تمہارا یہ فرمانا کہ مدرسۃ الواعظین
کی اہمیت و ضرورت آج بھی مسلم ہے اور اس کو پوری قوت سے
جاری رہنا آج بھی ضروری سمجھا جاتا ہے، کیا معنی رکھتا ہے
میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر اسکے پرواز کی بلندی اسی حد نگاہ پر
جاکر ختم جاتی ہے اور اسکی درخشاں تاریخی زندگی کا یہی مطمح
نظر ہے تو اس ادارہ کے وجود کا نتیجہ کیا حسین منظر پیش کرسکتا ہے۔

میرے محترم سنئے۔ مدرسۃ الواعظین کا مقصد جو غیر مسلموں ہی میں
تبلیغ کرنا ہے یہ دو بات ہے کہ اس سے اپنے بھی متاثر ہوجائیں اسکے
علاوہ ایک اہم تبلیغی غرض اسکا یہ بھی ہے کہ افراد اسلام کو حلقہ اسلام
سے خارج نہونے دے۔ کیا فتنۂ ارتداد کے بڑھتے ہوئے سیلاب
میں بلعدان اسلامی نہیں بہے جا رہے تھے۔ کیا اسی مرکز تبلیغ اسلام
مدرسۃ الواعظین نے انھیں حلقۂ اسلام میں باقی رکھنے کیلئے اپنے ذخائر کی

پوری قربانی نہیں دی۔ کیا اسوقت مدرسۃ الواعظین کے پاک بنیاد نہ پڑتی ہوتی تو مسلمان مسلمان باقی رہتے۔ ہرگز نہیں۔

میرے محترم اس اہم ترین تبلیغ کا اعتراف بزرگان اہلسنت کو بھی ہے ایک نظیر ملاحظہ ہو۔ میں سلسلہ دورہ تبلیغ اسلام صوبہ بہار میں ستمبر ۱۹۴۱ء میں جبکہ میں سیوان میں قیام پذیر تھا اور اکثر معززین شہر ملاقات کے لئے تشریف لائے انھیں میں خان بہادر جناب صغیر الحق صاحب ایم۔ ایل۔ اے بھی تھے موصوف سے تا دیر گفتگو رہی آپنے مدرسۃ الواعظین کے اغراض و مقاصد دریافت کئے میں نے مناسب جواب دیدیا اسکے بعد آپنے حسب ذیل سوالات کئے۔

نمبر ۱۔ اگر ہندو مسلم علمی و مذہبی جنگ ہو رہی ہو تو آپ کے مرکز کا کیا فریضہ ہوگا؟

(جواب) اپنے مبلغ کو مسلمانوں کے ساتھ کر دیگا تاکہ انکی پوری ہمنوائی کرے اور ہر قسم کی قربانی میں شریک ہو۔

نمبر ۲۔ اگر وہابی اور حنفی میں اسی قسم کی جنگ ہو تو کیا کرے گا؟

(جواب) اسوقت حنفیت کی ہمنوائی نہایت مدبرانہ حیثیت سے کریگا۔

نمبر ۳۔ اگر سنی شیعہ میں اسی قسم کا تصادم ہو تو اس وقت آپ کے مدرسہ کا کیا فریضہ ہوگا؟

(جواب) اسوقت مدرسہ اپنے مبلغ کو صرف اس لئے بھیجے گا کہ وہ جاکر ان دونوں گروہوں میں صلح کرادے اور کسی صورت سے جنگ نہ ہونے پائے۔

یہ سُننا تھا کہ وہ فوراً کھڑے ہوگئے اور پوچھا کہ کیا یہ وہی مدرسہ ہے جسنے فتنہ ارتداد کے بڑھتے ہوئے سمندر کو روککر مسلمانوں کو بچایا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں، اسکے بعد مدرسۃ الواعظین اور اسکے بانیان کو دعائیں دیتے ہوئے تشریف لے گئے۔

(نوٹ) چونکہ غلط فہمی ہو رہی تھی اسلئے یہ چند سطریں لکھدی گئیں کوئی صاحب جواب کا حوصلہ نہ فرمائیں ہمارا واحد مرکز تبلیغ اسلام مدرسۃ الواعظین خانہ جنگی میں نہیں پڑنا چاہتا۔

نئے وائسرائے کی آمد کا استقبال

سر فیلڈ مارشل ویول ہندوستان کے نئے وائسرائے ہوکر آرہے ہیں۔ مگرچہ ٹوکیو ریڈیو نے آپکے خلاف بہت کچھ کہا ہے لیکن آپکی گذشتہ زندگی سے تجربہ ہوتا ہے کہ آپ نہایت لائق اور مدبر ہیں اور آپ ہی کے بیان کے مطابق ہندوستان کے تمام شعبے ارتقائی منزلوں پر نہایت تیزی سے گامزنی کرینگے اور کیوں نہ ہو جبکہ آپ میں ایک جذبہ اس قسم کا موجود ہے جس سے ہردلعزیزی پیدا ہوسکتی ہے۔ آپ امیر و غریب رئیس و فقیر اور سیاسی و مذہبی لوگوں کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہم موصوف کی آمد کا نہایت پرتپاک انداز میں استقبال کرتے ہیں۔

مدیر مدینہ کی فہمائش

میرے زیر نظر اس وقت اخبار مدینہ بجنور مورخہ ۱۳ رجون ۱۹۴۳ء ہے۔

اس اخبار کے صفحہ ۶ پر وہ فرضی احتجاجات درج ہیں جو ہندوستان کے مایہ ناز اخبار سرفراز پر کئے گئے ہیں ان احتجاجات میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ سرفراز مورخہ ۳ رجون و ۹ رجون وغیرہ میں خلفائے راشدین کو غاصب اور خالد ابن ولید کو زانی دکھلایا گیا ہے۔

ہم لائق مدیر مدینہ سے پوچھتے ہیں کہ سرفراز نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی طرف سے لکھا ہے یا تمھاری مایۂ ناز کتب و تواریخ و احادیث سے تحریر کیا ہے اگر تمھاری معتبر کتابوں سے اخذ کر کے لکھا ہے تو یہ شور و

شغب اور چیخ پکار کسی اور اگر اپنی طرف سے لکھ دیا
ہے تو اُسے عالمانہ طور پر رد کرو۔ یہ ظاہر ہے کہ تمہاری
کتابوں میں انصاف پرور علما اہلسنت کچھ ذخیرے کر گئے
ہیں۔ پھر کسی کو اپنی طرف سے لکھنے کی کیا ضرورت
پیدا ہو سکتی ہے۔

میرے دوست سنو۔ تم اخبار سرفراز یا دیگر بیانی
کی ایسی تحریروں پر اس وقت تک اعتراض کا کوئی حق
نہیں رکھتے جب تک تمہارے علمار کی بوئی ہوئی کھیتی
کتابوں کی صورت میں لہلہا رہی ہے۔

ہم تم کو نہایت پاک مشورہ دیتے ہیں کہ تم سب سے
پہلے اپنی کتابوں کو دریا برد کرو تب کسی سے تعارض
کر سکتے ہو۔ دوسرے یہ کہ سیف اللہ وغیرہ سے یہ
دوستی نہیں ہے کہ تم ہم کو چھیڑ چھیڑ کر اُن کے اسلام کش
کارناموں کو طشت ازبام کرو۔ ضرورت تو اس کی ہے
کہ ان بیچاروں کو جو شخص کچھ کہدے چپکے سے سُن لو
اُسے اچھالو نہیں۔ ورنہ کتابوں کے دامن میں چھپے
ہوئے کارنامے ظاہر ہو کر حقیقت کا مظاہرہ کریں گے
اور پھر اس کا آپکے پاس کف افسوس ملنے کے بغیر
کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔ اس لئے کہ حقیقت کی پردہ
پوشی مشکل ہے۔

گورنمنٹ خطابات پر مبارکبادی

ملک معظم کی سالگرہ کے موقع پر یکم جون سنہ ۴۳ء کو
جو خطابات جن معززین کو عطا ہوئے ہیں اُن میں جناب
راجہ صاحب سلیم پور کو (سر) اور جناب خان بہادر سید
عبدالحسین صاحب سکریٹری بورڈ آف ریونیو کو (ایم۔ بی
ای) اور جناب فخر قوم مولوی سید کلب عباس صاحب کو
(خان بہادر) اور جناب ڈاکٹر سید اشتیاق حسین
صاحب رضوی سول سرجن ہمیر پور کو (خانصاحب)
اور جناب خان صاحب سید صدر الاسلام صاحب
ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کانپور کو (انڈین پولیس مڈل)
وغیرہ بھی ہیں۔

ہم ان حضرات کی خدمت میں مبارکباد پیش
کرتے ہیں۔ (مدیر)

التماس دعا

صدر المتکلمین حضرت علامہ مولانا سید ابن حسن
صاحب قبلہ ایم اے۔ جارچوی شدید نزلہ اور زبردست
کھانسی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ حضرات مومنین سے
التماس ہے کہ علامہ موصوف کی صحت کے لئے
دعا فرمائیں۔ (مدیر)

معزز ناظرین سے کرم نوازی کی استدعا

ناظرین کرام۔ سُنئے۔ الواعظ آپکا پرچہ ہے
اس کی خریداری منظور فرمائیے اور اس کے متعلق
مفید مشورہ سے مطلع کیجئے۔ خریدار بنائیے اور اشتہارات
کی کوشش کیجئے۔

آپ یقین رکھیں کہ انشاءاللہ اب پرچہ
نہایت ہی پابندی کے ساتھ آپ کی خدمت میں
پہونچتا رہے گا۔

جناب صدر العلما کی عراق سے واپسی

میرے محترم دوست صدر العلما جناب
مولانا سید محمد صاحب کشمیری عراق سے سند اجتہاد
حاصل کر کے راستے وطن اچھہ گام بلکہ گام کو واپس
تشریف لائے ہیں۔ تفصیلات کا انتظار ہے

حقائق اسلام

(نگاشتہ تاج العلماء جناب مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ مجتہد العصر صدر شعبہ تبلیغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ)

کائنات عالم کی وہ بلند مخلوق جسکو قدرت نے تاج شرافت عطا فرماکر سربلند فرمایا ہے، اور عقل کے نورانی چراغ سے اسکے دماغ کی تاریک دنیا کو روشن کردیا ہے اور قوت متصرفہ مرحمت فرماکر کل انواع میں اُسے ایک خاص شرف امتیاز بخشا ہے جسے لفظ انسان سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب بچپنے کی منزلیں طے کرکے فہم و فراست کے میدان میں قدم رکھتا ہے اور عجائب غرائب عالم اور ارض و سما کے محیر العقول نقش و نگار پیش نظر ہوتے ہیں اور ذریعے دغیرہ ذریعہ میں بے شمار صنایع و بدایع مشاہدے میں آتے ہیں تو از خود اسکا دل شاہد صدق بنکر اُسے یقین دلاتا ہے کہ یہ چیزیں خود بخود نہیں ہوگئیں بلکہ انکا کوئی صانع و موجد ضرور ہے اور وہ صانع صنع کامل اور ماہر لاجواب ہے اور یہ ایسی شہادت ہے جسمیں بحر و بر کا ہر ذرہ اور فلک نیلگوں کا ہر ستارہ اس کے روشن وجود پر اسکا مؤید اور ہم آہنگ و ہم آواز ہے اور اسکے ساتھ یہ حیرت انگیز امر اسکے سامنے آتا ہے کہ عالم کی ہر فرد ایک مخصوص نظام اور قاعدے کے تحت مربوط و منسلک ہے لیکن جو اشرف المخلوقات ہے اور دولت عقل و فہم کی مالک ہے وہ کسی دستور و نظام کی پابند نہیں بلکہ اسکے کل افراد مختلف الخیال اور مختلف الاعمال ہیں۔ کوئی کسی راستہ پر ہے اور کوئی کسی طریقہ پر۔ بعض ایسے اعمال و افعال کے پابند ہیں جو ہر عاقل کی نظر میں لائق مدح و ستائش اور قابل تحسین و تمجید ہیں

اور بعض ایسے حالات میں سرشار ہیں جو ہر صاحب فہم کے نزدیک قابل تنفر اور مذمت ہیں اور اسی کے ساتھ ان میں مذہبی عقائد کا ایک عظیم الشان اختلاف ملتا ہے، ان کی عبادت گاہیں جدا۔ پرستش کے انداز ایک دوسرے سے بالکل الگ پاتا ہے۔ لہذا وہ معمولی نظر میں اس نتیجہ تک پہونچ جاتا ہے کہ کسی طرح بھی یہ سب حق نہیں ہوسکتے۔ اس نظریے کے ذیل میں یہ حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے کہ اگر یہ لوگ اپنے مخصوص عقائد پر عامل رہے اور حیات کی طویل یا قصیر مدت ختم کرکے آغوش فنا میں پہونچ گئے۔ اس کے بعد ہر شخص کے لئے بعد موت آثار و نتائج یکساں رہے اور موحد و مشرک مومن و کافر نیک و بد میں کوئی فرق نہوا تو یقیناً سمجھا جائیگا کہ موجد عالم وصف عدل و انصاف سے معرا اور لوازم قدرت و حکمت سے تہی دست ہے لیکن جبکہ خالق عالم کے عالم و حکیم، قادر و قدیم عادل و رحیم ہونے پر ایسے ادلہ و براہین موجود ہیں جو ہر ذی ہوش کے لئے قابل تسلیم ہیں تو کبھی اسکو شک و شبہہ نہیں ہوسکتا کہ بعد موت عمل نیک و بد پر جزا و سزا کا ترتب ہوگا بلکہ اسکا کمال الیقین ہے، رہا یہ امر کہ جزا و سزا کس محل اور کس عنوان اور صورت پر ہوگی اسکی توضیح کے لئے کافی تفصیل کی ضرورت ہے اسلئے یہ مبحث ترک کیا جاتا ہے البتہ اسقدر ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ جب سزا و جزا یقینی ہے تو اسکی فکر تمام اعمال و افعال پر مقدم قرار دینے

دشمن عقل ہیں۔ وہ لوگ جو دنیائی مختصر زندگی پر اسقدر مغرور ہیں کہ کبھی بھولے سے آخرت کی فکر نہیں کرتے موت کے بعد جو زندگی ملنے والی ہے، اگر اسکے واقعی حالات پیش نظر ہو جائیں اور دائمی وابدی راحت یا مصیبت کا صحیح مرقع سامنے آجائے تو انسان کا بند بند کانپ اُٹھے۔ سر تا قدم لرزہ پڑجائے اور ایسے رہبر ورہنما کی جستجو وتلاش فرض ہو جائے جو مرضی الٰہی سے واقف ہو۔ نیک بد اعمال میں فرق کرسکے۔ خدا کی پسند کی ہوئی راہیں بتاسکے اوصاف انسانیت اسقدر بلند ہوں کہ وہ مجسمۂ اعتماد واعتبار ہو ظاہر ہے اس جستجو میں جتنے بھی راہنما ملیں گے انمیں ہر ایک اسی امر کا مدعی ہوگا کہ وہی نجات کی حقیقی منزل سے واقف اس مقام پر صادق وکاذب کھرے اور کھوٹے میں امتیاز مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہوگا۔ اگر کوئی محک اور ایسا آلہ تحقیق نہو جو اصل ونقل میں صحیح امتیاز پیدا کرے اس لئے قدرت نے عقل مرحمت کردی جو ایسی مقیاس تحقیق اور آلہ تمیز بن سکے جسکے فیصلے ہر مذہب وملت کے لئے قابل تسلیم جسکے احکام ہر جماعت کے لئے لائق قبول ہو اور جو منکر ہیں وہ بارگاہ عقل سے خارج ہوں۔ لہذا عقل کو حاکم و قاضی قرار دیتے ہوئے مدعیان ہدایت کے اصول یکے بعد دیگرے عدالت عقل میں پیش کرے اور جو اس عدالت سے فیصلہ ہو اُسی پر عمل کیا جاوے اس صورت میں صرف وہ لوگ جو وساوس شیطانی اور خواہشات نفسانی میں مبتلا ہیں یا اپنے آبا واجداد کی کورانہ تقلید کرتے چلے آرہے ہیں صرف وہ حکومت عقل سے سرکشی کریں گے لیکن نیک نفس انصاف پسند شخص بطیب خاطر فیصلۂ عقل کو قبول کرلیگا یہی وجہ ہے جسقدر بھی عالم میں مذہبی جماعتیں ہیں وہ اپنے اصول وقوانین مذہبی کے لئے صرف زبان سے مدعی ہیں کہ یہ موافق ومطابق عقل ہیں۔ لیکن عدالت عقل میں پیش کرنے سے پس وپیش کرتے ہیں البتہ اسلام صرف ایک ایسا دین ملتا ہے جو ببانگ دہل آواز دیرہا ہے کہ جسکو میرے حق ہونے میں شک وشبہ ہو وہ میرے اصول عقل کی کسوٹی پر پرکھ لے۔ اگر صحیح الٰہی تعلیم حاصل کرنا ہو تو میرے بتائے ہوئے راستوں پر چلے میرے اصول پر کاربند ہو

آج تیرہ سو سال گذرنے کے بعد بھی کل مذاہب میں اسلام ہی وہ آفتاب عالمتاب ثابت ہوا جسکی پرنور شعاعیں تاریکی عقائد کو مطلع انوار بنارہی ہیں۔

اسلام وہ مذہب ہے کہ مذاہب کی جانچ کے وقت عقل نے اسکے علاوہ سب پر خط بطلان کھینچ دیا۔

اسلام ہی وہ بحر مواج ہے جس کی فیض رسانی سے عالم روحانیت ومادیت دُرہائے حق سے مالامال ہوگئے۔

اسلام وہ ابر رحمت ہے جس نے اپنی حیات بخش بارش سے سرزمین صداقت وحقانیت کو سرسبز وشاداب کردیا۔

اسلام وہ مذہب ہے جسنے افراط وتفریط کو مٹاکر دنیا میں اعتدال کا ایک خط مستقیم کھینچ دیا۔

اسلام وہ پاکیزہ دین ہے جو ہمیشہ سے خدا کا دین ہونے کا حقدار وسزاوار رہا۔ اسی پر تمام انبیا ومرسلین مبعوث ہوئے اسی کے لئے قرآن آواز دیرہا ہے "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ"

کچھ آیندہ پرچہ کے لئے

چونکہ ماہ رجب کے سلسلہ میں ولادت حضرت علی علیہ السلام اور بعثت سرور عالم کو نمایاں حیثیت حاصل ہے لہذا ہر ایک کی مدح میں ایک ایک قصیدہ اور ایک ایک مختصر مضمون جو ۱۳ رجب اور ۲۷ رجب سے متعلق ہو دیا جائے گا۔

"مدیر"

اسلام امن کا سب سے بڑا حامی ہے

نگارشہ فخر الواعظین جناب مولانا مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ صدر الافاضل مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

(گذشتہ سے پیوستہ)

(پہلا معیار) یہ ہے کہ حکومت کرنیکا حق کسے حاصل ہے، اور کس بادشاہت میں امن قائم رہ سکتا ہے۔ انسان فطری طور پر مدنی الطبع واقع ہوا ہے یعنی انسان اپنی معاشرت اور حیات و بقا کے لئے مجبور ہے کہ مل جُل کر رہے اور بسے اور اکٹھا ہو کر آباد ہو اسلئے کہ قدرت نے ہر انسان کو محتاج بنا کر پیدا کیا ہے اسلئے آج کوئی انسان نہیں جو اپنے ضروریات زندگی کے پورا کرنے کے لئے ہزاروں انسانوں کا محتاج نہ ہو۔ انسان تو انسان بلکہ ہم جانوروں، درختوں، پتھروں بلکہ تمام کائنات عالم کے محتاج ہیں۔ ہمارے ضروریات ہیں اسی وقت تک مہیا نہیں ہو سکتے جبتک ہزاروں مخلوقات بھی ہماری اسی طرح مدد نہ کرے جیسے ہم انکی مدد کرتے ہیں۔

شہر ہوں یا دیہات ہر جگہ اگر کاشتکار زمینداروں، پیشہ وروں تاجروں کا محتاج ہے تو زمیندار کاشتکاروں، تاجروں اور پیشہ وروں کا محتاج ہے بلکہ اسی طرح تاجر اور پیشہ ور بھی دوسروں کے محتاج ہیں، بلکہ خود ایک پیشہ ور دوسرے پیشہ ور کا اور ایک تاجر دوسرے تاجر کا محتاج ہے۔

اگر کوئی شخص عزلت گزین اور گوشہ نشین رہنا پسند کرتا ہو اور بادیہ نشین ہو جائے اور یہ چاہے کہ میں بغیر کسی کی مدد کے اپنے تمام ضروریات خود مہیا کر لوں تو حکماء کا فیصلہ ہے کہ کم از کم ایک ہزار برس کی کدوکاوش اور کوشش کے بعد ایک لقمہ نان بمشکل انسان کے دہن تک پہونچ سکتا ہے۔

اس لئے کہ گوشہ نشین انسان کو بھی غذا کی ضرورت ہے۔ اُسے بھی زمین پر ہل چلانا زراعت کرنا، دانہ بونا اور اسکے تمام لوازم انجام دینا ہیں جنکے بغیر گردہ نان تیار نہیں ہو سکتا۔ مثلاً زمین کو گوڑنے اور نرم کرنے اور قابل کاشت بنانے کے لئے ہل چلانے کی ضرورت ہے۔ ہل اسوقت تیار ہو سکتے ہیں جب نجار اور لوہار اسے مل کر بنائیں۔ اگر گوشہ نشین خود ہی بنا لینا چاہتا ہے تو پھر ہل کے بنانے کے لئے اُسے آلات کی ضرورت ہوگی پھر اُن آلات کے بنانے کے لئے دوسرے آلات کی ضرورت ہوگی اور نہیں معلوم کہ احتیاج کا یہ سلسلہ کھنچ کر کہاں تک پہونچے۔

اگر بالفرض یہ ناممکن ممکن بھی ہو جائے تو پھر بونے کے لئے غلہ کی ضرورت ہے اور غلہ انھیں شرائط اور مقدمات کے بعد مہیا ہو سکتا ہے جو مشکلات آج درپیش ہیں۔ اگر بالفرض یہ بھی تمام ناممکن ممکن ہو جائیں تو پھر ہل چلانے کے لئے بیل یا کسی اور قوی حیوان کی ضرورت ہے۔ اگر بالفرض یہ کام بھی خود ہی انجام دیلے تو پھر پانی دینے کے لئے چاہ کی ضرورت ہے اور کنواں کھودنے اور تیار کرنے کے لئے پھر مختلف قسم کے الات کی ضرورت ہے اور الات مہیا کرنے میں پھر وہی مشکلات درپیش ہیں سابق میں جنکا ذکر ہوا اگر بالفرض کنواں با عجاز تیار ہو جائے تو پانی کھینچنے کے لئے پُر، رسی، اور بیل کی ضرورت ہے

اور اگر خود پانی بھرنا چاہتا ہو تو ڈول رسی کی ضرورت ہے اور انکے بنانے کے لئے پھر آلات کی ضرورت ہے اور آلات کے لئے پھر وہی مشکلات ہیں جنکا ذکر ہوا اگر یہ مشکلات بھی حل ہوجائیں اور زمین حسب ضرورت سیراب بھی ہوجائے غلہ بھی تیار ہوجائے اور گوشہ نشین خود ہی کٹائی کرنا چاہتا ہو تو کٹائی کے لئے پھر آلات کی ضرورت ہے۔ اسکے بعد غلہ کو جدا کرنے کے لئے دوسرے آلات کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ناممکنات بھی ممکن ہوجائیں تو آرد تیار کرنے کے لئے چکی کی ضرورت ہے اور چکی بنانے کے لئے پھر پتھر اور آلات کی ضرورت ہے۔ اگر یہ عقدہ بھی کسی طرح حل ہوجائے تو آرد خمیر کرنے کے لئے کسی ظرف کی ضرورت ہے اور ظرف کیلئے پھر آلات کی ضرورت ہے اگر ظرف بھی مہیا ہوجائے تو پھر آگ پر پکانے کے لئے توے کی ضرورت ہے اور توے کے لئے پھر آلات کی ضرورت ہے۔

جب یہ تمام ناممکنات ممکن ہوجائیں تو انسان اب اس قابل ہوا کہ ہاتھ کی مدد سے ایک لقمہ توڑ کر ہاتھ کی مدد سے دہن میں رکھ سکے۔ لیکن ان کوششوں کے بعد بھی صرف چند گردہ نان تیار ہوسکے، اس کے سوا دیگر ضروریات طعام یا لباس وغیرہ کا ان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اسلئے حکماء کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ گوشہ نشین انسان بمشکل ایک ہزار سال میں صرف ایک سادہ لقمہ دہن تک پہونچا سکتا ہے۔ یہ وجہ ہیں کہ انسان اپنی معاشرت بلکہ زندگی کے لئے مل جل کر رہنے سہنے اور ایک دوسرے سے مدد لینے پر مجبور ہے۔

اس کے علاوہ چونکہ انسان اپنی فطرت میں خودغرض واقع ہوا ہے اس لئے ممکن ہے کہ انسان اپنے آپ کو ہر فائدے میں مقدم نہ رکھے یا دوسروں کے نقصانات یا تکالیف کا اسی طرح احساس کرے جس طرح اپنا احساس رکھتا ہے اسلئے ضرورت ہے کہ ان خودغرض انسانوں کی معاشرت صحیح طریقوں پر قائم رکھنے کے لئے ایک ایسا قانون تیار کیا جائے جسکے مختلف دفعات ان مشکلات کو حل کردیں اور کسی کو ناجائز خودغرضی یا زیادتی کرنے کا موقع نہ دیں۔ لیکن اگر اسی خطرناک اور مخدوش جماعت کو مجلس قانونساز بنا دیا جائے یا انھیں کے ایک یا چند افراد کو یہ حق دیدیا جائے تو اولاً کبھی سب کے سب ایک رائے پر متحد نہ ہوسکیں گے۔

اسکے علاوہ جن افراد کو قانون بنانے کا اختیار دیا جائیگا تو ممکن نہیں کہ قانون بنانے والے اسمیں اپنے ذاتی فوائد کا لحاظ نہ رکھیں یا دوسروں کے نقصانات کا اسی طرح احساس کریں جیسے اپنا خیال رکھتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ کوئی مریض اپنا علاج خود نہیں کرسکتا۔ کوئی ناقص بغیر کسی کامل کی مدد کے اپنے آپ کو خود کامل نہیں بنا سکتا۔ اگر یہ لوگ قانون بنانے کے قابل ہوتے تو ان میں یہ عیوب کیوں پیدا ہوتے

لہٰذا ضرورت ہے کہ قانون وہ ہستی تیار کرے جو اسی جماعت کا جزو نہو، انکی طرح صاحب غرض نہو بلکہ سب سے بے لوث اور بے غرض ہو اور انصاف پرور ہو ایسی ذات خالق حقیقی کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا جسکے قبضہ قدرت میں ہر ذی حیات ہے۔ سارا عالم جسکا محتاج ہے اور جو خود کسی کا محتاج نہیں اس قانون کو شریعت کہتے ہیں اور اسکا نام دوسرے الفاظ میں اسلام ہے۔

جب ایسا قانون خدا کے سوا کوئی نہیں بنا سکتا

تو اس کا منانے والا اسپر عمل کر کے دکھانے والا اور عمل کرانے والا وہی ہوسکتا ہے جسکا انتخاب خود خدا کی جانب سے ہو اور یہ ذریعہ خود اسکے حوالہ کرے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ قانون بنانے والا رب ذوالجلال ہو اور اسکی تعمیل کرانے والے ہمارے ایسے ناقص العقل اور گنہگار ہوں۔ ایسے بزرگ جو قانون الٰہی کے پہونچانے کیلئے خدا کی جانب سے منتخب ہوئے ہیں انھیں کو زبان شریعت میں نبی یا رسول، یا امام یا خلیفہ وغیرہ القاب سے خطاب کیا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ روحانی اور جسمانی ہر قسم کی حکومت کا حق صرف انھیں ہستیوں کو حاصل ہے جو خدا کی طرف سے منتخب کیگئی ہوں، اور کامل و اکمل ہونے کے علاوہ بے عیب اور پاک ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ ان کے موجود ہوتے ہوئے انکو حکومت کرنے کا موقع نہ دیا گیا ہو، لیکن درحقیقت یہ حق انھیں کا تھا اور رہے اور رہیگا۔ دنیا میں جسقدر فسادات خونریزیاں اور بدامنی پیدا ہوتی رہی یا آج ہو رہی ہے، اسکا سبب صرف یہ ہے کہ حکومت کی مہار ہمیشہ ہمارے ایسے ناقصوں کے ہاتھوں میں پہونچتی رہی۔ اگر اسلام کی تعلیم کے مطابق حکومت کی مہار صرف خدا کے منتخب شدہ بزرگوں کے ہاتھوں میں رہتی تو کبھی فساد یا بدامنی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ جب جب اور جہاں جہاں خدا کے منتخب بزرگوں کو جنگ کرنا پڑی ہے اسکا سبب بھی صرف یہی ہے کہ اگر زمین کے ایک خطہ کی حکومت انکے حوالہ کر دیگئی ہو تو دوسرے خطہ پر انکے دشمن قابض ہیں جیسا کہ عہد رسول کے تمام غزوات اس کے شاہد ہیں قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ۔ اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً ومن الناس۔ انسانوں اور فرشتوں میں سے پیغامرسانوں کا خدا ہی انتخاب کرتا ہے لہذا خدا ہی قانون کا منانے والا صرف خدا کے انتخاب سے مقرر ہوسکتا ہے۔

یہ خیال نہو کہ خدا کے چنے ہوئے صرف روحانی تبلیغ کرسکتے ہیں، انہیں دنیاوی حکومت کی صلاحیت نہیں ہوتی اسلئے کہ خدا کی جانب سے انھیں حضرات کا انتخاب ہوسکتا ہے کہ جو علم و عمل عصمت و طہارت اور تمام کمالات میں کامل و اکمل ہوں، اگر انہیں حکومت کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اسلئے کہ خدا کی جانب سے انھیں حضرات کا انتخاب ہوسکتا ہے کہ جو علم و عمل و عصمت و طہارت اور تمام کمالات میں کامل و اکمل ہوں۔ اگر ان میں حکومت کرنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو نہ وہ کامل ہوسکتے تھے اور نہ خدا کی جانب سے ایسے ناقص کا انتخاب ہوسکتا تھا اور وہ کامل ہوتے تھے تو انھیں حکومت کرنیکی صلاحیت ضرور تھی۔

یاد رہے کہ حکومت اور نظام ملک شریعت سے الگ اور جداگانہ چیز نہیں ہے۔ شریعت اس قانون کا نام ہے جو روحانی اور جسمانی ہر قسم کے کامل ترین تعلیمات کی ذمہ دار ہو اور دنیا کا کوئی شخص یا ملکی یا قومی ایسا عقدہ نہ ہو جسکا حل شریعت میں موجود نہ ہو۔ جو شریعت ان تمام عقدوں کو حل نہ کرسکے اور رہبانیت کی تعلیم دے وہ قانون الٰہی نہیں ہے لہذا جبتک حکومت کی مہار بندوں کے چنے ہوئے افراد کے ہاتھ میں رہیگی فساد اور بدامنی اور خونریزی بھی ہوتی رہیگی اسلئے کہ کوئی شخص خودی سے اور کوئی قوم ذاتیات سے محفوظ نہیں ہے اور نہ رہ سکتی ہے، اگر اسلام کی تعلیم کے مطابق تمام دنیا کی حکومت صرف خدا کے منتخب افراد کے ہاتھوں میں دیدیجائے تو کہیں فساد یا بدامنی نہیں ہوسکتی۔ یہ ہے اسلام کی سب سے پہلی تعلیم۔ اگر اسپر عمل کیا جائے تو اسلام امن اور صلح کا ضامن ہے۔ (باقی آئندہ)

سلمانِ محمدی

(نگارشہ لسان الملت جناب مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ مدظلہ رضوی لکھنوی)

حضرت لسان الملت مدظلہ کی قوت تحریر اور زورِ قلم کا کون معترف نہیں آپ کی حساس نگاہوں نے عوام کے دلوں میں چھپی ہوئی خواہش کو دیکھکر شہدا کربلا علیہم السلام کی سوانحعمری کا زریں سلسلہ شروع فرمادیا ہے جس کی کئی کڑیاں قدر دانوں کی نظر سے گزرکر خراجِ تحسین حاصل کرچکی ہیں عنوان مذکور کے ماتحت آپ نے حضرت سلمان فارسی کے حالات لکھنے کا سلسلہ شروع فرمایا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ ایک عمدہ ذخیرہ ہوگا۔ ہم نے اس کے متعلق یہ خیال کیا ہے کہ اس کی قسطوں کو اس طرح ختم کریں کہ خریداران کرام اگر چاہیں تو مرتب طور پر رسالہ تیار کرلیں۔ (مدیر)

مقدمہ اصحاب جمع صحب کی۔ دوست یار کے معنوں میں کلام عرب میں مستعمل ہے۔ الصحابہ مصدر ہے اور اختلاف محل کے ساتھ اس لفظ کے معانی میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے چنانچہ صاحب مالک کو بھی کہتے ہیں۔ اور کتاب جس کی ملکیت میں ہو اس کو صاحب الکتاب کہتے ہیں، اور کبھی صاحب سے عہدہ دار بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ میر لشکر کو صاحب الجیش کہتے ہیں۔ با اختیار اہل زبان نے آخر میں اس لفظ سے اپنے حمار کو بھی یاد کیا ہے۔

ان الحمار مع الحمار مطیۃ فاذا خلوت فبئس الصاحب۔ دراز گوش دوسرے دراز گوش کے ساتھ خوب چلتا ہے، جب تنہا ہو تو بدترین مصاحب ہے معانی کی وسعت کو دیکھتے ہوئے قیود کے ساتھ بھی یہ لفظ استعمال کی گئی ہے۔ اصحاب شافعی اصحاب ابی حنیفہ اُن لوگوں کو کہا جاتا ہے جو مذہب شافعی و حنفی پر گامزن ہوں۔ جرجس ہمام شویری غیر مسلم لغوی نے تحت لفظ صحابہ لکھا ہے، قد غلب استعمالہا کاصحاب نبی المسلمین حتی صارت کالعلم لھم۔ یہ لفظ مسلمانوں کے نبی کے ساتھیوں پر اس کثرت سے استعمال ہوا کہ اُن کا نام قرار پاگیا صحابہ کی تعریف شویری کے نزدیک یہ ہے من رای نبی المسلمین و طالت صحبتہ معہ۔ (معجم الطالب ص ۴۲۳ چھاپہ مصر)

صحابی وہ ہے جس نے مسلمانوں کے نبی کی زیارت کی اور عرصہ دراز تک اُن کی بزم میں حاضر رہا ہو۔

قرآنی لب و لہجہ میں یہ لفظ نیک و بد دونوں کے لئے استعمال کی گئی ہے۔ اصحاب کہف خدا کے وہ مخصوص بندے ہیں جو دقیانوس ظالم کے شر سے ہجرت کرکے غار میں پوشیدہ ہوئے اور اصحاب فیل وہ بدکردار گروہ ہے جو کعبہ ڈھانے کیلئے مکہ میں داخل ہوا اور منتقم حقیقی کے عذاب میں مبتلا ہو کر دنیا ہی میں معذب ہوا ؎

زدست ابابیل سازد ذلیل
خدا لشکر فیل و اصحاب فیل

اعمال خیر کے حسین اور گرانبہا بیکر اور معیوب افعال کا

وزن دیکھ کر قرآن حکیم کو یہ دو الٹا ناپنا پڑا۔ اور لب قدرت سے اصحاب جنت اور اصحاب نار کی تقسیم ہوئی۔ تاکہ جو نیک فضائل سے آراستہ ہو وہ ورثہ دار جنت سمجھ لیا جائے

تحقیق کی اس وادی پُرخار میں جبکہ لفظ سیماب صفت ایک نقطہ پر ٹھہرتا نہو۔ صحابیت کو مرکز فضائل قرار دینا بہت مشکل تھا۔ مگر حضرت امام زین العابدینؑ نے اصحاب نبیؐ کی صحیح تعریف بیان کر کے مسلمانان عالم پر ایک احسان کیا۔ ارشاد ہوتا ہے اللهم و اصحاب محمد خاصة الذين احسنوا الصحابة والذين ابلوا البلاء الحسن في نصره وكانفوه واسرعوا الى وفادته وسابقوا الى دعوته واستجابوا له حيث اسمعهم حجة رسالاته وفارقوا الازواج والاولاد في اظهار كلمته وقاتلوا الآباء والابناء في تثبيت نبوته۔ (دعائے چہارم صحیفۂ کاملہ)

حاصل کلام یہ ہے کہ بارالہا اور پیغمبر کے صحاب اخیار پر بھی درود و سلام بھیج۔ وہ اصحاب جو معیت کی منزل پر سب سے اچھے ثابت ہوئے اور جنھوں نے موقف نصرت میں مبتلا ہو کر بہترین امتحان دیا اور مدد کی اور پیغمبر تک پہونچنے میں پھرتی کی اور ان کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہہ کر سابق ہو گئے اور رسالت کی حجت قاطعہ سن کر جواب با صواب دیئے اور تبلیغ دین میں بیبیاں اور بچے چھوڑ دیئے اور تاسیس نبوت میں اپنے قریبی عزیزوں سے جنگ کی۔

ایسے ہی حقیقت افروز اور کرزادانہ رائیں دیکھ کر صحیفۂ کاملہ کو شیخ سلیمان بن ابراہیم بلخی قندوزی نقشبندیؒ نے زبور اہلبیت سے یاد کیا ہے اور اعتراف کیا ہے۔ الصحيفة الكاملة للامام الهمام زين العابدينؑ وهي زبور اهل البيت الطيبين الطاهرين (صحیفہ ۴۹۸ ینابیع المودۃ چھاپہ بمبئی)

سلمان فارسی ایسی آسمان ہدایت کے درخشندہ سیارہ تھے۔ اور اُن باوفا عقیدت کیش افراد میں سے تھے جن کا امام نے تعارف بھی فرمایا ہے۔

(نام و کنیت)

مشہور ہے کہ پیغمبر اسلام کے حلقہ اطاعت میں داخل ہونے سے پہلے سلمان کا نام "روزبہ" تھا اور آقائے دوجہاں نے اس نام کو تبدیل کیا۔ کنیت ابو عبداللہ تھی۔ جب سلمان سے پوچھتے تھے کہ آپ کس کے فرزند ہیں تو وہ کہتے تھے کہ میں سلمان اسلام کا فرزند ہیت حضرت آدم سے ہوں۔" سلمان اپنے باپ کے ذاتی وقار سے فائدہ اٹھانا نہ چاہتے تھے۔ پدرم سلطان بود انکا رویہ نہ تھا۔ وہ اسلام کے سپوت تھے اور اپنی نشو و ارتقا کا راز اسلام ہی میں مضمر سمجھتے تھے۔ سلمان کو اُن کے ماں باپ بہت چاہتے تھے لیکن مذہب کے معاملہ میں وہ آزاد تھے

وطن اور قبیلہ

سلمان کا وطن اصفہان کا ایک دیہات ہے جسکو "جی" کہتے ہیں۔ قبیلہ کے لوگ گازرون میں آباد تھے پیغمبر خدا نے ان کے ساتھ خاص مراعات فرمائی تھیں اور ایک فرمان صادر کیا تھا جسمیں طرح طرح کی سہولتیں تھیں اور مسلمانوں کو حکم تھا کہ بیت المال سے ہر سال دو سو خلعت اور ایک سو اوقیہ چاندی دی جایا کرے یہ فرمان ابن شہر آشوب کے زمانہ تک سلمان کے خاندان میں محفوظ تھا اور سلمان کے نسل کی فرد اسپر عمل پیرا تھیں (حیات القلوب) یہ کتابت جناب امیرؑ کے دست مبارک کا لکھا ہوا تھا۔

(نوٹ) اوقیہ اہل عرب کے وزن کا نام ہے اور ایک درم سات مثقال ...
(باقی آئندہ) —

ﷺ ۔ جو سلمان ترک کے پیر کہتے تھے۔ مدیر۔

عصمت انبیاء اور مسلمان

(نگاشتہ شمس العلماء جناب مولانا سید ظفر حسین صاحب قبلہ سرپرست رسالہ قومی مرام کیلو)

اگرچہ عصمت انبیاء پر عقلی اور نقلی دونوں قسم کی دلیلیں موجود ہیں لیکن اسلامی فرقوں میں اختلاف پھر بھی موجود ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اگر انبیاء معصوم نہ ہوں تو اُن کے گناہوں پر اطلاع پانے والے بالیقین دست کش ہوجائیں گے اور علانیہ کہتے پھریں گے کہ کل یہ شخص مرتکب فسق و فجور تھا۔ آج نبی بنا پھرتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ معصیت کا فاعل فاسق ہوتا ہے اور فاسق ملعون و ناری ہے کسی نبی کیلئے یہ کہنا کیونکر درست ہوگا۔ کون نہیں جانتا کہ فاسق کی شہادت ادنیٰ امور میں مقبول نہیں۔ پھر امور دین میں ایسے نبی کی بات پر کون کان دھرے گا۔ کون نہیں جانتا کہ امر قبیح کے فاعل کو کوئی حق نہیں کہ دوسروں کو فعل قبیح سے روکے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔

اسلام کے تہتر فرقوں میں سوائے فرقہ ناجیہ اثنا عشریہ کے اور تمام فرقے عصمت انبیاء کے قائل نہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ گناہان صغیرہ کا صدور عمداً ہو یا سہواً قبل نبوت انبیاء سے جائز ہے۔ حنابلہ اور وہابیہ فرقہ کا خیال ہے کہ انبیاء سے صدور گناہ سہواً ہوتا ہے نہ کہ عمداً۔ اشاعرہ کے نزدیک عمداً و سہواً ہر قسم کے گناہان صغیرہ و کبیرہ سرزد ہوتے ہیں۔ غزالی منخول میں فرماتے ہیں۔ اگر کافر دعویٰ نبوت ہو اور تائید میں معجزہ پیش کرے تو وہ نبی ہے خوارج نبی کیلئے کفر و ضلالت اور گناہ صغیرہ و کبیرہ سب ہی تجویز کرتے ہیں۔ پھر سہو و نسیان میں بھی اختلاف ہے کوئی کہتا ہے نبی امور میں ایسا ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے تمام امور میں حتیٰ کہ احکام شریعت میں بھی۔ کوئی کہتا ہے شیطان کا تسلط انبیاء پر ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے نہیں۔ کوئی کہتا ہے کلی تسلط ہوتا ہے کوئی کہتا ہے جزی۔ کوئی کہتا ہے بحالت خواب کوئی کہتا ہے بحالت بیداری۔

جو لوگ عصمت انبیاء کے قائل نہیں وہ قرآن کی بہت سی آیتیں اس کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور عوام کو بہکا لیتے ہیں۔ لہذا ان پر ایک نظر ڈالنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ ماہ اپریل میں انجمن اثنا عشری یو۔پی کے جلسوں میں تقریر کرنے کے لئے میں لاہور جا رہا تھا۔ ریل میں ایک عجیب دماغ کے انسان سے پالا پڑا کوفت تو ضرور ہوئی مگر راستہ خوب کٹ گیا۔ یہ شخص خاصہ پڑھا لکھا۔ لمبی داڑھی کا ملا تھا مگر عصمت انبیاء کا قائل نہ تھا۔ وہ یہ سمجھا کہ میں اعظاہوں عصمت انبیاء کے خلاف آیتیں پیش کیں۔ اور کہا کہ میرا جواب ذرا دیکھئے

(۱) لا تقربا ھذہ الشجرۃ (اس درخت کے قریب نہ جانا) آدم چونکہ قریب گئے لہذا مرتکب معصیت ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

سوال۔ اگر گناہ کا صدور نہیں ہوا تو لباس بدن کیوں اترا جنت سے نکلے کیوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بصورت عقوبت نہیں تھا بلکہ بلحاظ مصلحت تھا

(۲) آیۂ عصیٰ آدم ربہ فغوی سے صاف معصیت آدم کا اظہار ہوتا ہے۔ ... ... عصیان کے معنی گناہ کرنے کے نہیں بلکہ تارک مندوب اور فاعل مکروہ کے

نبی ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنے یہ ہوئے آدم نے ترک اولیٰ کیا پس حصول ثواب نایدہ سے ناامید ہو گئے۔ غویٰ کے معنی ناامید ہونے کے بھی ہیں۔

(۳) اگر آدم گناہگار نہ تھے تو ربنا ظلمنا انفسنا اور فتاب علیہ وغیرہ آیات ان کے متعلق کیوں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ترک مندوب سے توبہ کی اور امر مکروہ کے فاعل ہونے کی مغفرت چاہی۔

(۴) اگر نسیان نبی کو نہیں ہوتا تو فنسی آدم کے کیا معنی ہیں .... نسی کے معنی بھی ترک کے ہیں یعنی آدم نے ترک مندوب کیا۔

(۵) اگر نبی کافر نہیں ہوتا تو ابراہیم نے ھذا ربی کیوں کہا۔ جواب یہ ہے کہ یہ جملہ بطریق استفہام انکاری زبان معصوم پر جاری ہوا ہے جسکے معنی یہ ہیں کیا یہ میرا رب ہے؟ یعنی میرا رب نہیں ہے۔

(۶) اگر نبی کیلئے جھوٹ جائز نہیں تو ابراہیم نے انی سقیم کیوں کہا۔ کیا وہ بیمار تھے؟ جواب یہ ہے کہ سقیم بروزن فعیل ہے جو صیغۂ اسم فاعل ہے جس میں معنی استقبال بھی داخل ہیں جس کے معنی یہ ہوں گے کہ اگر قوم کا یہی حال کفر پرستی رہا تو میں اس غم سے بیمار ہو جاؤں گا۔ اور حال کے معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ تمھاری موجودہ حالت نے مجھے بیمار ڈال دیا ہے۔

(۷) اگر نبی کیلئے کذب جائز نہ ہوتا تو ابراہیم کیوں کہتے بل فعلہ کبیرھم (یہ فعل ان کے بڑے نے کیا ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام مشروط ہے واسئلوھم ان کانوا ینطقون (ان بتوں سے پوچھ لو اگر یہ بولیں)۔ چونکہ اصنام نے کلام نہ کیا پس ان کے بڑے نے چھوٹے بتوں کو توڑا بھی نہیں اذا فات الشرط فات المشروط۔

(۸) اگر انبیاء کو شک نہیں ہوتا تو ابراہیم نے کیوں کہا لیطمئن قلبی۔ جواب یہ ہے کہ معاد کے متعلق جو دلیل سمعی تھی اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھکر حصول العیان چاہتے تھے تاکہ مطمئن قلب کے ساتھ دوسروں کو یہ بتا سکیں کہ یہ واقعہ میرا چشم دید ہے۔ کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

(۹) آیہ فقضیٰ علیہ الموت سے واضح ہوتا ہے کہ موسیٰ سے قتل عمد ہوا جو گناہ کبیرہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کافر مطلق الدم تھا۔ اگر اعانت مظلوم میں مار ڈالا گیا تو موسیٰ پر کوئی الزام نہیں۔

(۱۰) اگر قتل عمد باعث گناہ نہ تھا تو موسیٰ نے یہ کیوں فرمایا ھذا من عمل الشیطان (یہ عمل شیطان تھا) جو آپ نے یہ کہ یہ اپنے عمل کے متعلق نہیں فرمایا۔ بلکہ اس جھگڑے کے متعلق فرمایا ہے جو ان دو شخصوں میں ہو رہا تھا۔

(۱۱) اگر موسیٰ گمراہ نہیں تھے تو فرعون سے یہ کیوں کہا اذاً و انا من الضالین۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے یہ کہا تھا کہ میں نے اس شخص کو اسوقت مار ڈالا تھا جب میں تیرے پاس سے بھاگا تھا اور راستہ بھول گیا تھا۔

(۱۲) اگر یہ گناہ قابل معافی نہ تھا تو موسیٰ نے یہ کیوں کہا فاغفر لی فغفر لہ۔ جواب یہ ہے کہ غفران کے معنی چھپانے کے بھی ہیں۔ پس آیت کے معنی یہ ہیں کہ موسیٰ نے خدا سے دعا کی کہ مجھے فرعون سے مستور رکھو وقت تبلیغ تک پس خدا نے اُن کو پوشیدہ رکھا۔

باقی آیندہ

فلسفۂ جدید اور وجود واجب

(نوشتہ پروفیسر جناب سید امیر حسن صاحب رضوی ایم۔اے۔ ایل۔ٹی۔ فاضل ادب دبیر کامل از شیعہ کالج لکھنؤ)

پروفیسر صاحب کا یہ گرانقدر مضمون الواعظ کی سابقہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔ چونکہ مضمون کی کتابت کے وقت کہیں ضروری ہے۔ رخصت پر تھا اور اسپر صفحات بھی مندرج نہ تھے لہذا کاتب سے الٹ پھیر ہوگیا اور نتیجہ پر مضمون بالکل مسخ ہوگیا اسلئے مجبوراً ہم پھر شائع کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

فلسفہ اور مذہب

مقدمہ

فلسفہ جدید اور مذہب میں ایک زمانہ سے رقابت چلی آتی ہے اور ایک طرف تو فلاسفہ کا گروہ مذہب سے بے تعلقی پر فخر کرتا ہے دوسری طرف مذہب اس کو اپنا راندۂ درگاہ تصور کرتا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو حقیقی فلسفے اور مذہب میں مغائرت نہیں ہے اسلئے کہ ہمارے مذہب کا دعویٰ ہے کہ وہ اس اس فطرت پر قائم ہے جسپر انسان خلق ہوا ہے۔ مذہب دراصل فطرت ہی کا گہرا مطالعہ ہے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ کہنا کہ موجودہ تحقیق نے جو اصول فطرت دریافت کئے ہیں وہی مذہب ہے۔ غلط ہوگا اسلئے کہ اول تو مذہب براہ راست خالق فطرت حق کی طرف سے ہے لہذا اس میں حقیقی اور مستقل قوانین و حقائق فطرت ہیں لیکن وہ اصول فطرت جو انسان کی تحقیق کے نتائج ہیں وہ اتنی ہی حقیقت اپنے دامن میں لے سکتے ہیں جہانتک عقل انسانی پہونچ سکتی ہے لہذا ان کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ مکمل ہیں اسلئے کہ جدید علمی تحقیقات نے اپنی روشنی میں اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے کہ جدید علمی تحقیق کا قدیم تحقیق پر یہ اضافہ ہے کہ پہلے زمانہ کے اہل سائنس یا اہل علم جو تحقیق کرتے تھے یہ سمجھ لیتے تھے کہ یہ ہمیشہ کیلئے صحیح ہے لیکن جدید تحقیق کا سرمایۂ افتخار یہ ہے کہ وہ اپنی تحقیق کو محض اتنا وزن دیتی ہے کہ ہمارے نزدیک موجودہ حقیقت یہ ہے اور آئندہ وسعت علم کی فضا میں ممکن ہے کہ یہ تحقیق غلط ہو جائے یا ترمیم ہو جائے اور دراصل علم انسانی کی یہ پہلی صحیح منزل ہے جو فلاسفہ جدید نے حاصل کی ہے۔

یہ قدیم سائنس کا ایک طفلانہ مغالطہ تھا کہ وہ اپنی تحقیق کو علم حقیقی کے مرادف سمجھتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ قدیم طبیعی حکما مذہب سے عناد رکھتے تھے لیکن آج کل کے طبیعی فلاسفہ مذہب کو حیات انسانی کا ایک مفید جزو سمجھتے ہیں اور اسی کی افادی حیثیت کا انکار نہیں کرتے۔ نیز یہ کہ یہ لوگ مذہب کو اپنا رقیب خیال نہیں کرتے اگرچہ اسکے اصول سے انھیں اختلاف ہے اور وہ سوائے فطری نظریوں کے دوسری چیز ماننے کے لئے تیار نہیں۔

فلسفہ اور مذہب میں یہ عناد قدیم زمانے سے ہے اور اب یہ عناد کم ہوتا جا رہا ہے اس کی اصل بنیاد قدیم زمانہ کے فلاسفہ اور اہل مذہب کے تاریخی حالات سے ثابت ہوتی ہے۔

فلسفہ کی ابتدا اگر یونان سے لی جاوے تو اس زمانہ کی تاریخ میں مذہب شرک اور بت پرستی کا نام تھا اور فلاسفہ بالعموم طبیعیات اور دوسرے علوم کے ماہر ہوتے تھے لہذا وہ مذہب کو عقلاً کمزور سمجھتے

جیساکہ سقراط۔ افلاطون اور ارسطو کے زمانہ میں تھا۔ سقراط کا رجحان بت پرستی کے خلاف تھا لہذا اُسے رائے عامہ کا شکار ہوکے زہر اجل پینا پڑا۔ اسکے بعد قرون وسطیٰ میں جبکہ عیسائیت کا نام یورپ میں دورہ تھا تحقیقات علمیہ پر پہرے بیٹھے تھے اور تحقیق علمی کو مذہب کا پابند رہنا پڑتا تھا۔ اگرچہ مذہبی اصول کتنے ہی کمزور اور تحقیق علمی کتنی ہی شہزور کیوں نہو چنانچہ گیلیلو ایسے نہ معلوم کتنے لوگ تحقیق علمی کی قربانگاہ پر چڑھا دیے گئے۔ دراصل یہ وجہ تھی کہ سائنس کو مذہب سے تنفر پیدا ہوا اگر ان قرون اولیٰ اور وسطیٰ میں ہمارے ائمہ کی طرح دہریوں سے ٹھنڈے دل سے بحث کرکے انھیں ہدایت دینے والے موجود ہوتے تو شاید سائنس کو مذہب سے تنفر نہ پیدا ہوتا بلکہ اسکی تحقیق علمی صحیح راستہ پر گامزن ہوسکتی لیکن زمانہ اپنی رفتار سے چلا گیا اور دور جدید کی آزادی نے تحقیق علمی کیلئے پورا میدان خالی کردیا اور سائنس آزادی سے اپنی شاہراہ پر بڑھنے لگی۔ ابتداءً تو اُس نے مذہب کا استہزا کیا لیکن آگے چلکر اُسے مذہب کو بھی اگرچہ افادی حیثیت سے لیکن ماننا ہی پڑا۔

سائنس کی اس تاریخی حیثیت کو مدنظر رکھنے سے یہ بات بھی صاف ہوجاتی ہے کہ سائنس کو مذہب سے مغائرت اس بنا پر ہے کہ مذہب سے اور اُس سے پرانی مغایرت ہے لیکن اس کے علاوہ ایک اور نقطہ ہے جہاں پر لازمی طور سے دونوں کو ملنا پڑتا ہے وہ نقطہ معیارِ عقل ہے۔ سائنس کا اصلی مقصد مذہب سے اختلاف نہیں ہے بلکہ وہ اس مادی اصول کی تحقیق ہے جو انسانی زندگی کے لئے کارآمد ہے اور جن تحقیق سے مادی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔ وہ تجربہ اور مشاہدے کی بنا پر عقل سے کام لیتی ہے۔ سائنس میں کہیں پر تعصب اور انسان کے ذہنی خیالات کو گنجائش نہیں وہ ایک نظریہ اختیار کرتی ہے اور اسکو تجربہ سے ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اگر تجربہ نے وہ نظریہ غلط ثابت کیا تو اُسے بدل دیتی ہے اور اگر ثابت کیا تو مان لیتی ہے۔ اسکے نزدیک مادہ موجود ہے اس کی خاصیتوں کا معلوم کرنا اگر تجزیہ اور تحلیل عناصر سے ہے تو فن کیمیا یا کیمسٹری (Chemistry) کا موضوع ہے اور اگر ترکیب جسمیہ سے تعلق ہے تو نباتات میں بوٹنی (Botany) اور حیوانات میں بایولوجی (Biology) سے ہے لیکن سائنس اگرچہ مادے کو مانتی ہی لیکن کسی وقت بھی اُس نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مادہ اور محض مادہ ہی حقیقت عالم ہے۔

جس طرح ایک بڑھئی لکڑی کے وجود کو بے ثبوت مانتا ہے۔ ایک کمہار مٹی کے وجود کو فرض کرنے پر مجبور ہے ایک ریاضی داں اعداد و اشکال سے ابتدا کرتا ہے۔ اسی طرح سائنس مادے کو ماننے پر مجبور ہے بالکل اسی طرح جس طرح ایک عام انسان اُسے مانتا ہے اس طرح اس سے مذہب سے اختلاف نہیں ہے۔

سائنس اور فلسفہ مادیت

فلسفہ مادیت سائنس سے ایک الگ چیز ہے اسلئے کہ وہ سائنس کے اصولوں کو لیکر مذہب کی نفی کرتا ہے اور ہر شئے کو طبعی اصول سے سمجھاتا ہے اور اسکا نظریہ یہ ہے کہ مادی اور قوائے طبعی کے علاوہ عالم میں کچھ نہیں یہ مادیت کئی طرح کی ہے۔

(۱) محض مادیت جو بنیاد عالم اجزائے دیمقراطیسی کو کہتی ہے

(۲) وہ مادیت جو صرف قوت یا انرجی (energy)

کو بنیاد عالم قرار دیتی ہے۔

(۳) وہ مادیت جو علت و معلول کے نظام کو حقیقت عالم بتلاتی ہے۔

مندرجہ بالا تقسیم کتب جدیدہ سے فلاسفہ کے اقوال کے مطابق ہے اس میں میری ذاتی رائے کچھ نہیں ہے اور انشاء اللہ اس کی تنقید بھی بہت کچھ ان ہی کے قلم سے پیش کیجاویگی۔ بہرحال فلسفہ مادیت کی ذمہ دار موجودہ علمی ترقی ہے لیکن چونکہ موجودہ علمی ترقی کا معیار عقل ہے لہذا اس عقل ناقص سے بھی جو کہ انسان کا لازمہ ہے اور جس سے فلاسفہ جدید نے بھی انکار نہیں کیا ہے۔ اگر انسان آگے بڑھتا ہے تو اسکو ایک ایسی منزل ملتی ہے جہاں اسکو فلسفۂ مادیت حیران نظر آتا ہے۔

اس نقطہ پر پہونچ کر نہ تو مذہب اسکے ساتھ ہوتا ہے اسلئے کہ اس سے اس کو انکار ہے اور نہ مادیت کافی ہوتی ہے جسکا ثبوت اس کو اپنی علمی تحقیق کے عجز سے ملتا ہے۔ بہرحال ہمیں اس مقام پر پہونچکر یہ ثابت ہوتا ہے کہ فلسفہ مادیت سے زیادہ کمزور کوئی دوسرا فلسفہ نہیں ہے، اس لئے کہ مادہ سائنس کا مفروضہ ہے اور خود سائنس کے اصول سے صرف اس کی کیفیات کی تحقیق ہوسکتی ہے۔ اسکے قدیم ہونے اور بنیاد تخلیق عالم اور واحد منشاء وجود ہونے کو سائنس نے نہ کبھی ثابت کیا ہے نہ ثابت کرتی ہے یہ فلسفۂ مادیت کی اختراع ہے کہ مفروضہ کو حقیقت مان لیا چنانچہ بشپ برکلے نے تو ایکدم مادے کے وجود ہی سے انکار کیا ہے۔ اسکے نزدیک صرف نفس ناطقہ یا قوت مدرکہ موجود ہے اور وہ مادے کے وجود سے قطعاً انکار کرتا ہے۔

ڈے کارٹ نے جس کو فلسفہ جدیدہ کا باوا آدم مانا جاتا ہے۔ مادے، روح اور ذات باری تین چیزوں کا وجود مانا ہے اور ان میں ذات باری کو موجود حقیقی اور مادے اور روح کو وجود عارضی یا حادث مانا ہے۔

مادیین کی دشواریوں اور الجھنوں کی پوری تصویر اسوقت ظاہر ہوتی ہے جہاں وہ روح کو بھی مادی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ ہربرٹ اسپنسر اور ڈارون نے کوشش کی ہے۔ روح نہ تو مادی ثابت ہوتی ہے اور نہ اسکے غیر مادی ماننے پر مادیت کی بنیادی اصول ٹوٹنے سے بچ سکتے ہیں۔ خیر یہانتک تو ایک دوسری چیز کے وجود کا تعلق تھا۔ مادیت خود وجود اور حقیقت مادہ کو بھی ثابت نہیں کرسکی اسلئے کہ وہ مادہ جو بدیہی صورت سے موجود ہو ثابت ہی نہیں ہوتا اور نہ بلاواسطہ مشاہدے اور تجربے میں آسکتا ہے۔ اسکا وجود بھی بالآخر ذہنی ہی حیثیت سے ثابت ہوتا ہے اور یہ فلسفہ مادیت کی انتہائی کمزوری ہے کہ اپنے مفروضہ اصولوں کی خود ہی تردید کرنے لگتی ہے یعنی جو اس کی بداہت ہے وہ خود خیالی اور فرضی رہ جاتی ہے۔

ان اجمالوں کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ مضامین میں مسلسل پیش ہوتی رہے گی۔ موجودہ مضمون صرف بطور دیباچہ کلام ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کرشن جی کے اوتار تھے

(نوشتہ جناب مولانا سید ظفر حسن صاحب امروہوی فخر الافاضل مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ)

اخبار پیغام صلح لاہور کی ۱۹ مئی کی اشاعت پر مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق اخبار زمیندار کی ایک رائے شائع کی گئی ہے جو ارباب اسلام کیلئے عبرت آموز اور انتہائی دلچسپی کا باعث ہوگی۔ اخبار مذکور لکھتا ہے۔

"آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس پر وہ اخیر تک قائم رہے بلکہ پچھلے پانچ سال میں آپنے سری کرشن مہاراج کے اوتار ہونیکا بھی اعلان کیا۔" مسیح موعود یا کرشن کا اوتار ہونے کے دعوے جو آپنے کئے ان کو ہم ایسا خیال کرتے ہیں جیسا کہ منصور کا دعویٰ انا الحق تھا الخ

مرزائی اخبار میں اس عبارت کا بغیر کسی نوٹ کے شائع ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اخبار جریدۂ پیغام صلح بھی اس عقیدہ سے بالکل متفق ہے اور وہ بھی مرزا صاحب کو بسر و چشم کرشن جی کا اوتار تسلیم کرتا ہے۔

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ مسیحت مہدیت۔ مجدد اسلام وغیرہ وغیرہ متعدد دعاوے کے ساتھ کرشن اوتار ہونیکا دعویٰ اسلام کے آئینہ میں کفر یا "از درون پردہ" یا "گندم نما جو فروش" کا مصداق ہے یا نہیں۔ اس سے ہر مسلمان بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ کرشن جی کے اوتار ہونے کے بعد مرزا صاحب مسلمان بھی باقی رہ سکتے ہیں یا نہیں۔ نبوۃ تو بڑی چیز ہے۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو ہم مرزا صاحب کی نبوت تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن انھیں کرشن جی کا اوتار ماننے کیلئے نہایت شوق سے تیار ہیں جس طرح منصور کی ہر سانس سازِ انا الحق بنی ہوئی تھی اور انھیں اپنی ہر رگ و پا بلکہ ہر گردش چشم میں حق ہی حق نظر آتا تھا۔ اسیطرح مرزا صاحب کے ہر نفس حیات کرشن جی کے سُریلے نغموں سے معمور تھا۔ اور وہ بھی اپنے ہر رگ و پے میں بجائے خدا کے کرشن جی کی تصویر دیکھتے تھے (اسکے علاوہ اوتار یا حلول کے معنی اور کیا ہوسکتے ہیں)

ہم نہایت خوشی کے ساتھ تمام مرزائی حضرات کو مرزا صاحب کے اس منصب عظیم پر فائز ہونے اور گرانقدر خلعت کے زیب تن ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور بقول ان کے دل سے دعا کرتے ہیں کہ خداوند عالم مرزا صاحب کو بھی کرشن جی کے ساتھ ایک ہی درجے میں رکھے۔

مسلمان بھائیو! اب بھی خواب غفلت سے چونکو ذرا ہوش میں آؤ اور دیکھو ابھی تک مرزائی حضرات جسے مجدد اسلام اور نبی اسلام کہہ رہے تھے آج اسکا ہاتھ دامن کفر سے کیونکر الجھا ہوا ہے۔ وجہ ظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب مرزائی حضرات کی تدبیریں مسلمانوں پر کارگر نہ ہوسکیں اور وہ انھیں اپنے دام تزویر میں لانے میں کامیاب نہ ہوسکے تو مایوس ہوکر اہل ہنود کو پھنسانے کیلئے ایک نیا ڈھنگ رچایا۔ اسی سے اس مذہب کا مکر و فریب عیاں ہے حالانکہ یہ سمجھ نہ سکے کہ ایک مسلمان کرشن جی کا اوتار ہوکر نہ مسلم باقی رہ سکتا ہے نہ غیر مسلم نہ وہ نبی اسلام ہوسکتا ہے نہ رشی منی یہ متضاد عقیدوں کا اجتماع نہ اسے دائرہ اسلام میں داخل ہونے دیگا نہ اہل ہنود میں پھر مرزائی حضرات فرمائیں کہ ان کا اور ان کے مرزا صاحب کا سفینہ اب کس ساحل پر جا کر لگتا ہے۔ الخ

نواسے کی رفتار نانا کے کردار کی روشنی میں

صلح حسنؑ کے مصالح

نوشتہ جناب مولانا سعید اختر صاحب از جامعۃ العلوم جوادیہ بنارس۔

۲ یا ۳ بعثت:۔

(۱)

"نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہم کمزور ہیں۔ ہماری تعداد کم ہے۔ اسکے برخلاف دشمن طاقتور ہیں"

یہ تھا وہ جواب جو پیغمبر اسلام نے ایک صحابی کو دیا تھا جبکہ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! آخر کب تک اسلام کو پوشیدہ رکھا جائے۔ اعلاء کلمۂ حق میں اتنی دیر کیوں ہے؟ اٹھئے اور خدائی پیغام کو دنیا کے کانوں تک پہونچا دیجئے (مدارج النبوۃ و دیگر کتب سیر)

"کمزوری کے وقت اخفاء کلمۂ حق کیا جا سکتا ہے"

(۲)

۷ بعثت:۔

"بیٹا! ابھی مشرکین میرے پاس آئے تھے اور میرے سامنے دو صورتیں پیش کی ہیں۔ یا تو تم کو تبلیغ حق سے روکدوں یا پھر تم کو ان کے حوالے کردوں" بوڑھے چچا نے سعادت مند بھتیجے سے نرم لہجے میں یہ پیغام کہہ سنایا۔ بھتیجے کے دل پر ٹھیس لگتی ہے۔ اسکے دماغ میں خیال پیدا ہوجاتا ہے کہ شاید چچا مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دینے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگتے ہیں اور یہ آواز خاموش اور ساکن فضا میں گونج کر اسکو متحرک بنا دیتی ہے واللہ یا عم! لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ان اترک ھذا الامر الخ (چچا خدا کی قسم اگر یہ لوگ مجھے اس امر سے باز رکھنے کے لئے میرے ایک ہاتھ پر آفتاب اور دوسرے پر ماہتاب لاکر رکھدیں جب بھی میں نہیں باز آسکتا)

فدائی چچا یہ سنکر نہایت پیارے انداز میں کہتے ہیں اذھب یا ابن اخی! وقل ماشئت فواللہ انی لا اسلمک حتی اموت۔ (بیٹا جاؤ اور جو جی میں آئے کہو۔ قسم خدا کی اپنی زندگی میں تو میں تم کو انکے حوالے نہیں کر سکتا

مشرکین اس واقعہ سے غضبناک ہوجاتے ہیں اور بنی ہاشم سے تعلقات منقطع کرلئے جاتے ہیں۔ بنی ہاشم تقریباً ۳ برس تک ایک پہاڑ کی گھاٹی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ تین سال بنی ہاشم نے جس حال میں گزارے ہیں اسکے سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ خود دشمن ترس کھاتے ہیں اور عہدنامہ توڑنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اس موقع پر جو تقریر کی گئی ہے اسکے دو جملے درج ذیل ہیں ان کو پڑھکر اندازہ ہوتا ہے کہ بنی ہاشم کی کیا حالت ہوگئی تھی۔

یا اھل مکۃ! انا کل الطعام و نلبس الثیاب و بنو ھاشم و المطلب ھلکی لا یبیعون ولا یبتاعون

مکہ والو! (شرم کا مقام ہے) کہ ہم تو اچھے اچھے کھانے کھائیں اور لباسہائے فاخرہ زیب تن کریں اور ہاشم و مطلب کا گھرانا فاقہ یا تنگی کیوجہ سے لقمۂ اجل ہوجائے

(تاریخ اسلام و دول العرب و دیگر اسلامی تاریخیں)

انتشار کی کمی کے موقع پر مظلوم بنکر دشمن کی ہمدردی حاصل کرنی چاہیئے "

سنہ ۶ ھ (۳)

"مسلمان اور قریش چار سال تک (بروایتے دس سال تک) ایک دوسرے کی جنگ سے کنارہ کشی کئے رہیں گے "

"قریش کی کوئی فرد اگر مسلمانوں میں جا ملے تو اُسے واپس کر دیا جائیگا۔ مگر قریش کسی مسلمان کو جو اُن سے جا ملا ہو واپس نہ کرینگے "

"مسلمان اس سال واپس جائیں اور دوسرے سال اگر حج کریں اور تین دن مکہ میں قیام کریں "

"جبکہ قریش مکہ سے باہر نکل جائیں گے، ان ایام میں مسلمان نہتے رہیں گے "

یہ تھیں وہ شرطیں جن کو قبول کر کے پیغمبر نے حدیبیہ میں صلح کی تھی۔ اتنی سخت شرطیں جن کی بنا پر حضرت کی نبوت میں شک کیا جانے لگا تھا۔ اُف کتنا صبر آزما منظر تھا جب حج کا ارادہ کرنے کے بعد رسول نے اسکو ملتوی کر دیا اور چودہ سو مہاجرین و انصار کے رہتے ہوئے (جنھوں نے بیعت رضوان کی تھی) اتنی سخت شرطیں قبول کر لیں (دول العرب و تاریخ اسلام ودیگر اسلامی تاریخیں)

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

سنہ ۴۱ ہجری۔

(۴)

کچھ اسی قسم کی مجبوریاں امام حسنؑ کو بھی لاحق ہو گئی تھیں۔ وہ کمزور تھے۔ اگرچہ نفس الامر میں رسول کی طرح طاقتور تھے، ان کے باپ کا لشکر ان کے ساتھ تھا۔ مگر اس لشکر کی حالت تاریخ سے پوچھو۔

لما بایع الناس الحسن بلغه مسیر معاویة فی اهل الشام الیه فتجهز هو والجیش الذین کانوا معه بایعوا اباه وساروا من الکوفة الی لقاء معاویة وجعل قیس بن سعد بن عبادة علی مقدمته فی اثناعشر الفا فلما نزل الحسن المدائن نادی مناد فی العسکر الا ان قیس بن سعد قد قتل فانفروا فنفروا لسرادق الحسن فنهبوا متاعه حتی نازعوا بساطا کان تحته وطعن بخنجر فی بطنه (الفصائل الکافیہ ص ۱۵۵ واصابہ ج ۲ ص ۱۲ وغیرہ المیزان ج ۱ ص ۵۲)

جب لوگوں نے امام حسن علیہ السلام کی بیعت کر لی تو معاویہ کے خروج کی خبر معلوم ہوئی۔ امام حسنؑ نے ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے حضرت علیؑ کی بھی بیعت کی تھی جنگ کی تیاری کی اور کوفہ سے معاویہ کا مقابلہ کرنیکے ارادے سے کوچ کیا قیس بن سعد کو مقدمۃ الجیش کے طور پر بارہ ہزار آدمیوں کا سردار بنا کر روانہ کیا جب امام حسنؑ مدائن میں اترے تو کسی نے لشکر میں آواز دی کہ قیس بن سعد قتل ہو گئے تم بھی بھاگ جاؤ۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ امام حسنؑ کے خیمے پر ٹوٹ پڑے، اُن کے تمام اسباب کو بھی لوٹ لیا یہاں تک کہ جس مصلے پر امام جلوہ افروز تھے اُسکو بھی کھینچ لیا اور کسی نے آپ کے شکم مبارک پر خنجر کی ضرب لگائی۔

اس کے بعد کے واقعات ملاحظہ ہوں:۔

فقال الحسن قتلتم	امام حسنؑ نے فرمایا کہ کل
ابی بالامس و	تم نے میرے والد بزرگوار
ثبتم علی الیوم	کو شہید کیا اور آج مجھے
تریدون قتلی	قتل کرنے کے ارادے سے
زهدا فی العادلین	مجھپر حملہ کرتے ہو۔ عادلین
ورغبة فی القاسطین	سے دور اور قاسطین سے
واللہ لتعلمن نبأہ	نزدیک ہونا چاہتے ہو۔ قسم
بعد حین ثم کتب	بخدا تم کو اس کی جزا عنقریب
الی معاویة بتسلیم	ملے گی۔ پھر امام نے معاویہ
الامر الیه	کے پاس خط لکھا جسمیں
(حیوة الحیوان ج ا ص۵۳)	سلطنت سپرد کر دینے کا تذکرہ تھا

ان واقعات کے دیکھنے کے بعد اس غدار زمانہ کی حالت معلوم ہو جاتی ہے اور سرسری نظر سے واقعات دیکھنے والے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ امام حسنؑ کیلئے کیا زیادہ مناسب تھا جنگ یا صلح؟ یقیناً ہر صائب الرائے بول اٹھے گا کہ امام نے جو کچھ کیا وہی ٹھیک تھا

"سیرت نبوی پر عمل اسی صورت میں ہو سکتا تھا جبکہ صلح کر لیجائے۔"

(۵)

سنہ ۴۱ھ

"میں تجھ کو امیر المومنین کہکر سلام نہ کرونگا"

"شیعیان علی جہاں بھی ہوں جان و مال کے لحاظ سے محفوظ رہیں گے۔"

"جس مجلس میں موجود رہونگا اسمیں حضرت علی علیہ السلام پر سب و شتم نہ کیا جائے گا۔"

شرائط صلح حسن میں یہ تین شرطیں بھی تھیں۔ اب ذرا نانا اور نواسے کی صلح کا موازنہ بھی کیجئے

صلح حدیبیہ میں ظاہراً ہی سہی مگر شائبہ ذلت موجود تھا لیکن یہاں؟ قربان جائیے امام کے کہ اتنا سا شائبہ بھی گوارا نہ ہوا۔ پہلی ہی شرط کو دیکھیئے۔ وقار کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ایک لطیف اشارہ بھی موجود ہے یعنی سمجھنے والے سمجھ لیں گے کہ امام نے امامت نہیں سپرد کی ہے بلکہ مصلحتوں سے مجبور ہو کر صرف ظاہری حکومت معاویہ کے حوالے کر دی ہے اور ظاہری حکومت ایسی چیز نہیں ہے جو امامت پر اثر انداز ہو سکے۔ ان دونوں صلحوں میں کتنا فرق ہے یہ ایک ہی نظر میں معلوم ہو جاتا ہے۔ لہذا جب صلح حدیبیہ رسول کی رسالت میں قادح نہ ہو سکی تو صلح حسنؑ امام کی امامت پر کیا اثر ڈال سکتی ہے؟ کچھ نہیں۔

(۶)

سنہ ۴۲ھ وغیرہ

مگر ستم بالائے ستم تو یہ تھا جب امام نے اپنے اصحاب کے طرز عمل کو دیکھکر صلح کر لی تو پھر یہی لوگ طعنہ زنی کرنے لگے گویا یہ ارادہ تھا کہ صلح کے بعد بھی امامؑ کو سکون قلب سے محروم رکھا جائے چنانچہ

فکان اصحابه	اصحاب امام آپ سے کہتے
یقولون له یا عار	تھے کہ اے مومنین کے
المومنین فیقول	لئے باعث عار تو آپ فرماتے
العار خیر من النار	تھے کہ عار دوزخ سے بہتر
وقال له رجل السلام	ہے اور ایک شخص نے آپ پر
علیك یا مذل المومنین	یہ کہکر سلام کیا کہ تم پر سلام
فقال لست بمذل	ہو اے باعث ذلت مومنین
المومنین ولکنی	تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں
کرهت ان اقتلکم	مذل المومنین نہیں ہوں بلکہ

علی المدائن ثم ارتحل من الکوفۃ الی المدینۃ واقام بھا (صواعق محرقہ ص ۸۱ و تاریخ الخلفاء ص ۱۳۰) میں ملک کے لئے تمھارا قتل کرانا پسند نہیں کیا کیونکہ امام تو معاویہ کے دسترس سے باہر تھی مگر ملک اسکے قبضہ میں تھا پھر امام کوفہ سے مدینہ چلے گئے اور وہیں مقیم ہوگئے

"فاعتبروا یا اولی الابصار"

مگر میں معترضین سے کہونگا کہ تم نے بہت اچھا کیا کہ اعتراض کرکے اپنے چہرے سے نقاب ہٹادی اور اب ہم بہ سہولت تمھاری نسبت اس شکی انسان کی طرف دیکھتے ہیں جس نے صلح حدیبیہ میں سب سے بڑا شک کیا تھا اور رسول کی رسالت کو معاذ اللہ مشتبہ سمجھا تھا۔ آج کل بھی اکثر حضرات جو تاریخ اسلامی سے ناواقف ہیں یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ امام حسنؑ کو صلح نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ مگر ان واقعات کے مطالعہ کے بعد کون ایسا شخص ہے جو صلح کی مصلحت سے انکار کرسکے؟ کوئی نہیں۔ فقط

حضرت استاذ الواعظین کی وطن سے واپسی

آج بتاریخ ۳۰ جون ۱۹۴۳ء استاذ الواعظین علامہ مولانا سید عدیل اختر صاحب قبلہ پرنسپل مدرسۃ الواعظین وطن سے تشریف لائے ہیں۔ اختتام تعطیل کلاں کے بعد طلاب کرام بھی آجائیں گے انشاء اللہ ۴ جولائی ۱۹۴۳ء سے تعلیمی کام شروع ہوجائے گا۔

مہتمم کتبخانہ کی علالت

جناب مولانا سید سمی حسن صاحب قبلہ واعظ ناظم کتبخانہ مدرسۃ الواعظین کی علالت کا سلسلہ تقریباً ۳ ماہ سے جاری ہے۔ ناظرین کرام دعاے صحت فرمائیں۔

مسلم ریویو

ہندوستان کے واحد مرکز تبلیغ اسلام مدرسۃ الواعظین کا یہ گرانقدر انگریزی آرگن زیر سرپرستی والی ریاست عالیہ محمود آباد سرکار راجہ محمد امیر احمد خاں صاحب بالقابہ متولی منتظم مدرسۃ الواعظین و زیر نگرانی حضرت علامہ مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ جارچوی ایم۔ اے و جناب سید حسن عابد صاحب جعفری بیرسٹر ایٹ لا وزیر ادارت جناب سید عابد حسین جعفری بی۔ اے۔ وکیل حسب معمول بتقریب نہایت آب و تاب کے ساتھ شایع ہوگا۔

سید جعفر رضا صاحب بانسی والے میدان ایل خاں کشمیری محلہ لکھنؤ سے انگشتریاں وغیرہ منگوایئے

حقوق والدین

عقلی نقطۂ نظر سے

(نوشتۂ عالیجناب مولوی سید حسن صاحب اکمل لکھنوی سکریٹری انجمن محافظ اردو لکھنؤ)

آجکل کے نوجوانوں سے کوئی یہ پوچھے کہ تم کتم عدم سے حیز وجود میں آنے والے تھے تو تمھاری ماؤں نے تمھارے لئے کیا کیا زحمتیں برداشت کیں اور محض اس خیال سے کہ تم اُن کے آغوش تمنا میں صحیح و سالم آجاؤ کیا کیا مصیبتیں گوارا کیں۔ پورے نو مہینہ تک اپنے کو تمام اُن چیزوں سے بے نیاز رکھا جن سے تمھارے لئے ضرر کا احتمال تھا۔ نہ اپنی مرضی کے موافق کوئی شے کھائی اور پی۔ پورے نو مہینہ تک گویا زبان کے مزے کو بالائے طاق رکھدیا۔ وہ نعمتیں جو سال گذرنے کے بعد میسر ہوتی ہیں انھیں صرف اسلئے نہیں کھایا کہ کہیں میرے بچے کیلئے نقصان دہ نہ ہوں۔ مختصر یہ کہ نو مہینہ تک قدم پھونک پھونک کر رکھا اور جب زمانہ ولادت قریب آیا تو زچگی کی تکلیفوں کو برداشت کیا۔ خدا خدا کرکے ولادت ہوئی۔ اب بیچاری ماؤں پر اور پابندیاں بڑھ گئیں۔ یہ چیز نہ کھاؤ بچے کیلئے مضر ہے وہ شے نہ کھاؤ مضر ہے۔ ماں کی محبت نے ایک مدت معین تک ان پابندیوں کو بھی برداشت کیا ولادت کیا ہوئی گویا فقدان راحت ہوگیا۔ ذرا آنکھ لگی اور جگا دیا گیا کہ اٹھو۔ دودھ پلاؤ بچہ رو رہا ہے۔ بیچاری ماں اب اس وقت تک نہ سوئے گی جب تک کہ بچہ آرام نہ کرجائے۔ اور سوئے گی بھی تو یہ خیال لگا رہیگا کہ کہیں میرا بچہ گیلے میں نہ ہو۔ سردی نہ کھاجائے۔ راتوں کو بار بار اٹھ اٹھ کر دیکھتی ہے۔ اگر ذرا گیلا ہوا تو فوراً بستر بدل لیا خود گیلے پر سوتی ہے اور اپنے بچہ کو نرم بچھونے پر سُلاتی ہے۔ اور اگر کہیں ذرا طبیعت ناساز ہوگئی تو اب ماں اور باپ دونوں پریشان ہیں۔ باپ کبھی خدمت حکیم میں ہے اور کبھی دوکان عطار پر۔ کبھی دوا بنا کر پلا رہا ہے اور کبھی گود میں لیکر گھر میں اور گھر کے باہر ٹہل رہا ہے فکر ہے اور کوشش ہے اس بات کی کہ میرا بچہ اچھا ہوجائے نذریں کی جارہی ہیں منتیں اور مرادیں مانی جارہی ہیں کہ میرا نور نظر تندرست ہوجائے اور اس تکلیف سے اسکو نجات مل جائے خلاصہ یہ کہ دونوں کی زندگی تلخ ہوجاتی ہے۔

جب تک بچہ سمجھدار نہیں ہولیتا ماں باپ اشاروں سے چلتے ہیں اپنے بچہ کے! ادھر بچہ ذرا رویا اور سمجھ گئے کہ بھوکا ہے۔ ماں چاہے دنیا کا کیسا ہی ضروری کام کیوں نہ کررہی ہو چھوڑ دیا جلدی سے گود میں لے لیا اور دودھ پلانا شروع کردیا۔ پانی کی طرف دیکھ کے ذرا اشارہ کیا فوراً ماں باپ سمجھ گئے کہ میرا بچہ پیاسا ہے جلدی سے پانی پلا دیا۔ اور یہ اس لئے کہ جانتے ہیں کہ بچہ مجبور ہے اپنے ارادہ سے کوئی کام نہیں کرسکتا۔ نہ ہاتھ قابو میں ہیں نہ پیر۔ دونوں بیچارے بچے کے ارادوں کی تکمیل کیلئے تیار رہتے ہیں۔ جب کبھی خدا یہ دن نصیب کرتا ہے کہ بچہ اس قابل ہوتا ہے کہ چل پھر سکے اور بات کرسکے جب بچہ پیروں چلنے لگتا ہے اور بات چیت کرنے کے

قابل ہوجاتا ہے تو اب ماں باپ پر فرمائشوں کی بھرمار ہونے لگتی ہے ۔ اب ہم یہ چیز لیں گے ۔ اماں ہمیں وہ چیز دلا دو ۔ بیچارے ماں اور باپ اپنے اوپر جبر کرتے ہیں اور تا امکان اپنے بچہ کا دل میلا نہیں ہونے دیتے ۔ اگر ماں باپ غریب ہیں تو خود فاقہ کر لیتے ہیں اور بچہ کو کھلا دیتے ہیں ۔ خود میلے اور پھٹے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں اور اپنے بچہ کو صاف اور اچھے کپڑے پہناتے ہیں ۔ مختصر یہ کہ اپنے بچوں کے مقابلہ میں ہر طرح کی زحمت و تکلیف بخوشی گوارا کر لیتے ہیں ۔

اے نوجوانو ! کیا ماں باپ کی محنتوں اور جانفشانیوں کا یہی عوض ہے کہ جو تم اُن کے ساتھ کرتے ہو ۔ اگر تم پڑھ لکھ گئے ہو تو یہ کس کا صدقہ ہے ۔ تمہارے ماں اور باپ ہی کا احسان ہے جنھوں نے تم کو پڑھوایا لکھوایا تو کیا اس احسان کا بدلہ اور عوض یہی ہے کہ اگر تمہارے ماں اور باپ تم کو اچھی رائے دیں تو تم اوّل تو اس کا سننا ہی پسند نہ کرو گے اور اگر بفرض محال مروتاً بے توجہی سے سن بھی لو گے تو اس پر عمل کرنا اپنے لئے باعث ذلت و مضرت سمجھو گے ۔ اگر تمہارے والدین اپنے تجربات کی بنا پر تم کو کوئی نیک رائے دیں تو تم کو ناگوار خاطر ہو اور بار ہو ۔ اور اپنے دوستوں میں ہنس ہنس کے کہو کہ بڑھاپے نے اماں ابا کی عقل کو کم کر دیا ہے ۔ سٹھیا گئے ہیں ہر وقت بک بک ۔ بک بک کیا کرتے ہیں ۔ نہ سمجھتے ہیں نہ بوجھتے ہیں ۔ خواہ مخواہ دخل در معقولات کیا کرتے ہیں اگر ذرا بھی عقل رکھتے ہو تو سوچو اور سمجھو کہ یہ طرز عمل تمہارا کہاں تک درست ہے ۔ ممکن ہے کہ تمہارے ہم مذاق تمہارے اس فعل کو اچھی نظر سے دیکھیں ۔ لیکن جو صاحبان فہم اور پرانے تہذیب یافتہ لوگ ہیں وہ ہرگز اس امر قبیح میں تمہارے مداح نہ ہوں گے ۔

سنو اے نوجوانو ! مقتضائے عقل تو یہ ہے کہ اگر تمہارے والدین نے تمہاری پرورش میں زحمتیں و دقتیں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں تو تم بھی احسان کا بدلہ احسان ہی سے کرو ہمیشہ والدین کی راحت کو اپنی راحت پر مقدم رکھو خود زحمت گوارا کرو اور والدین کو راحت پہنچاؤ ۔ اگر تمہارے والدین تمہارے بچپنے میں تمہارے اشاروں پر چلتے رہے اور تمہاری ہر خواہش کو تا امکان پورا کیا ہے ۔ تو تم کو بھی ان کے اشاروں پر چلنا اگر تمہارے والدین نے تمہاری بیجا ضدوں کو پورا کر کے تمہارے دلوں کو میلا ہونے سے بچایا ہے تو تم کو بھی لازم ہو کر جو حکم اُن کا تمہاری نظر میں بیجا بھی ہو اُس کو بغیر ضد مان لو اور اُن کے دلوں کو صدمہ سے بچاؤ ۔ اگر تمہارے والدین نے عالم طفولیت میں تم کو تا امکان ہر زحمت و تکلیف سے بچایا ہے تو تم بھی ان کو ہر امکانی راحت پہنچاؤ اگر تمہارے والدین نے بغیر تمہاری فرمائش کے تمہاری راحت کا خیال رکھا ہے تو تم کو بھی چاہیے کہ بغیر اُن کی فرمائش کے ان کو آرام پہنچاؤ اور قبل اس کے کہ وہ تمہارے آگے دست سوال دراز کریں اور اپنے منھ سے کہیں کہ بیٹا ہمیں اس چیز کی ضرورت ہے ۔ ہمارے پاس یہ شے نہیں ہے ۔ ان کیلئے مہیا کر دو ۔

اگرچہ والدین بہت زیادہ نیکی کے مستحق ہیں ۔ اچھا اگر زیادہ نہ سہی تو کم از کم اتنی ہی نیکی اُن کے ساتھ کرو جتنی کہ تمہارے والدین نے تمہارے ساتھ نیکی کی ہے ۔

هل جزاء الاحسان الا الاحسان ۔ کیا نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ اور بھی ہے ۔ افسوس ہے ہم پر اور ہماری عقل پر اس لئے کہ خداوند عالم تو فرمائے کہ نیکی کا عوض نیکی ہے اور ہم احسان فراموشی کو گلے کا ہار بنائے ہوئے ہیں جو باعث ناراضگی خدا بھی ہے اور رسول کی بھی ۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام

ولادت ۲۰ جمادی الثانی سنہ ۵ بعثت

وفات ۳ جمادی الثانی سنہ ۱۱ھ

(از جناب مولوی سید محمد حیدر صاحب کراروی متعلم مدرسہ سلطان المدارس لکھنؤ)

حضرت پیغمبر اسلامؐ کی اکلوتی اور چہیتی لخت جگر کا نام نامی حضرت فاطمہ اور لقب زہرا تھا۔ آپ اپنی اس نور نظر کو بیحد پیار کیا کرتے تھے۔ علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جب فاطمہ زہراؑ اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو حضرت سرور تعظیم کو کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیکر اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری ایسی لخت جگر ہے کہ اس کی رضا عین رضائے خدا اور اس کی ناراضی عین ناراضی حق تعالیٰ ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ آپ بارہا فرماتے تھے کہ۔ فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی من اذاھا فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اس کی اذیت بعینہ میری اذیت ہے جس نے اسکو ستایا اس نے مجھکو ستایا اور جس نے مجھکو ستایا وہ کافر ہو گیا۔ اور جنت کی بو نہ سونگھ سکے گا۔ اس کی شاہد قرآن مجید کی آیت، یوذون اللہ و رسولہ ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ جن لوگوں نے اسلامیات کی ذمہ داری لے لی اور پھر فاطمہ زہراؑ کو اسدرجہ ستایا کہ جب تحقیق عالم اہلسنت علامہ ابن قتیبہ، جب وہ ملنے کو گئے تو حوّلت وجھھا الی الحائط، حضرت فاطمہ زہراؑ نے اپنا منہ دیوار کی طرف پھیر لیا اور موقع کے مناسب کچھ الفاظ بھی فرمائے۔ اُن کے پاس جنت میں جانے کا کون سا ذریعہ ہے۔

بہر حال جب تک پیغمبر اسلام حیات کی منزلوں میں تھے فاطمہ زہراؑ کے عزت و وقار کی رفتار بڑھتی ہی گئی اور مجھے یقین ہے کہ فاطمہ زہراؑ کی سیرت ہی اس لائق تھی کہ دنیا کا کوئی وہ انسان جس میں ذرا سا بھی انصاف ہوگا فاطمہ کی کسی صورت سے مخالفت نہیں کر سکتا۔

فاطمہؑ کی سیرت کا خاکہ

تاریخیں بتاتی ہیں کہ کوئی ایسا موقع دنیا والے کبھی نہیں پیش کر سکتے تھے جس میں فاطمہ نے اپنے نفس کو کسی معمولی سے معمولی انسان کے نفس پر ترجیح دی ہو وہ ہمیشہ اپنے پر دوسروں کو مقدم رکھتی تھیں۔

علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ نماز شب میں حضرت امام حسنؑ برابر سنا کرتے تھے کہ میرے پالنے والے ہمارے پڑوسیوں کو بخیر رکھ اور ان کے مقاصد کو پورا کر۔ آپ نے عرض کی کہ مادر گرامی آپ نے کبھی اپنے گھر والوں کو نہ یاد فرمایا۔ ارشاد ہوا اے بیٹا۔ الجار ثم الدار۔ پڑوسی گھر والوں پر مقدم ہیں۔ پہلے اُن کی خیر منانی چاہیئے اُن کے بعد اپنی خیریت طلب کرنی چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ آپکے اس طرز عمل سے پڑوسیوں کے حقوق کا بھی پتہ چلتا ہے۔

خدا کی قسم یہ وہ شاہزادی تھی جس نے خود بھوکی رہکر دوسروں کو سیر کیا۔ بحار الانوار میں ہے کہ ایک شخص پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی مولا برہنہ ہوں لباس دیجئے۔ بھوکا ہوں کھانا دیجئے۔ فقیر ہوں غنی کیجئے پیغمبر اسلام جو اس وقت خود بھی بالکل اسیطرح بھوکے اور تہی دست تھے جس طرح اُن کا پورا گھرانا بھوکا تھا۔ خاموش ہوگئے۔ پھر فرمایا۔ بلال اس کو میری لخت جگر فاطمہؑ کے مکان پر لے جاؤ۔ بلال پہونچے۔ دق الباب کیا گیا۔ فضہ کنیز خاص نے پوچھا کون ہے۔ جواب ملا میں ایک غریب

بھوکا ہوں اور فقیر ہوں۔ فاطمہؑ کے کانوں نے بھوکا اور فقیر سُنکر فاطمہ زہراؑ کو بے چین کر دیا۔ آپنے فوراً وہ کھال اٹھا کر دیدی جس پر رات کو حسنین علیہم السلام آرام فرمایا کرتے تھے۔ اُس نے کہا اے حضرت میں بھوکا ہوں اور برہنہ ہوں اس کھال کو لیکر کیا کرونگا حضرت فاطمہؑ نے اُسے فوراً اپنا گلوبند حوالہ کر دیا وہ اُسے لیکر مسجد میں آنحضرت کے پاس گیا۔ حضرت نے اوسے دیکھا اور رونا شروع کر دیا۔ عمار اٹھے اور انھوں نے دوسو درہم ہجریہ کی اُسے خرید لیا۔ اور ایک بردیمانی دی اور ایک اونٹ بھی عطا کیا الخ۔

یہ ہے فاطمہ زہراؑ کی سیرت جس سے دنیا والوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

بہرحال جب تک پیغمبر اسلام زندہ رہے فاطمہ کی عزت و توقیر ہوتی رہی پیغمبر اسلامؐ کے مرض الموت کا مشہور واقعہ ہے کہ آپکا سر زانوئے حضرت فاطمہؑ پر تھا۔ ایک شخص نے ملنے کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے آواز دی حضرت پیغمبرؐ کی لخت جگر نے فرمایا کہ بابا میرے غش میں ہیں اسوقت ملاقات نہیں ہو سکتی دو ایک بار گفتگو کی ردوبدل میں پیغمبرؐ کی نور نظر کے آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ آپنے غش سے آنکھیں کھولکر فرمایا لخت جگر کیوں روتی ہو۔ آپنے اُس آنیوالے کی گفتگو دہرادی۔ آپنے فرمایا بیٹی یہ تیرے در کا وقار ہے کہ ملک الموت بھی اجازت چاہتا ہے۔ بیٹی اجازت دیدے یہ ملک الموت ہیں۔

یہ سچ ہے کہ یہ عزت و احترام دائماً قائم نہ رہا بلکہ وفات سرور کائنات کے ساتھ ہی ساتھ مردہ ہوگیا وہی گھر جس کے دروازے پر ملک الموت دربانوں کی طرح آتا تھا۔ حسب تحقیق ابن قتیبہ صاحب طبری صاحب الفاروق آگ اور لکڑیاں جمع کر دی گئیں اور بمطابق مرۃ العقول گھر میں آگ لگا دی گئی اور حسب تحقیق علامہ شہرستانی فاطمہؑ کے اوپر دروازہ گرا دیا گیا جس سے جناب محسنؑ جن کا نام اپنے انتقال سے پہلے پیغمبر اسلام رکھ گئے تھے بطن فاطمہؑ میں شہید ہو گئے اور فاطمہ زہراؑ اسی صدمہ جانکاہ سے بعد وفات حضرت پیغمبر اسلامؐ صرف ۷۵ دن میں بروز سہ شنبہ ۳ جمادی الثانیہ سنہ ۱۱ھ کو دنیا سے ہمیشہ کیلئے ظاہری طور پر رخصت ہوگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

میت فاطمہؑ تابوت میں

شہادت کے بعد غسل و کفن سے فراغت حاصل کی گئی اُس کے بعد اُس نوایجاد تابوت میں آپ کی میت رکھی گئی جو معصومۂ عالم نے اپنے سامنے اسماء بنت عمیس سے بنوا کر رکھوا لی تھیں۔

علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ میت کے لیجانے کا پہلے یہ دستور تھا کہ ایک تختے پر لٹا کر چادر اوڑھا دیتے تھے۔ جناب سیدہؑ نے فرمایا کہ یہ تو مجھے ناپسند ہے کہ میری میت ایسے تختہ پر اٹھائی جائے جس سے جسم کا حجم معلوم ہو۔ اسی بنا پر ایک محفوظ تابوت اسماء نے تیار کیا تھا جسکو دیکھ کر حضرت سیدہؑ بہت خوش و مسرور ہوئی تھیں۔

(مجالس الابرار ترجمہ بحار ج ۱۰ صفحہ ۲۵۶)

میں کہتا ہوں کہ یہ دنیا والوں کیلئے سبق تھا یعنی جناب سیدہؑ نے تعلیم دی تھی کہ تمام معزز خواتین کو تابوت میں رکھ کر قبر لے جانا چاہیئے۔ اس لئے میں تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ جن کے وطنوں میں میت کے لیجانے کا تابوت تیار نہ ہو وہ تیار کرالیں کہ میت کا احترام بھی ہو اور سنت فاطمی پر عمل بھی ہو جائے۔

بابُ القرآن

نجوم القرآن

۶۸۶

ضرورت زمانہ کو دیکھتے ہوئے موقع کی نبض شناسی کا تقاضا ہے کہ قرآن مجید کو قانونی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اور یہ بتلایا جائے کہ یہ معجزہ محمدی جو کتاب کی شکل میں دنیا کے ہر فردہ کی طاقت سے بالا تر فصاحت و بلاغت کی مالک ہے۔ جس کے جواب سے کائنات عالم کی کل مخلوق عاجز اور سپر انداختہ ہے اسکی پاک آغوش میں اسلام کے وہ اصول و قوانین پرورش پاتے ہیں۔ جو دنیا کے تمام مذاہب کو بجا طور پر دعوت عمل دینے کے حقدار ہیں۔

قانون نمبر ۱ اللہ جو تمھارا خالق ہے اُسے پہچانو

عقل سلیم اور فطرت پکار رہی ہے کہ اپنے محسن کو پہچانو، خلاق عالم چونکہ پیدا کرنے اور عدم سے وجود میں لانے والا ہے لہذا سب سے بڑا محسن ہوا اس لئے اسکا پہچاننا وجود انسانی کا سب سے بڑا اور اہم فریضہ ہے۔ قرآن مجید اس فریضہ واجبہ کی طرف عقل سلیم کے مالک انسانوں کو متوجہ کر رہا ہے

(۱) یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناءً وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من کل الثمرات رزقاً لکم فلا تجعلوا للہ انداداً وانتم تعلمون

(پ ۱ رکوع ۳ - بقرہ)

(ترجمہ) اے لوگو! اپنے اس پالنے والے کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے گذر جانیوالوں کو پیدا کیا ہے "تاکہ" تم لوگ پرہیزگار بن جاؤ (دیکھو اللہ کو پہچانو) اللہ بس وہی ہے جس نے تمھارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو شامیانہ (چھت) بنایا اور تمھارے لئے اپنی قدرت کاملہ سے بلندی سے پانی برسایا اور پھر اُسی سے تمھارے کھانے کے بعض پھلوں کو تیار کیا۔ دیکھو تم جان بوجھ کر اسکا شریک و مثیل نہ بناؤ۔

(۲) ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استویٰ الی السماء فسوٰھن سبع سمٰوات وھو بکل شیءٍ علیم (پ ۱ رکوع ۳ سورہ بقرہ)

(ترجمہ) اللہ تو بس وہی ہے جس نے تمھارے ہی نفع کے لئے تمام چیزوں کو پیدا کیا (اور سنو بڑی قدرت والا اللہ) جب آسمان کے بنانے کی طرف متوجہ ہوا تو مضبوط اور مستحکم سات آسمان بنا ڈالے اور وہ تو ہر شے کا جاننے والا ہے۔

(۳) ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماءٍ فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لاٰیٰت لقوم یعقلون۔

(ترجمہ) اس میں کوئی شک نہیں کہ آسمانوں اور زمین کے
پیدا کرنے میں اور رات و دن کے ردوبدل میں
اور کشتیوں (وغیرہ میں) جو پانی کی سطح پر لوگوں
کے نفع کی چیزوں کو لیکر چلتی ہیں اور (اوس) پانی
میں جو خدا نے آسمان سے برسایا پھر اوس سے
زمین کو نئی زندگی دی (یعنی سرسبز و شاداب)
کردیا اور ہر قسم کے جانور اس میں پھیلا دیے اور
(اسکے علاوہ) ہواؤں کے چلانے میں اور ابر میں
جو آسمان و زمین کے درمیان چھایا رہتا ہے
(خدا کے پہچاننے کی) عقل والوں کے لئے کھلی
ہوئی نشانیاں ہیں۔

(۴) یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم
من نفس واحدۃ و خلق منہا زوجہا
و بث منہما رجالا کثیرا و نساء پ ۴
رکوع ۱۲ سورہ نساء آیت ۲

(ترجمہ) اے عقلمند انسانو! اپنے پالنے والے (کو
پہچانو اور) اس سے ڈرو جس نے تم سب کو
(ایک نفس (حضرت آدم) سے اسطرح پیدا کیا
(کہ پہلے ان کی باقی مٹی) سے اُن کی بی بی (حوا)
کو پیدا کیا اور صرف انھیں آدم و حوا سے دنیا
میں بہت سے مرد و عورت پیدا کردیے۔

(۵) ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف
یشاء پ ۳ رکوع ۹ سورہ آل عمران آیت ۵

(ترجمہ) دیکھو تمھارا اللہ وہ ہے جو رحم مادر میں
جیسی چاہتا ہے تمھاری صورت بناتا ہے۔

(۶) ان فی خلق السموات والارض واختلاف
اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب
الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و
علی جنوبہم و یتفکرون فی خلق السموات
والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا
سبحانک فقنا عذاب النار پ ۴ رکوع ۱۱
سورہ آل عمران آیت ۱۹۰-۱۹۱

(ترجمہ) بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش
اور رات و دن کے ہیر پھیر میں (اللہ کی قدرت
کے پہچاننے کے لئے) صاحبان عقل کے واسطے کھلی
ہوئی نشانیاں ہیں (اور صاحبان عقل بھی کیسے)
جو اس کو اُٹھتے بیٹھتے (سوتے جاگتے) کروٹ لیتے یاد
کرتے ہوں اور سوچا کرتے ہوں کہ آسمان و زمین کو
کس قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے اور (جب سمجھ
لیتے ہیں تو بیساختہ) کہہ اٹھتے ہیں (اے میرے
مالک) تو نے انھیں بیکار و عبث نہیں پیدا کیا (اسلئے
کہ تو فعل عبث سے) پاک و پاکیزہ ہے۔ اچھا ہمیں عذاب
جہنم سے بچالے۔

(۷) ان ربکم اللہ الذی خلق السموات
والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش
یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا والشمس
والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا لہ
الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین
پ ۸ رکوع ۱۴ سورہ اعراف آیت ۵۴

(ترجمہ) بیشک تمھارا پروردگار (خدا) ہی ہے جسنے
اپنی قدرت کاملہ سے صرف چھ دنوں میں آسمان
و زمین کو پیدا کردیا، پھر عرش کے بنانے پر آمادہ
ہوا۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے (تو گویا
رات دن کے پیچھے پیچھے تیزی سے ڈھونڈھتی پھرتی ہے
(دیکھو) اُس نے آفتاب و ماہتاب اور ستارونکو پیدا
کیا (تاکہ) یہ سب کے سب اسکے تابع فرمان ہیں

دیکھو خلق اور امر اُس خدا کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے (اور پیدا کرنے) والا ہے

(۸) اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شیٔ وان عسیٰ ان یکون قد اقترب اجلھم فبای حدیث بعدہ یومنون پ ۹ رکوع ۱۳ سورہ اعراف آیت ۱۸۵۔

(ترجمہ) کیا ان انسانوں نے آسمان اور زمین کی حکومت پر غور نہیں کیا اور خدا کی پیدا کی ہوئی دیگر چیزوں میں تفکر سے کام نہیں لیا اور نہ اس بات میں کہ بہت ممکن ہے کہ عنقریب اُن کی موت آجائے اور پھر اتنا سمجھانے کے بعد آخر کس بات پر ایمان لائیں گے اور اپنے خدا کو پہچانیں گے

(۹) اولم یتفکروا فی انفسھم ما خلق اللہ السموات والارض وما بینھما الا بالحق۔ پ ۲۱ رکوع ۴ سورہ روم آیت ۸

(ترجمہ) ان لوگوں نے اپنے دلوں میں یہ سوچکر (بھی خدا کو نہ پہچانا) کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہے اپنی قدرت کاملہ سے) بالکل ٹھیک ٹھیک پیدا کر دیا ہے

(۱۰) افلم ینظروا الی السماء فوقھم کیف بنیناھا وزیناھا وما لھا من فروج والارض مددناھا والقینا فیھا رواسی وانبتنا فیھا من کل زوج بھیج تبصرۃ وذکریٰ لکل عبد منیب ونزلنا من السماء ماءً مبارکاً فانبتنا بہ جنٰت وحب الحصید والنخل باسقات لھا طلع نضید پ ۲۶ رکوع ۱۲

سورہ قٓ آیت ۶ تا ۹۔

(ترجمہ) کیا ان لوگوں نے اپنے سروں پر مستحکم آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اسکو کیونکر بنایا ؟ اور اس کو کیسی زینت دی اور (لطف تو یہ کہ) اسمیں کہیں شگاف نہیں اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اسپر بھر گرانبار پہاڑ رکھدیے اور اس میں سیکڑوں قسم کی خوشنما اور دلپسند چیزیں اگائیں تا کہ سمجھدار بندے ہدایت اور عبرت حاصل کریں (اور سنا) ہم نے آسمان سے نہایت ہی مبارک پانی نازل کیا اور اس سے باغات کھیتی اناج وغیرہ اگایا اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا بور گتھا ہوا ہوتا ہے (پیدا کیا)

(۱۱) وفی الارض اٰیٰتٌ للموقنین و فی انفسکم افلا تبصرون وفی السماء رزقکم وما توعدون پ ۲۶ رکوع ۱۸ سورہ ذاریات ۲۰-۲۱-۲۲۔

(ترجمہ) یقین (کی صلاحیت) رکھنے والوں کے لئے زمین اور اُن کے نفسوں میں خدا کی روشن نشانیاں ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں (اور سنا) آسمان ہی میں تمھارا رزق اور سب موعودہ چیزیں بھی ہیں۔

(۱۲) فلینظر الانسان الی طعامہ انا صببنا الماء صباً ثم شققنا الارض شقاً فانبتنا فیھا حباً وعنباً وقضباً وزیتوناً ونخلا وحدائق غلباً وفاکھۃ واباً متاعاً لکم ولانعامکم پ ۳۰ رکوع ۵ سورہ عبس آیت ۳۲-۲۵۔

(ترجمہ) اگر سمجھ ہو تو انسان کو اپنے کھانے ہی

کی طرف نظر کر کے نتیجہ پر پہونچنا چاہیئے۔

(دیکھو) ہم ہی نے بادل سے پانی برسایا۔ پھر ہم ہی نے زمین پر درخت وغیرہ اگا کر زمین (کی چھاتی) کو چاک کیا پھر ہم نے اس میں اناج اگایا اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے گھنے باغ اور میوے اور چارا۔ یہ سب کچھ تمھارے اور تمھارے چوپاؤں کے لئے (بنایا)

(۱۳) فلینظر الانسان مم خلق خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب الخ پ ۳۰ رکوع ۱۱ سورہ طارق آیت ۵۔ ۷

(ترجمہ) انسان کو چاہیئے کہ اس پر غور کرے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہے، وہ اچھلتے ہوئے (قدرتی پانی) سے پیدا ہوا ہے جو پیٹھ اور سینہ کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

(۱۴) افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت فذکر انما انت مذکر۔

پ ۳۰ رکوع ۱۳ سورہ غاشیہ آیت ۱۷۔ ۲۱۔

(ترجمہ) کیا یہ لوگ اونٹ کی تخلیق کی طرف غور و فکر نہیں کرتے کہ کیسا عجیب قسم کا پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کی سمت نظر نہیں کرتے کہ کیونکر (بلاستون) بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیونکر نصب کئے گئے ہیں اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ (کس حکمت سے) بچھائی گئی ہے (اے پیغمبر) تم نصیحت کئے جاؤ تمھارا بس یہی کام ہے

مختصر تشریح معرفت باری تعالیٰ کے سلسلے میں ایسی صرف چودہ چیزیں پیش کی گئیں جو اپنے پاک دامن میں خدا کے پہچاننے کا راز چھپائے ہوئے ہیں۔ ہر عاقل ادنیٰ تامل سے سمجھ سکتا ہے کہ جس نے آسمان و زمین، رات اور دن چاند اور سورج عرش اور کرسی وغیرہ بنایا اور جس نے دریا و سمندر کی نرم ترین سطح پر بوجھل سے بوجھل کشتی اور جہاز جاری کیا۔ آسمان سے پانی برسایا۔ اور کھیتی کی چھاتی سے باغات۔ غلہ جات اور دیگر قسم کی زراعت اگائی۔ اور ہواؤں کو پیدا کیا اور جس نے ایک قطرۂ آب سے متقضائے ماہیت انسان بنا دیا جو آگ۔ پانی، ہوا اور مٹی کا مجموعہ ہے اور کیسا انسان جسکے چہرہ کا نقش و نگار تاریک رحم مادر میں تیار کیا جہاں نہ کسی تیز نگاہ والے کی نگاہ پہونچ سکتی ہے اور نہ کسی نقاش کا قلم جا کر نقش و نگار کے فرائض ادا کر سکتا ہے، اور نقش بھی بنایا تو پانی کے نرم قطرے پر اور اتنا مستحکم کہ نقش کالحجر ہو گیا جبتک حیات باقی، چہرے کا نقشہ باقی بلکہ اگر جسم خاک کی غذا نہ بن جائے تو فنا سے ہمکنار ہونے والا آغوش قبر میں سو کر بھی اپنے نقش صورت کی بقا سے نقاش ازل کی قدرت کاملہ کا پتہ دے گا۔

بہرحال جو ان تمام انسانی محالات پر قدرت کاملہ رکھتا ہو وہی اللہ ہے اور اسی کی معرفت حیات انسانی کا اولین فریضہ ہے اسلئے کہ بحکم خدا و رسول عبادت واجب ہے اور عبادت ہو نہیں سکتی جب تک معرفت نہ ہو۔ اور معرفت ہو نہیں سکتی جب تک دامن اہلبیت رسالت سے تمسک نہ ہو

اس لئے کہ صادق آل محمد فرماتے ہیں ' بنا عرف اللہ و بنا عبد اللہ نحن الادلاء علی اللہ ولولا انا ما عبد اللہ ' کہ ہمارے ہی ذریعہ سے اسے پہچانا گیا اور ہماری ہی وجہ سے اسے معبود عالم ہوا، ہم ہی اس تک پہونچانے میں رہبر ہیں۔ اگر ہم نہ ہوتے اس کی عبادت نہ ہوتی۔ کتاب التوحید صدوق ج باب ۱۲

لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے اہلبیت سے تمسک کرنا چاہئے جب تمسک ہوگا تو معرفت ہوگی۔ جب معرفت ہوگی تو عبادت ہوگی جب عبادت ہوگی تو غرض خلقت پوری ہوگی، وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔

(نوٹ) قرآن مجید کی کثیر آیتیں خداوند عالم کی معرفت پر روشنی ڈال رہی ہیں لیکن ہم نے چودہ مواقع کی آیتیں صرف اسلئے پیش کی ہیں کہ یہ واضح رہے کہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کی احادیث کے بے حساب دریا کتابوں کے دامن میں بصورت اوراق کروٹیں لے رہے ہیں۔ اگر عاقل بصیر چاہے تو معرفت کے آبدار موتی دستیاب ہوسکتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

دُرہائے عقیدت

عمدة الشعراء جناب مولانا سید محمد عادل صاحب عادل صدر الافاضل مدرس سلطان المدارس لکھنؤ

خنکی دل و دیدۂ پیغمبر رحمت — حاصل ہے جسے مادرِ عیسیٰ پہ فضیلت
اُن مانکے فضائل کو بھلا کیا کوئی سمجھے — ہوں جسکے پسر لائق سرداری جنت
بے اذن ملک تا درِ دولت نہیں آیا — اللہ ری معصومۂ عالم کی جلالت
دو نور نظر خالق عالم نے دیے ہیں — اک صلح کی رفعت ہو تو اک نازِ شہادت

معصومۂ کونین کے دلداروں کی خاطر
رضواں کے لئے فخر ہے خیاطا کی خدمت

سالانہ مجلس

حسب معمول قدیم نظامی پریس آہنی پھاٹک میں ۲۶ رجب سنہ ۶۲ھ بوقت ۱۲ بجے دن مداح آل پیمبر حضرت بادشاہ مرزا صاحب ثمر بالقابہ لکھنوی مرثیہ نو تصنیف پڑھیں گے۔ لہذا شائقین سخن سے استدعا ہے کہ شریک مجلس ہوکر شکریہ کا موقع دیں۔

سید لائق علی جوہر لکھنوی

باب الترجمۃ

مسلمان لڑکیاں اور تعلیم جدید

نگاشتۂ عالیجناب سید علی محسن صاحب ایم اے، بی، ٹی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جسطرح تعلیم مردوں کو انسان بناتی ہی اسی طرح عورتوں کے لئے بھی زیور انسانیت ہے۔ معصومینؑ کے ارشادات بتاتے ہیں کہ علم کی تحصیل ایک قسم کا فریضہ ہے۔ یوں تو ہر اُس علم کا حاصل کرنا مستحسن ہے جو آدمی کو انسانیت کے لباس سے آراستہ بناسکے لیکن احادیث میں جہاں جہاں علم کو فریضہ بتایا ہے اس سے علم دین ہی مراد ہے جیسا کہ صاحب تنبیہ الغافلین نے تحریر فرمایا ہے اسکے علاوہ عقل سلیم خود بتلاتی ہے کہ انسان کو وہی علم حاصل کرنا چاہیئے جس سے اخلاقیات درست اور انسانیت کمل ہوسکے یعنی اُن علوم کی تحصیل سے پرہیز کرنا چاہیئے جو مخرب اخلاق اور کشندہ انسانیت ہوں۔ اسلئے کہ تحصیل علم کا مطلب ہی یہ ہے کہ اخلاقیات بام ترقی پر پہونچ سکیں۔ کہا جاتا ہے کہ عورتوں کو سورۂ یوسف نہ پڑھاؤ۔ میں صحیح طور پر یہ نہیں بتا سکتا کہ اس مخالفت کے اسباب کیا ہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ قصور عقل و ہوش کی وجہ سے وہ اپنے جذبات کی برافروختگی پر قابو پانے میں دقت محسوس کریں۔ دیکھئے کہ سورۂ یوسف بھی اُسی قرآن کا ایک جزو ہے جس کی تعلیم فرض قرار دیگئی ہے لیکن حکمار کی دوررس نگاہوں نے محدود کرکے بتادیا کہ کوئی علم جس سے اخلاقیات پر بُرے اثرات کے ترتب کی موہوم امید بھی ہو۔ عورتیں اسکے حاصل کرنے کی زحمت نہ گوارہ فرمائیں۔

میرے دوستو! عورتوں کو تعلیم دلواؤ اور ضرور دلواؤ لیکن بس انھیں علوم پر اکتفا کرو جنکی تحصیل سے اخلاقیات بگڑنے کے بجائے بنتے اور سدھرتے چلے جائیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ تم اپنے لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم میں یہ صورت اختیار کرو کہ پہلے علوم دینیہ تعلیم کرکے انکی اعتقادی بنیاد کو اطمینانی طور پر مضبوط کرلو تب عقلی طور پر مناسب اقدام کرنیکے حقدار بن سکتے ہو۔ "والا فلا"

ہم بڑی مسرت کے ساتھ ذیل میں ایک اصلاحی اور قابل قدر مقالہ درج کرتے ہیں جو جناب علی محسن صاحب ایم۔ اے کا عطا کردہ ہے۔ موصوف نے اُسے اخبار "ڈان" سے ترجمہ کرکے بھیجا ہے۔ ہم نے اسے پڑھا۔ ہم کو پسند آیا۔ ہم اسکے افادی پہلوؤں کو دیکھتے ہوئے اپنے معاصرین سے گذارش کرتے ہیں کہ اُسے اپنے اخبارات و رسائل میں ضرور جگہ دیں اور اسے نقل کرکے کثیر سے کثیر تر نظروں سے گذرنے کا موقع نکالیں۔ (ادارہ)

یہ مضمون انگریزی روزنامہ "ڈان"
Dawn میں ۸ر مئی ۶۳ء کو جناب ہاشم شریف
صاحب کے نام سے شایع ہو چکا ہے۔ اسکی افادیت
محرک ہوئی کہ میں اسکا ترجمہ اُردو میں کرکے ان خیالات
کو اردو داں پبلک تک پہونچا دوں۔

جس طرح ایک سنگ تراش (بے ترشے ہوئے)
سنگ مرمر کو سڈول کر دیتا ہے اسی طرح تعلیم انسان
کو سنوار دیتی ہے۔ تعلیم صحیح معنوں میں یہ نہیں ہے کہ
بہت سی کتابیں پڑھ لیجائیں۔ اسکا حقیقی و اعلیٰ مقصد
یہ ہے کہ علم کی اشاعت ہو، جذبات میں توازن قائم
ہو، اعلیٰ مقاصد پیدا ہوں، مکمل مذہبی احساسات
بیدار ہوں اور بہرحال صحیح اخلاقی قوت پیدا کیجائے
انہیں مقاصد کی بنا پر ہمارے رسول صلی اللہ
علیہ وآلہ نے فرمایا تھا طلب العلم فریضۃ علی کل
مسلم و مسلمۃٍ مگر یہ ہمارے سوہانِ روح کا
باعث ہے کہ باوجود اس مقدس حکم کے ہم نے تعلیم نسواں
کو پس پشت ڈال رکھا ہے اور اپنی عورتوں میں جہالت
ساری کر رکھی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم تعلیم نسواں کی
طرف متوجہ ہوں اور اپنی بہنوں۔ بیویوں اور لڑکیوں
کو تعلیم دلوائیں۔ انکی تعلیم زمانہ کی اہم ترین ضروریات
میں سے ہے۔ اس کے بغیر ہم سیاسی۔ اقتصادی اور
معاشرتی ترقی سے دوچار نہیں ہو سکتے۔

اب سوال یہ ہے کہ ہمارے طبقہ نسواں کو
کس قسم کی تعلیم دیجائے۔ میں اس امر کا قطعی مخالف ہوں
کہ ہماری مسلمان لڑکیوں کو نام نہاد تعلیم جدید دلوائی
جائے۔ موجودہ نظام تعلیم از سر تا پا ناقص ہے اور
اسکے نقصانات اسکے فوائد سے کہیں زیادہ ہیں۔ یہ ہماری
انفرادیت کا قلع قمع کر دیتا ہے ہم میں احساس کمتری
پیدا کر دیتا ہے۔ اپنی تہذیب۔ تمدن و مذہب سے
منافرت پیدا کر دیتا ہے بقول مکالے (Macaulay)
کوئی ہندوستانی ایسا نہیں جو انگریزی تعلیم حاصل
کرتا ہو اور اپنے مذہب سے بخلوص وابستہ رہ جاتا ہو
موجودہ نظام تعلیم کا واحد مقصد اپنے گورے رنگ
کے آقاؤں کے لئے ایسے کلرک پیدا کرنا ہے جو باعتبار
نسل و رنگ ہندوستانی ہوں اور باعتبار مذاق
رائے، اخلاق، و دماغ انگریز ہوں۔

لڑکیوں کے لئے تو انگریزی تعلیم اور زیادہ
مضرت رساں ثابت ہوئی ہے۔ بجائے اسکے کہ اس
تعلیم کی بدولت ان میں پختہ سیرت کی اہلیت پیدا
ہو جائے۔ یہ انکو زیب و زینت کی طرف مائل کر دیتی
ہے۔ پاؤڈر، ہونٹوں کی سرخی، بے آستین کے جمپر
اور انگریزی حرف وی (V) کی شکل کے گلے والی
انگریزی پوشاکیں وہ برکات ہیں جن سے جدید
تعلیم یافتہ لڑکیاں بہرہ اندوز ہوتی ہیں۔ ممکن ہے
کہ سننے میں یہ عجیب و غریب اور تلخ معلوم ہو مگر
حقیقت کو بے نقاب کیجئے تو ہے یہی۔

ڈاکٹر اقبال تعلیم نسواں کے بڑے حامی تھے مگر
وہ بھی موجودہ نظام تعلیم کو ناپسند فرماتے تھے۔ اپنی
نگاہ دوررس کی بنا پر اس (نظام) کے برے عواقب
ان کے پیش نظر تھے۔ موجودہ تعلیم نسواں کی افادیت
ان کی نظر میں مشکوک تھی۔ فرماتے ہیں ؎

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈھ لی قوم نے فلاح کی راہ
روشِ مغربی ہے مدِّ نظر
وضعِ مشرق کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈراما دکھائیگا کیا سین
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

موجودہ تعلیم کی سب سے بڑی لعنت لڑکیوں کے لئے یہ ہے کہ وہ مردانگی پسند کرتی ہیں اور بجائے اپنے گھروں کی ملکہ بننے کے مختلف شعبہ جات زندگی کو اپنے توسنِ عمل کی جولانگاہ بنانا چاہتی ہیں اور مردانے پیشے اختیار کرنا چاہتی ہیں۔ ان کے نزدیک مقدس فرائضِ خانہ داری اور بچوں کی تربیت ذلیل و شرمناک مشقت ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے ایک عمدہ شعر میں نہایت مناسب سوال کیا ہے۔

کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بے کار و زن تہی آغوش

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرد و عورت کو قدرت نے باعتبار جسم، رجحان طبیعت و نفسیاتی خصوصیات جداگانہ بنایا ہے۔ بنابریں دونوں کے فرائض و عمل کی دنیا بالکل ایک دوسری سے مختلف ہے۔

جان اسٹورٹ مِل (John Stuart Mill) نے اپنی کتاب (On Liberty) (آزادی کے متعلق) میں مرد و عورت کے فرائض و عمل کے احاطہ کی تعیین پر بحث کی ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"جب گھر کی کفالت جائداد سے نہیں بلکہ آمدنی سے ہوتی ہے تو یہ عام دستور کہ مرد کماتا ہے اور عورت اخراجات خانہ داری کی نگراں رہتی ہے میرے خیال میں دونوں کیلئے عمومی حیثیت سے یہ موزوں ترین تقسیم عمل ہے۔ اگر بچے جننے کی جسمانی تکلیف اور انکی کمسنی کی نگہداشت و تعلیم و تربیت کی تمام ذمہ داری کے علاوہ بیوی سمجھداری اور کفایت شعاری سے شوہر کی کمائی گھر کے آرام و آسائش میں مناسبت کے ساتھ صرف کرے تو وہ ان جسمانی و دماغی کاوشوں میں جو انکے متحدہ وجود کے لئے درکار ہیں، نہ صرف اپنا مناسب حصہ بلکہ عموماً زیادہ حصہ لیتی ہے اگر وہ اُسکے علاوہ کسب معیشت میں بھی حصہ لے تو شاذ و نادر ہی اُسے اسکا موقع ملے گا بلکہ یہ اسکے (مذکورہ) فرائض کی انجام دہی میں مخل ہوگا۔"

ان تمام باتوں سے یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ میں اسکی حمایت کر رہا ہوں کہ عورتیں محض بچے پیدا کرنے کی مشین سمجھی جائیں اور جاہل رہیں۔ میرے کہنے کا مقصد تو یہ ہے کہ صحیح تعلیم کے تمام برکات سمیت عورت کے عمل کی دنیا اسکا گھر ہے جہاں کی ملکہ بننا۔ اور پھولنا پھلنا اُسے ضرور ہے۔ اگر اُسے دنیا پر حکومت کرنا ہے۔

ان کی تعلیم لڑکوں کی تعلیم سے بالکل مختلف ہونا چاہیئے (مجھے مسرت ہے کہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے گورنمنٹ کو اس کی طرف متوجہ کیا ہے) ان کے لئے ایک نیا نظام تعلیم تیار ہونا چاہیئے جسکا مقصد ہو کہ گھروں کی عمدہ بیویاں، محب وطن اور مدبر عمل کی لائق و قابل فخر مائیں بنائی جائیں نہ یہ کہ سیر و تماشے پسند کرنے والی لڑکیاں اور گونجتے ہوئے پلیٹ فارم کی تتلیاں بن کر رہ جائیں۔

الواعظ باب التصنیف و التالیف

نگاشتہ

عمدۃ الواعظین جناب مولانا سید حمید حسن صاحب قبلہ صدر الافاضل مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

مع مقدمہ

نجم الواعظین مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی ادیب فاضل فقیہ فاضل حدیث فاضل صدر الافاضل

بانی مدرسۂ امجدیہ، ناظم امجدیہ لائبریری، سرپرست ادارہ عالیہ شیعہ مشن پرگنہ کراری ضلع الہ آباد

مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

باسمہ سبحانہ

مقدمہ

جب تک کسی مذہب کی بنیادی حالت معلوم نہ ہو اُس کے عقائد کی کمزوری کا اظہار دلچسپی نہیں پیدا کرتا اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مذہب آریہ کی بنیاد پر جستہ جستہ نہایت ہی ہلکی سی روشنی ڈالیں۔

مذہب آریہ کے بانی یا مبانی

اس نوتراشیدہ مذہب کے بانی، پنڈت سوامی دیانند سرسوتی ہیں۔ آپ ۱۸۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ بچپنے کا زمانہ گزارنے کے بعد جوانی کی بڑھتی ہوئی امنگوں کا اپنے افعال سے استقبال کیا۔ اور جوانی دیوانی کے اصول پر آوارہ گردی کی ٹھان لی اور ۱۸۴۶ء میں اپنے گھر بار کو ترک کر کے وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔ پندرہ بیس سال ادھر ادھر کی سیاحی یا آوارہ گردی میں بالکل اسی طرح گزارے جس طرح آج بھی اکثر سادھو گزارا کرتے ہیں۔ مختلف زیارت گاہوں کی زیارتیں کیں۔ میلوں میں بصد جوش و خروش شریک ہوا کئے۔ ایسے اکثر افراد سے ملتے جلتے رہے جن کے اخلاق ناشائستہ و مشکوک تھے۔ آپ کے ملنے والے سادھوؤں میں ایسے سادھو بھی تھے جو شراب گانجہ، بھنگ کی جیسی نشہ والی چیزوں کے استعمال کے عادی تھے اور چند ایسے بھی تھے جو خود پنڈت جی کے بیان کی رو سے گوشت خوار تھے۔ اور چند ایسے تھے جو بہت ہی شریر النفس و بدمعاش تھے جنکو تانتری یا وام مارگی کہتے ہیں۔

(ستیارتھ پرکاش انگریزی صہ و دیانند کی سوانح عمری مرتبہ باوا چھجو سنگھ صہ)

اپنی اس زندگی کے نقشہ کو بہت ہی سنبھلتے ہوئے پنڈت جی نے خود اپنے الفاظ میں یوں تحریر فرمایا ہے۔

"گھر سے نکلکر پہلے پہل سائلا یوگی ایک آدمی تھا اُس کے پاس گیا۔ لیکن وہاں پر بھی مجھے شانتی نہ ملی اور لوگوں سے سُنا کہ لالہ بھگت نامی ایک یوگی ہیں اسواسطے اُن کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں ایک براگی ایک مورتی رکھکر بیٹھا ہوا تھا۔ بات چیت ہونے پر وہ بولا کہ انگلی سے سونے کا چھلا اتار ڈال ورنہ ویراگ کی سیدھی کیسے ہوگی۔ مجھے اس طرح پر کہا کہ اس نے میرے تینوں چھلے مورتی کی بھینٹ چڑھا لئے۔ لالہ بھگت کے پاس جاکر یوگ کے دھن کرنے لگا۔ پھر وہاں سے احمد آباد کے نزدیک کوٹ کانگڑہ نامی ایک گانوں میں آگیا۔ اس جگہ میں تین مہینہ رہا۔ چونکہ اُس جگہ براگی مجھ پر ہنسنے لگے۔ اسلئے جو ریشمی کنارہ دار دھوتی پہنتا تھا وہ میں نے پھینک دی۔ میں نے ایک سلوی دھوتی خرید کر پہن لی۔ اور تب سے اپنا نام (برہمچاری) رکھ لیا۔ وہاں سے سدھو پور کے میلے میں گیا۔ اور باپ سے گرفتار ہو کر میں وہاں سے بھاگ نکلا۔ سدھو پور سے میں بڑودہ کو آیا۔ اسوقت نربدا کے کنارے پر یوگانند سوامی رہتے تھے۔ اُس جگہ پر ایک دکھشنی برہمن کرشن شاستری بھی رہتے تھے۔ اُن کے پاس میں

کچھ کچھ پڑھتا رہا۔ اُس کے بعد راگ گرو کے پاس سے ویدانت پڑھا۔ موضع جانڈسود میں دو گوسائیں آئے جو راگ یوگ کرتے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ احمد آباد تک گیا۔ وہاں پر ایک برہمچاری ملا۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد میں نے اسکا پیچھا چھوڑ دیا۔ وہاں سے چلتے چلتے میں ہردوار پہونچا وہاں اس وقت کمبھ کا میلہ تھا۔ ہمالہ پر گیا ہمالہ پربت پر پہونچکر یہ ارادہ ہوا کہ جان گنوا دوں۔ پھر من میں خیال آیا کہ گیان حاصل کرنے کے بعد جان دینا چاہیئے۔ یہ نشچے کر کے میں متھرا میں آیا وہاں مجھے سنیاسی نیک مرد ملے۔ اُن کا نام ورجانند سرسوتی تھا۔

ملاحظہ ہو۔ آپدیش منجری از صفحہ تا صفحہ

ناظرین کرام۔ پنڈت جی کی تحریر میں بہت سی چیزیں ملتی ہیں۔ اول تو یہ کہ آپ پورے طور پر آوارہ گردی میں مشغول رہے اور مختلف مقامات پر چکر لگاتے رہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں آپنے کچھ عرصہ تک قیام کیا ہو۔ گئے اور فوراً چل دیئے۔ پڑھنے کا بھی جہاں ذکر کیا ہے وہاں بھی بس اسیقدر لکھتے ہیں کہ "میں کچھ کچھ پڑھتا رہا" اس سے معلوم ہوا کہ تعلیمی ذوق آپ کی سیر و سیاحت میں کارفرما نہیں تھا۔ دوسرے آپ سونے کی چیزوں کے پہننے کے شائق تھے گویا دنیاداری میں کمال حاصل کئے ہوئے تھے۔ تیسرے آپ ریشمی کنارہ کی دھوتی پہنتے تھے جس سے آپ کی شوقینی اور آوارہ منشی کا پتہ چلتا ہے۔ اور لطف یہ کہ جب بیراگی آپکے رنگیلے پن پر ہنسنے لگے تو آپنے وہ دھوتی اتاری معلوم ہوا کہ بیراگیوں کی نظر میں پنڈت جی یا تو قابل مضحکہ تھے یا اُن کا یہ لباس ان کی نظر میں شریفانہ نہ تھا۔ چوتھے یہ کہ پنڈت جی جب تمام گھوم پھر کر ہمالہ پربت پر پہونچے تب تک بالکل گیان سے خالی اور کورے کے کورے تھے پانچویں یہ کہ پنڈت جی نے یہ سارا زمانہ جو آوارہ گردی میں گزارا تو اس کا مطلب یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ یوگ سادھن کی تلاش میں تھے۔ بلکہ آپکے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ "شاہی" تلاش کر رہے تھے۔ اگرچہ انھوں نے شاہی تو نہیں پائی البتہ ابرق کا کشتہ بنانا اور پارے کی گولیاں تیار کرنی سیکھ لیں۔ دنیاوی اور نظری امور میں تجربہ رکھنے والے خوب سمجھ سکتے ہیں کہ پنڈت جی کا ان چیزوں میں مہارت پیدا کرنا معنی خیز ہے یا نہیں۔ چھٹے یہ کہ پنڈت جی کو آخر میں ایک نیک مرد سنیاسی ورجانند سرسوتی ملے۔ لہٰذا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپکے تمام گردش میں صرف ایک ہی نیک مرد ملے بقیہ جسقدر بھی ملتے رہے سب کے سب بد تھے۔ اس سے بھی آپکے کیرکٹر کا پتہ چلتا ہے۔ جہاں تک مورخانہ قیاس کا تعلق کہا جا سکتا ہے کہ پنڈت جی نے انھیں سے شاید کچھ حاصل بھی کر لیا ہو لیکن دراصل آپ کی تعلیم کا کوئی خاص ذکر آپ کی تحریر میں نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ تعلیم سے آخر عمر تک کورے ہی رہے۔

بہرحال تجربہ حاصل ہی کر چکے تھے اور شاہی کی پہلے سے تلاش تھی ہی۔ کچھ تھوڑا بہت پڑھکر اپنے تجربہ کے علم کے زیرسایہ شاہی کی بنیاد رکھنے کھڑے ہوگئے۔

آریوں کا عقیدہ تناسخ کہاں سے پیدا ہوا

پنڈت جی نے یہ سوچا کہ مال والی شاہی تو مل ہی نہیں سکتی اور علم والی شاہی بھی نصیب نہ ہوگی مناسب ہے کہ عوام کو بہکا کر مذہب کی لیڈری حاصل کرو۔ یہ بھی ایک قسم کی شاہی ہے۔ لیکن فوراً تجربہ کار دماغ نے اس نتیجہ پر پہونچایا کہ مذہبی لیڈر بہت کافی علم والے بھی ہیں اُن کے سامنے میرا چراغ تو چلے گا نہیں لہٰذا کیوں نہ کوئی نیا مذہب ایجاد کر دو۔ اگر لوگ ماننے لگے

تو کیا کہنا۔ شاہی مل ہی جائے گی۔ اور اگر کامیابی نہ حاصل ہوگی تو دیکھا جائے گا۔ غرضکہ پنڈت جی نے تناسخ پر غور کرنے کے بعد بچوں کے اُن ڈرانے والے الفاظ کو مذہب کا رنگ دینا شروع کر دیا جنکی ہم ذیل میں تشریح کرتے ہیں۔

ناظرین کرام جس طرح آج بھی یہ دستور ہے کہ جب بچے شب میں رونے لگتے ہیں تو مائیں صرف اس غرض سے کہ بچے خاموش ہو کر سو جائیں اس قسم کے لفظیں جو حقیقت سے کوسوں دور ہوا کرتی ہیں استعمال کرتی ہیں، دیکھو لولو ہے، دیکھو شیر آیا ہے، ہوا ہے، ورنہ کتا کاٹ لیگا وغیرہ وغیرہ۔ یا ذرا سمجھدار بچوں کو یوں ڈراتے ہیں کہ اب اگر یہ کام کیا ہاتھ توڑ دیئے جائینگے، پاؤں توڑ دیئے جائینگے یا کان کاٹ دیں گے بس اسی سے ملتی جلتی لفظیں پرانے زمانہ میں بھی انھیں موقع پر مستعمل ہوتی تھیں مثلاً اگر تم نے چوری کی تو بندر بن جاؤ گے اور درختوں پر اُچکتے پھرو گے۔ اگر کسی کو مارو گے تو چھپکلی ہو جاؤ گے۔ اِدھر اُدھر چپکے چپکے پھرو گے۔ غرضکہ اسی طرح بچوں کو ڈرایا دھمکایا جاتا تھا۔

پنڈت جی نے سوچا کہ عوام کے کانوں میں یہ لفظیں بچپنے ہی سے پڑی ہوئی ہیں چلو اسی کو حقیقت کا جامہ پہنا کر ایک مذہب تیار کرو عوام اسمیں جلدی پھنس جائیں گے۔ اسی سلسلہ میں فلفیین کی بکواس سے بھی فائدہ اٹھایا۔

چنانچہ انھوں نے ان حقیقت سے دور الفاظ کو عقیدہ کا جامہ پہنانا شروع کر دیا اور اپنے علم کے مطابق اُن پر ادلہ چپکانے لگے۔ تھوڑے زمانہ تک تو اس کا کوئی اثر نہ ہوا لیکن نتیجہ پر وہ ایک مذہب کے اُسی طرح بانی مشہور ہو گئے جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی ایک مذہب کے بانی مانے جانے لگے۔

جب اس مہمل خیال کو اُنھوں نے اپنے پروپیگنڈے سے عقیدہ بنا دیا تو لامحالا جنت و دوزخ وغیرہ قدم مادہ کا راگ الاپتے ہوئے انکار کرنا پڑا اور وہ یہ کہنے لگے کہ نہ جنت ہے اور نہ دوزخ حالانکہ خود اُن کے اصلی مذہب کی معتبر اور قدیم کتابیں جنت اور دوزخ کا پورے طور پر پتہ دیتی ہیں۔ سکنڈ پران برھما کھنڈ اشلوک ۱۱ میں ہے۔ جو کوئی ویدوں کی جڑ کاٹے اُس سے بڑھکر کوئی گناہگار نہیں۔ وہ اندھیرے سخت دوزخ میں ڈوب مرتا ہے الخ۔ اس کے علاوہ بھاگوت پران اشلوک ۶۲ ادھیائے ۱۲ میں ہے کہ رگ وید، یجر وید، سام وید سے بہشت کے شہد کے حوض۔ گھی کے حوض دودھ کے حوض کا پتہ چلتا ہے الخ

ناظرین کرام آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اُن کی پرانی کتابیں جنت و دوزخ کا پتہ دیتی ہیں اور جب جنت دوزخ کا وجود تسلیم کر لیا جائیگا تو تناسخ خود بخود باطل ہو جائے گا۔ اسی لئے پنڈت جی نے شاہی حاصل کرنے کے لئے جنت و دوزخ سے انکار کر کے تناسخ کا ایک بالکل نیا اور وہمی مذہب جاری کر دیا ہے جنکی اُن بنیادوں کو جنھیں خود پنڈت جی نے اپنے تجربوں سے کام لیکر قائم کیا ہے ہمارے لائق دوست مولانا حمید حسن صاحب نے اس طرح اکھاڑ کر پھینک دیا ہے کہ اب کوئی انصاف پسند آریہ اُن کی تجدید کی ہمت نہ کریگا۔ والسلام

سید نجم الحسن کراروی
۱۲ جون ۱۹۲۳ء

۷۸۶

آریوں کا عقیدۂ تناسخ

تناسخ ایک علمی مسئلہ ہے جس پر قلم اُٹھانے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ زمانہ قدیم میں یہ مسئلہ فلاسفہ کا آماجگاہ رہ چکا ہے۔

لیکن اس زمانہ میں بھی آریہ اس عقیدہ کے قائل ہیں اور اس کے لئے سوامی دیانند سرسوتی نے ثبوت فراہم کرنے اور عقلی دلائل تراشنے اور اس کے خلاف مذاہب کی رد کرنے میں۔ ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے۔ اور اب تک ان کے متبعین کافی کد و کاوش سے مسئلہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر ایک تحقیقی نگاہ ڈالی جائے۔

اگرچہ یہ مضمون خشک ہے لیکن مذاہب کی تحقیق کا شوق رکھنے والوں کے لئے خصوصاً جن کا مذاق عقلی ہو دلچسپی سے خالی نہیں۔

تناسخ کیا چیز ہے

تناسخ۔ حکما و فلاسفہ کے نزدیک ارواح کے ایک جسم حیوانی سے دوسرے جسم حیوانی میں منتقل ہونے کو کہتے ہیں جیسا کہ کتاب ملل و النحل شہرستانی میں موجود ہے۔

برادران وطن۔ خواہ آریہ ہوں یا سناتن دھرم اُن کے نزدیک تناسخ جیو اور روح کے ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے جسم میں جانے کو کہتے ہیں خواہ جسم حیوانی ہو یا نباتی یا جمادی۔ جیسا کہ نیائے درشن و ستیارتھ پرکاش میں معنی تناسخ موجود ہیں۔

سوال۔ تناسخ کے کیا معنی ہیں۔

جواب۔ ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے جسم میں جانا۔

نیائے درشن چوتھا ادھیائے آھنک پہلا صفحہ ۲۰۵

"سوال" انسان کا جیو حیوانات وغیرہ حیوانات وغیرہ کا انسان کے جسم میں عورت کا جیو مرد اور مرد کا عورت کے جسم میں جاتا ہے یا نہیں۔

جواب۔ ہاں جاتا ہے کیونکہ جب بدی بڑھ جاتی ہے اور نیکی کم ہو جاتی ہے تو انسان کا جیو حیوانات وغیرہ ادنیٰ اجسام میں جاتا ہے اور جب نیکی زیادہ اور بدی کم ہو تب دیوتا یعنی علماء کا جسم ملتا ہے اور جب نیکی بدی برابر ہوتی ہے تب عام آدمیوں کا جسم حاصل ہوتا ہے اس میں بھی نیکی کے اعلیٰ متوسط ادنیٰ جسم وغیرہ میں ہوتے ہیں اور جب زیادہ گناہ کا پھل حیوانات وغیرہ درخت پتھر وغیرہ کے جسم میں بھوگ لیا جاتا ہے۔ پھر نیکی بدی برابر رہنے سے جیو انسانی جسم میں آتا ہے اور نیکی کا ثمرہ اٹھا کر پھر متوسط انسان کے جسم میں آتا ہے۔ جب جیو جسم سے نکلتا ہے۔ اُس کا نام موت ہے اور داخل ہونے کا نام جنم (ولادت) ہے۔

ستیارتھ پرکاش باب نواں صفحہ ۴۲۵ بار چہارم
گیلانی پریس لاہور

جو شخص جسم سے چوری ،غیر عورت کے نزدیک جانا ،
بھلے لوگوں کو مارنا وغیرہ برُے کام کرتا ہے اس کو درخت
وغیرہ غیر متحرک (پتھر وغیرہ) ساکن چیز کا جنم ملتا ہے زبان
سے کئے ہوئے کام سے پرند وچرند وغیرہ اور مَن سے
کئے ہوئے برُے کاموں سے چنڈال وغیرہ کا جنم ملتا ہے ۔
ستیارتھ پرکاش باب نواں صفحہ ۳۳ بار چہارم
گیلانی پریس لاہور

بعض فلاسفر اسلام روح انسانی کا دوسرے انسان کے جسم میں منتقل ہونے کو تناسخ کہتے ہیں ۔

عقیدۂ تناسخ کے قائلین | عقیدۂ تناسخ کے قائل و معتقد تین گروہ ہیں

۱۔ حکمائے قدیم و بعض فلاسفہ جدید مثلاً افلاطون و بعض فلاسفہ یورپ ۔

۲۔ آریہ سماج و سناتن دھرم وغیرہ جو خدا کے وجود کے قائل اور قیامت کے منکر ہیں ۔

۳۔ بعض فلاسفر اسلام جو قیامت اور تناسخ دونوں کو مانتے ہیں مثلاً احمد ابن جابط ۔ ابو مسلم خراسانی ۔ احمد بن جانوس ۔ محمد بن زکریا طبیب رازی وغیرہ ۔ (کتاب ملل النحل شہرستانی)

بنائے تناسخ کیا ہے؟ | سوال ۔ افلاطون وغیرہ کیوں تناسخ کے قائل ہوئے ۔

جواب :۔ یہ حضرات اس امر کے قائل ہیں کہ روحیں قدیم ہیں اور مادہ و عالم بھی قدیم ہے لہٰذا روحوں کو برابر ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہوتے رہنا چاہیئے ورنہ آئندہ خلقت عالم بند ہو جائیگی ۔ (کتاب ملل النحل شہرستانی)

سوال :۔ آریہ و سناتن دہرم وغیرہ کیوں تناسخ کے قائل ہوئے ۔

جواب :۔ یہ حضرات ایشور و خدا کو نرنکار و نیائے کاری و منصف و عادل مانتے ہیں لہٰذا یہ کہتے ہیں کہ بغیر عقیدہ تناسخ خدا و ایشور منصف و عادل نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بچے بیمار ہوتے ہیں حالانکہ معصوم ہیں اور اُن میں کوئی امیر ہوتا ہے کوئی غریب کوئی لنگڑا ہوتا ہے کوئی کانا اور بہرا ہوتا ہے تو ہم اگر بیماری غربت و امیری کو پہلے جنم کے اعمال کا نتیجہ نہ مانیں تو اس حالت میں ایشور ظالم اور غیر عادل ہو جاتا ہے ۔ لہٰذا تناسخ لازمی عقیدہ ہے ۔

دیکھو ایک جیو ۔ عالم ۔ نکو کار طالع مند راجہ کی رانی کے پیٹ میں آتا ہے اور دوسرا نہایت مفلس گھسیارے کے گھر پیدا ہوتا ہے ، ایک حمل کے وقت سے سکھ میں رہتا ہے اور دوسرے کو ہر طرح کا دکھ ۔ پس ظاہر ہے کہ جیوں کو بغیر نیک و بد اعمال کے سکھ دکھ ہونے پر خدا و پرمیشور پر اعتراض آتا ہے ۔ پس سمجھنا چاہیئے کہ پہلے جنم کے نیک و بد اعمال کے مطابق موجودہ جنم ہے ۔
ستیارتھ پرکاش باب نواں صفحہ ۳۲۴ ، صفحہ ۳۲۵

۲۔ یہ حضرات روح و مادہ کو ازلی و ابدی و قدیم مانتے ہیں اور خدا کو بھی قدیم مانتے ہیں لہٰذا کہتے ہیں کہ جیوں اور روحوں کو برابر ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہوتے رہنا چاہیئے ورنہ آئندہ خلقت عالم بند ہو جائے گی اور جہان کا خاتمہ ہو جائیگا ۔ اگر کوئی جیو بھی مکتی سے لوٹ کر اس جہان میں نہ آوے تو خاتمہ ہو جائے ۔
ستیارتھ پرکاش باب نواں صفحہ ۳۱۴

سوال ۔ بعض حکمائے اسلام احمد و ابو مسلم وغیرہ کیوں تناسخ کے قائل ہوئے ۔

جواب :۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ خدا عادل و منصف ہے ، اور ہم دیکھتے ہیں کہ معصوم بچے بیمار ہوتے ہیں اور لنگڑے اور بہرے و امیر و غریب کے گھر پیدا ہوتے ہیں لہٰذا خدا کی عدالت باقی رکھنے کیلئے تناسخ کا قول لازمی و واجبی ہے ۔

(باقی آئندہ)

باب المراسلات

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کی گراں قدر امداد

الواعظ کا نامہ نگار خصوصی لکھتا ہے کہ زبدۃ الواعظین

جناب مولانا سید انصار حسین صاحب قبلہ مبلغ مدرسۃ الواعظین اپنے دورہ کے سلسلہ میں قصبہ رسولپور و موضع نیگوڑ و موضع ضلع گوڑگانواں پہونچے آپنے ماہ اپریل و مئی میں انھیں مقامات پر قیام فرمایا اسی دوران میں آپنے مسائل ضروریہ کی تحقیق فرمائی اور ۱۸ موضوعات پر پُر مغز تقریریں فرمائیں اُن میں سے یہ چند موضوعات خاص طور سے قابل ذکر ہیں

(۱) فطرت اور مذہب (۲) غرض خلقت انسانی (۳) خلافت حقہ (۴) حدیث ثقلین (۵) ایمان (۶) حسین اور اسلام (۷) اعجاز قرآن (۸) سیرت معصومہ (۹) حقوق زن وشوہر (۱۰) محاسن اسلام (۱۱) فضائل گریہ (۱۲) بے ثباتی دنیا (۱۳) حالات قبر وغیرہ۔

اور ارباب ہمت کے سامنے مدرسۃ الواعظین کی امداد کا سوال پیدا فرمایا۔ جذبات سے بھری ہوئی آواز پر ارباب اقتدار نے فوراً لبیک کہی اور مبلغ ۳۰۶ روپے مولانا کے حوالہ کر دیئے ہم ان کے اسمار گرامی بصد شکریہ درج کرتے ہیں۔

اسمائے گرامی	سکونت	تعداد رقم
عالیجناب سید ابو الحسن صاحب رئیس	موضع نیگوڑ ضلع گوڑگانواں	سے,
منجانب سید قائم علی صاحب مرحوم	”	عہ,
عالیجناب سید حیدر علی صاحب	”	صہ,
” سید حسن احمد صاحب جعفری	”	صہ,
” سید حسن عباس صاحب و مظفر حسین صاحب و شوکت حسین صاحب	”	صہ,
” سید محمد حسین صاحب [illegible]	”	سے,
عالیجناب سید منظور حسین صاحب	موضع نیگوڑ ضلع گوڑگانواں	سے,
منجانب سید عالم علی صاحب مرحوم	”	عا,
عالیجناب سید اظہار حسین صاحب	”	عہ,
” سید پرورش علی صاحب	”	عہ,
” سید شبیر حسین صاحب	”	عہ,
” سید ابن حسن صاحب	”	عہ,
منجانب عالیجناب سید اشتیاق حسین صاحب مرحوم	قصبہ رسولپور ضلع گوڑگانواں	۵
عالیجناب سید حسن علی صاحب رئیس	”	۲۰
” سید محمد اسحاق صاحب نمبردار	”	۲۰
منجانب سید علی اصغر صاحب مرحوم	”	۲۰
عالیجناب سید سجاد حسین صاحب نمبردار	”	۱۵
” سید صابر حسین صاحب	”	۱۰
” سید قاسم حسین صاحب نمبردار	”	عـ,
” سید نذر حسین صاحب نمبردار	”	عـ,
” سید اظہار حسین صاحب	”	صہ,
” سید عبد الوہاب صاحب پٹواری	”	صہ,
” سید اختر عباس صاحب	”	صہ,
” منشی سید امتیاز علی صاحب	”	صہ,
” منشی سید محمد تقی صاحب زمیندار	”	صہ,
” سید جمعیت علی صاحب زمیندار	”	صہ,
منجانب سید علی عباس صاحب مرحوم	”	صہ,
” بابو سید حمید حسین صاحب	”	صہ,
” سید ظفر حسین صاحب پٹواری	”	سے,
” سید محمود حسین عرف بندو صاحب	”	سے,
” سید میر عباس صاحب پرونشل	”	سے,
” سید محمد ذکی صاحب زمیندار	”	سے,
حکیم سید علی محمد صاحب سوزخوان	”	سے,

نام	مقام	رقم
۱۱۔ جناب منشی ریاض الحسن صاحب	رسولپور	۱۲
۔ سید امتیاز علی صاحب	موضع رسولپور	عہ ر
۔ سید اشفاق حسین صاحب	رسولپور	عہ ر
۔ سید خلاق حسین صاحب پٹواری	۔	عہ ر
۔ سید غلام حسنین صاحب قانونگو	۔	عہ ر
۔ سید نذر عباس صاحب	۔	عہ ر
۔ سید پیر جمال صاحب سلطانپوری	۔	عہ ر
۔ سید محمد مہدی صاحب پنشنر	۔	عہ ر
۔ سید لطیف حسین صاحب جیپور	۔	عہ ر
۔ محترمہ کنیز فضہ صاحبہ	۔	عہ ر
۔ سید محمد ناصر صاحب	۔	عہ ر
۔ سید اختر حسین صاحب	۔	عہ ر
۔ سید احمد حسین صاحب فدار پنشنر	۔	عہ ر
	میزان	۳۰۶ مائے ر

چمنستان لکھنؤ میں رجب کی بہار

شائقین سخن کیلئے اطلاع کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ماہ رجب کے نو تصنیف مراثی کی عظیم الشان مجالس کا تذکرہ کردیں۔ (منیجر الواعظ)

تاریخ	وقت	ذاکرین کے بہار	مقام مجالس	بانیان مجالس
رجب ۱۳ مورخہ	الجمعہ دن	جناب سید عسکری مرزا صاحب ثاقب	نخاس	نواب علی صاحب رکن العز
۲۵ ۔	۱۱	۔ محمد حسن صاحب فائز	دل آرام کی بارہ دری	قاسم علی احمد صاحب
۔ ۔	۔	۔ مرزا محمد طاہر صاحب فصیح	امام باڑہ میر باقر شاہ گنج	نواب ابو الحسن خاں صاحب
۲۶ ۔	۱۲ ۔	۔ بادشاہ مرزا صاحب	انجمن پنجابی نظامی	سید الطاف علی صاحب
۳۰ ۔	۔	۔ بابو رضا صاحب فائق	مسجد شہدا ترائن امین آباد	۔

نوٹ:۔ جناب مولانا قائم رضا صاحب نسیم امروہوی اور جناب مولوی سرفراز حسین صاحب خبیر کی زبردست مجلسیں بقید نام [illegible] ہوتی ہیں تفصیل ہمیں معلوم نہیں۔

مدرسہ امجدیہ کراری کے شاندار نتائج

ادارہ عالیہ شیعہ مشن پرگنہ کراری ضلع الہ آباد کا قائم کردہ مدرسہ امجدیہ بامداد حضرات مومنین کرام بحمد اللہ بڑی تیزی سے بام ترقی کی طرف جارہا ہے۔ ۳۱ مئی سنہ ۴۳ء کو مدرسہ کا سالانہ امتحان لیا گیا جسکا نتیجہ حسب ذیل ہے۔

درجہ اوّل:۔ اس درجہ میں ۱۹ طلباء شریک ہوئے جس میں ایک طالب العلم مسمی سید جعفر رضا ابن سید امامت حسین صاحب مرحوم (مشولی کھیوٹ) فرسٹ ڈویژن اور ۵ طلبہ سکنڈ ڈویژن اور ۹ طلبہ وطالبات تھرڈ ڈویژن کامیاب ہوئے اور ۴ لڑکے لڑکیاں ناکامیاب رہے۔

درجہ دوم:۔ اس درجہ میں ۹ لڑکے لڑکیاں شریک ہوئے جن میں سے دو طالب العلم مسمی سید محمد ابن مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ وسید رضا حسین (نابینا) فرسٹ اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی سکنڈ ڈویژن اور ۴ لڑکے لڑکیاں تھرڈ ڈویژن کامیاب اور ایک طالب العلم ناکامیاب رہا۔

درجہ سیوم:۔ اس درجہ میں ۹ لڑکے لڑکیاں شریک ہوئے جن میں سے ایک لڑکی مسماۃ انیس فاطمہ بنت سید ظفر عباس صاحب امیر صدر فرسٹ ڈویژن اور ۷ لڑکے لڑکیاں سکنڈ ڈویژن اور ایک تھرڈ ڈویژن کامیاب ہوئے۔

درجہ چہارم:۔ اس درجہ میں چار طلبہ شریک ہوئے جن میں سے دو لڑکے مسمی سید حمید عباس ابن سید کرم حسین صاحب مرحوم وسید منظور الحسن ابن سید کاظم حسین صاحب زمیندار محلہ احاطہ فرسٹ ڈویژن اور ایک طالب العلم سکنڈ ڈو

اور ایک تھرڈ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔

نوٹ:۔ بحمد اللہ امسال سولہ لڑکے لڑکیاں سندی درجہ فارغ ہو کر سند کے مستحق ہوئے۔

ہم مدرسہ امجدیہ کے نتائج کی بہتری پر جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ بانی مدرسہ اور جناب سید ارتضی حسین صاحب سکریٹری اور جناب مولانا سید زین العابدین صاحب مدرس اعلیٰ و جناب مولوی سید امجد حسین صاحب مدرس دوم کو مبارکباد دیتے ہیں۔ راقم

سید ناصر حسین سکریٹری
ادارۂ عالیہ شیعہ مشن کراری ضلع الہ آباد

جناب منے صاحب ذکی مرحوم

جناب سید منے صاحب المتخلص بہ ذکی لکھنوی کی شخصیت سے کون واقف نہیں۔ موصوف میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے خاندان کی ایک معزز ترین فرد تھے۔ اگرچہ لکھنؤ ایسے باکمالوں سے اپنے دامن کو بھرے ہوئے ہے جو مختلف فنون میں اپنی آپ نظیر ہیں لیکن آپ یقین فرمائیں کہ جناب منے صاحب ذکی کے اٹھ جانے کے بعد لکھنؤ اب اپنی آغوش میں کوئی ایسا باکمال مرثیہ پڑھنے والا جیسیں جناب ذکی صاحب منفرد تھے نہیں دکھلا سکتا۔

ہم بڑے افسوس کیساتھ لکھتے ہیں کہ اس صاحب کمال سے بزم فن و ادب خالی ہوگئی یعنی آپ نے تین ماہ علالت کی سختیوں کو جھیلنے کے بعد ۵ جون ۱۹۴۳ء بوقت دو بجے دن انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

ہم اس انتقال پُرملال پر اظہار افسوس کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ خداوند عالم مرحوم کو جوار ائمہ علیہم السلام میں جگہ دے اور انکے پسماندگان کو صبر کی عطا فرمائے۔ ع

مرنیوالے تجھے روئیگا زمانہ برسوں (مینجر)

انجمن صغریہ کراری اور جشن میلاد حضرت علی اصغر

حسب معمول منجانب انجمن مذکور جشن ولادت شہید کربلا حضرت علی اصغر علیہ السلام بتاریخ ۱۵ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ مقام کراری منعقد ہوگا۔ مداحان آل اطہار سے بصد ادب گذارش ہے کہ طرح ذیل میں قصیدے ارسال فرماکر ثواب حاصل فرمائیں اور ہماری محفل کو رونق بخشیں۔

مصرعہ:۔ تیسرا غنچہ یہ بستان حسینی میں کھلا

قوافی:۔ گیا۔ اٹھا۔ چلا وغیرہ

سید منظور الحسن سکریٹری انجمن صغریہ
پرگنہ کراری ضلع الہ آباد

ایک ہمدرد مدرسۃ الواعظین کی علالت

جناب مولانا جواد حسین صاحب قبلہ مبلغ مدرسۃ الواعظین تحریر فرماتے ہیں کہ عالی جناب مخدوم دیوان سید غوث محمد صاحب سجادہ نشین جلالپور ہیرو الا جو کہ مدرسہ کے ایک نہایت مخلص ہمدرد ہیں اور اس کی برابر امداد فرماتے رہتے ہیں عرصہ سے علیل ہیں ناظرین الواعظ سے استدعا ہے کہ موصوف کی صحت کی دعا فرماکر عند اللہ اور عند الرسول ماجور ہوں۔

"یہی اسلام کا قائم کریگا راج کعبہ میں"

(از جناب نواب عطا علیخانصاحب سلمہ المتخلص بہ عطاؔ)
(ذبیرہ عالیجناب نواب حامد علیخانصاحب بالقابہ)

وہ نفس مصطفےٰ پیدا ہوا ہے آج کعبہ میں
سرِ دوش نبی پائیگا جو معراج کعبہ میں
مٹا کر کفر کی ہستی شکست اصنام کو دیکر
یہی اسلام کا قائم کریگا راج کعبہ میں

باب التبصرہ

النبوت و الخلافت } اس میں کوئی شک نہیں کہ ادارہ مبارکہ مدرسۃ الواعظین

نے جہاں تبلیغ کے سیکڑوں عنوان اختیار کئے اور ان میں
انی ترقی کرکے بتلایا کہ دنیا میں واحد تبلیغی ادارہ
بس یہی ہے اس کے علاوہ نہ کسی تبلیغی ادارہ کی ضرورت
ہے اور نہ ہونا چاہیئے۔ وہاں ایک عنوان تبلیغ رسالوں
کی اشاعت کے ذریعہ سے اختیار کیا سیکڑوں تبلیغی
رسالے شائع کر ڈالے۔ کتاب مذکور بھی (انجمن مؤید العلوم
مدرسۃ الواعظین) کی طرف سے شائع ہوئی تھی جو سرکار
شریعتمدار حضرت نجم العلماء طاب ثراہ کے زور قلم کا نتیجہ ہے
رسالہ گو کہ مختصر ہے لیکن اپنے موضوع میں تمام پہلوؤں
پر حاوی ہے۔ اس کی مختصر تعریف بس یہی ہے کہ یہ رسالہ
خود سرکار نجم العلماءؒ کا تحریر کردہ ہے۔ ۴۰ صفحات پر
مشتمل ہے۔ قیمت ۴ر۔

ملنے کا پتہ:- دفتر الواعظ لکھنؤ

بیسویں صدی کا مجدد اعظم } یہ ایک رسالہ ہے جو سرکار ناصر الملۃ

اعلی اللہ مقامہ کے حالات پر مشتمل ہے اس کے مولف
جناب مولانا سید اصغر حسین صاحب لکھنوی ادیب فاضل و
فقیہ فاضل ہیں۔

مولف موصوف نے حضرت شمس العلماء سرکار ناصر الملۃ
اعلی اللہ مقامہ کے تمام حالات پر مجمل لیکن نہایت جامع
طور پر روشنی ڈالی ہے۔ اس رسالہ کے دیکھنے سے مولانا مرحوم کی
بلند شخصیت کا ہلکا سا خاکہ زیر نظر آجاتا ہے رسالہ کا عنوان تحریر
پسندیدہ ہے عبارت بھی سلیس اور عام فہم ہے اسکا ۶۴ صفحے ہیں
مصنف جناب سید اصغر حسین صاحب لکھنوی کی حسب خواہش
سرفراز قومی پریس لکھنؤ میں شائع ہوا ہے اس کی قیمت
ایک آنہ اور پتہ (مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ ہے)

[illegible]

مرکز تبلیغ اسلام مدرسۃ الواعظین کے سپاہی

عالیجناب مولانا مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ مبلغ پنجاب آپ اس ماہ میں سخی سرور ضلع ڈیرہ غازیخاں، ملتان بھی ضلع میانوالی۔ دریاخاں۔ بکلان، ڈیرہ اسمٰعیل خاں جلالسنی میں دورہ پر رہے آپنے اپنے قدرتی حسن بیان کا مظاہرہ ان کثیر تقریروں میں فرمایا جن کے صرف وہ موضوعات لکھے جاتے ہیں جو راقم الحروف سے پڑھے جاسکے۔ اسلام اور مودت اہلبیت۔ اسلام اور اسکی تعلیم۔ (اسلام سب سے بڑا امن کا حامی ہے) آپکے دورہ میں مقام سخی سرور بھی ہے جسکا نہ پر ذکر ہوا یہ مقام تاریخی ہے۔ سید احمد صاحب سخی سرور کا مزار یہاں پر ہے، ہزاروں مجاور یہاں پر رہتے ہیں۔ برادران اہلسنت بہت کثیر آباد ہیں۔ ہندو بھی آباد ہیں ۶۵-۷۰ شیعہ بھی ہیں جو آپ ہی کی پے در پے تقریروں سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔

عالیجناب مولانا سید ممتاز حسین صاحب قبلہ مبلغ راجپوتانہ

آپنے وتیا اسٹیٹ۔ بہادر پور، ریاست الور راجپوتانہ اور خاص الور شہر کا دورہ فرمایا۔ آپکے موضوعات تقاریر حسب ذیل ہیں "حقیقت حیات و موت" "حیات شہداء" "حیات انبیاء" "تفسیر سورہ کوثر۔ سیرت حسینی۔ تفسیر سورہ دہر۔ فضائل اہلبیت وتیا اسٹیٹ میں منجانب سید مجیب علیخاں صاحب بنائے وعظ میں ہر دو مذاہب کے حضرات شریک تھے جسمیں فلسفہ حیات و موت پر تقریر فرمائی۔ دوسرے روز پھر مزید حیات پر روشنی ڈالتے ہوئے ثابت کیا کہ اصل حیات علم و قدرت وارادہ ہے۔

پھر اُن میں عقلی اور فطرت انسانی سے دلائل و براہین پیش کئے حاضرین بیحد متاثر ہوے۔

عالیجناب مولانا جواد حسین صاحب قبلہ مبلغ ملتان آپ جلالپور پیروالا ضلع ملتان اور شجاع آباد ضلع ملتان میں سرگرم کار تبلیغ رہے اور مختلف مقامات پر مواعظ فرمائے اور مجالس پڑھے۔ آپکے موضوعات تقریر "شان نبوت عملی حیثیت سے"۔ موعظہ عمل بابتہ لہو و لعب سیرت امام حسن عسکری علیہ السلام۔ احکام وضو و جماعت وغیرہ تھے۔

عالیجناب مولانا سید انصار حسین صاحب قبلہ مبلغ یوپی آپ بسلسلہ تبلیغ اسلام اس ماہ میں ضلع گونڈہ تشریف لے گئے تھے۔ قصبہ سولپور ضلع گونڈہ و موضع ننگوڑہ وغیرہ کا آپ نے دورہ فرمایا۔ کثیر تقریروں کے ساتھ ساتھ آپ اصول و فروع اسلام کی مکمل طور پر تلقین فرماتے رہے۔ وہاں کے ارباب ہمت نے ہندوستان کے واحد مرکز تبلیغ اسلام مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کی امداد کثیر رقم سے فرمائی جسکی تفصیل الواعظ کے نامہ نگار خصوصی کے قلم سے باب المراسلات میں درج ہے۔

عالیجناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی مبلغ بہار اس ماہ میں سیوان ماہ پور۔ بھو نراج پور وغیرہ وغیرہ میں دورہ فرماتے رہے قدرتی حسن بیان اور زور تقریر سے لوگ محظوظ ہوتے رہے۔ موضوعات تقریر میں (پاکستان قرآنی نقطہ [illegible] ضرورت اور اسلام "عموم بعثت شعائر اللہ کی [illegible] خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ آپ اپنے اخلاق [illegible] اور کہ فیصلہ کے لئے بھی بلائے جاتے رہے۔

عالیجناب مولانا فیاض علی صاحب قبلہ مبلغ گجرات | آپ

اس ماہ میں دیرہ دون، نگینہ۔ جوگی پورہ۔ رنبور۔ بنیال، سامانہ، سید کھیڑی میں دورہ پر رہے اور خصوصیات اسلام۔ صداقت بانی اسلام۔ حدیث ثقلین۔ شانِ رسالت، اسلام کے سچے رہبر پر۔ مغز اور نہایت ہی کارآمد تقریریں فرمائیں۔ مجمع آپ کا مداح رہا اور مدرسۃ الواعظین کی طرف پورے پورے طور پر متوجہ رہا۔ مولانا کا حسن بیان قابل قدر ہے۔

عالیجناب مولانا محمد ظہور صاحب قبلہ مبلغ سی۔ پی | آپ

یکم تا ۱۲؍اپریل ۱۹۴۳ء اپنے حلقہ تبلیغ جبل پور وغیرہ میں سرگرم تبلیغ رہے اسکے بعد کثرت تکالیف سے مجبور ہو کر ایک ماہ کی رخصت لیکر اپنے وطن تشریف لیگئے وہاں علاج ہوتا رہا اور آپ تندرست ہو گئے۔

عالیجناب مولانا سید ظہیر حسن صاحب قبلہ باروی مبلغ یوپی | آپ

اس ماہ میں موضع کھجڑا دتنڈیرہ ضلع مظفرنگر جوارہ جالسٹھ وغیرہ میں دورہ فرماتے رہے اور اپنے منصب تبلیغ میں کوشاں رہے۔ ارباب نظر نے بھی آپ سے کافی تبادلہ خیال کیا۔ آپ نے سب کو مطمئن کر دیا۔

نوٹ:۔ حضرت فخر المبلغین جناب مولانا سید سرور حسین صاحب قبلہ مبلغ افریقہ، افریقہ میں سرگرم تبلیغ اسلام ہیں۔

برادران ایمانی! سلام علیکم اس پُر آشوب زمانہ میں جبکہ لامذہبیت کی تیز و تند ہوائیں قصر ایمانی کو متزلزل کئے ہوئے ہیں، اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ مذہب کی بنیادوں کو شل سابق مضبوط و مستحکم کرنے کی ہر سعی امکانی سے دریغ نہ فرما کر عند اللہ و عند الرسول ماجور ہوں۔ اس وقت آپ کے لیے یہ امر لازمی ہے کہ آپ دنیا کے مختلف مذاہب ملل کے پیروؤں اور علماء کا نظر غائر سے مطالعہ فرمائیں اور ساتھ ہی ساتھ آپ اپنے مذہب کی استدلالی قوتوں کا بھی نظارہ فرما کر اپنی قوت ایمانی میں بھی اضافہ کریں۔ اگر آپ کو مختلف علوم و فنون میں باکمال اہل قلم کا زور تحریر دیکھنا ہے، اگر آپ کو اپنے مذہب سے ذرا بھی ہمدردی ہے اور اسکے خصوصیات سے مطلع ہونا چاہتے ہیں تو فہرست منسلکہ میں سے ایک ایک جلد ضرور طلب فرمائیں، ادارہ آپکے حکم کی شکریہ کے ساتھ تعمیل کرے گا۔

ملنے کا پتہ: مہتمم انجمن موئد العلوم مدرسۃ الواعظین ۱۶ کیننگ اسٹریٹ لکھنؤ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
انگریزی تراجم و تصنیف		النبوۃ والخلافۃ	۴ر	مناظرہ معاد و تناسخ	۱ر۶	کشف حقیقت	۴ر
ترجمہ قرآن مجید حصہ غیر مجلد	۵ر	انسانی قربانی	۴ر	الاعجاز	۱ر۶	(در تصوف)	
مجلد	عار	اعجاز القرآن	۵ر	فلسفۃ المذہب	۱ر۶	اسلامی بچوں کی پہلی کتاب	۱ر۶
ترجمہ قرآن مجید حصہ دوم مجلد	عار	حقوق نسوان اور	۶ر	النبی	۱ر۶	قران السعدین	۴ر
صحیفہ کاملہ حصہ اول	عار	اسلام		خصوصیات اسلام	۱ر۶	شان صبر	۶ر
صحیفہ کاملہ حصہ دوم	عار	تحقیق البداء	۲ر	اسلامی جہاد	۳ر	البیت المعمور لزوار القبور	۳ر
المودۃ القربیٰ غیر مجلد	عہ ر	راز شہادت	۲ر	قرآن اور بائبل	۲ر	قاتلان ائمہ کا مذہب	۴ر
دی پرافٹ اینڈ خلافت	۸ر	القول الجمیل فی اثبات الاناجیل	۸ر	رد الاباطیل	۱ر۶	حقیقت سادات	۶ر
اسلام، اِٹس پیوریٹی اینڈ ٹرتھ	عہ	اسلام اور رواداری	۱ر۶	رسالہ متعہ	۱ر۶	فریاد مسلمانان عالم	۳ر
اسلام اینڈ دی ... آف شیعہ ازم	۱۲	کربلا کا مجاہد	۱ر۶	سرادق عفت	۴ر	تجلیات تاریخ عباس ارعد	[illegible]
یونٹی آف گاڈ	۴ر	مولود حرم	۱ر۶	شریعۃ الاسلام حصہ اول	۴ر	ایضاح الاشکال (عربی)	۴ر
این آئیڈیل کنگ	۲ر	سردار قریش	۶ر	حصہ دوم مجلد غیر مجلد	۸ر	ارشاد شیخ مفید	عہ
دی ٹریجڈی آف کربلا	۱ر	تعلیم اسلام	۲ر	شریعۃ الاسلام	۳ر	محیط الدائرہ	عہ
پریئرس	۱ر	ہدیہ سجاد اور تحقیق ...	۶ر	ضمیمہ حصہ دوم		نصر المومنین فارسی	۱۲ر
اسلام (ان ورس)	۲ر	قرآن اور اقتصادیات کی تعلیم	۸ر	کارنامۂ محرم	۳ر	پردہ پر نظم	۱ر
نماز	۲ر	تنقید مت وید	۲ر	اسلامی صحیفہ	۴ر	اردو	

(نوٹ) غیر مذاہب میں مفت تقسیم کرنے والوں اور تجار کے ساتھ خاص رعایت

بادشاہ مرزا قمر لکھنوی پرنٹر و پبلشر نے ابو المعظم صفدر پریس لکھنؤ میں چھپوا کر مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ نمبر ۳۵۹

رُبَا النّجمِ هُمْ یَهتَدُوْنَ

یادگار حضرت نجم العلماءؒ

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

زیر سرپرستی والیٔ ریاست عالیہ محمود آباد سرکار راجہ محمد امیر احمد خاں صاحب بالقابہ متولی منتظم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

زیر نگرانی تاج العلماء جناب مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ مدظلہ نبیرہ سرکار نجم العلماء ناظم و صدر شعبۂ تبلیغ مدرسۃ الواعظین

ناظم و مدیر

سید نجم الحسن کراروی صدر الافاضل
مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

منیجر
سید حسن المتخلص بہ الکمال لکھنوی

الواعظ صفدر پریس لکھنؤ میں چھپکر شائع ہوا

تاخیر کیوں ہوئی ؟

اگرچہ اس دورِ انقلاب میں جبکہ اخبارات و رسائل ہی کی نہیں، بلکہ انسان اور اشرف المخلوقات انسان کی زندگی اور موت کا سوال پیدا ہو گیا ہے، یہ سوال کہ "الواعظ کی اشاعت میں تاخیر کیوں ہوئی" کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن پھر بھی چونکہ الواعظ کے اکثر ہمدردوں کو اس تاخیر سے پورا پورا صدمہ پہونچتا ہے۔ اور دراصل یہ تکلیف دہ امر بھی ہے۔ لہذا میں چند لفظوں میں تاخیر کے اسباب تبلائے دیتا ہوں۔

"میں ماہ ستمبر کا پرچہ مکمل کر کے پریس میں دے کر ایک ماہ کیلئے کوٹھ ضلع آرہ چلا گیا تھا۔ جناب منیجر صاحب کاغذ کی دستیابی کی دوڑ دھوپ میں لگے رہے۔ بڑا افسوس ہے کہ موصوف اپنی تمام کوششوں کے باوجود ماہ ستمبر کے پرچہ کی اشاعت میں کامیاب نہ ہو سکے جس کا موصوف کو صدمہ ہے اور ادارہ الواعظ بھی رنجیدہ ہے الغرض اوائل ماہ اکتوبر میں کاغذ دستیاب ہوا۔ اور ماہ ستمبر کا پرچہ زیر طبع لایا گیا، اور جب کہ نصف پرچہ چھپ چکا تو میں دفتر میں پہونچا، اگرچہ مجھے یہ امر ناپسند ہے کہ غیر مناسب مضامین یا نظمیں شائع ہوں، اور دو ماہ کا پرچہ ایک ساتھ شائع کیا جائے لیکن بصد مجبوری بہ ہزار اکراہ اسے منظور کر کے دو ماہ کا پرچہ حاضر خدمت کیا جا رہا ہے۔ امید کہ ہماری اہم مجبوریاں پیش نظر رکھی جائیں گی۔"

(مدیر)

جناب منیجر صاحب الواعظ کی حیدرآباد کو روانگی

الواعظ منیجنگ بورڈ نے یہ طے کیا ہے کہ جناب مولوی سید حسن صاحب اکمال منیجر الواعظ و رکن الواعظ منیجنگ بورڈ الواعظ کو بام ترقی پر پہونچانے کے سلسلہ میں حیدرآباد تشریف لے جائیں، اور چنانچہ آپ ۲۶ اکتوبر ۴۳ء کو روانہ ہو کر تقریباً دو ہفتہ کیلئے تشریف لے جائیں گے اور سرکار نظام خلد اللہ ملکہ و سر سالار جنگ بہادر و دیگر رؤساء عظام سے ملاقات کریں گے۔"

نوٹ

گرانی سے مجبور ہو کر الواعظ کا سالانہ چندہ مبلغ چار روپیہ کر دیا گیا ہے، جن حضرات کا چندہ وصول ہو چکا ہے۔ اُن کے علاوہ اب جو حضرات چندہ ارسال فرمائیں وہ مبلغ للعہ ارسال کریں

الواعظ

٧٨٦

شرح اعانت سالانہ
والیان ریاست سے
روساء عظام سے
متوسط طبقہ سے
عام حضرات سے

جلد ۲۴ — بابتہ ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۴۳ء مطابق ماہ رمضان و شوال ۱۳۶۲ھ — نمبر ۹

۷۸۶

الواعظ

ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۴۳ء

گرانی اور اسکے اسباب

سطح زمین پر زندگی کی سانس لینے والوں کیلئے اب وہ زمانہ آگیا ہے جسمیں گرسنگی کی بیماری نے زندگی اور موت کو بحران کے نقطہ پر پہونچا دیا ہے بنگال میں بلکہ ہزاروں جانثار خلعت حیات اتار کر موت کی چادر آئے دن اوڑھا کرتے ہیں۔ اب وہ نوبت پہونچگئی ہے جسکو سنکر انسان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ عورتیں اور بچے بھوک کی مصیبت میں مبتلا سڑکوں پر سسک رہے ہیں کہیں بچے یتیم ہو رہے ہیں تو کہیں والدین جیتے جی معذوری کے عالم میں اپنے بچوں کو اپنے سے جدا کئے دیتے ہیں۔

کلکتہ کی تازہ خبر ہے کہ وہاں اتوار کی رات سے ۱۰ اگست تک ۱۲۷ آدمی گرم سڑکوں پر بھوک کے مارے موت کی آغوش میں جانے کیلئے کروٹیں بدلتے ہوئے پائے گئے۔ ان میں ۳۶ نازک عورتیں اور کئی بچے بھی ہیں (سرفراز) اگرچہ ان لوگوں کو اسپتال پہونچا دیا گیا ہے لیکن یہ سچ ہے کہ جنکی خرمن زندگی کو بھوک کی آگ نے جلا دیا ہو وہ کتنی دیر سانس لینے پر قادر رہ سکتے ہیں بالآخر ۱۲ بھوکے ہندوستانی اپنے سوراجی ملک کو خیرباد کہکر رخصت ہوگئے۔

اور سنئے ۱۹ اگست کو ۱۰۲ آدمی جن میں ۴۸ عورتیں اور ۴۴ بچے بھی تھے اسپتال کے بعد ایک دن میں ۱۱۵ آدمی اور اسکے بعد پانچ دن کے اندر ۴۴۶ آدمی سڑکوں پر لوٹتے ہوئے پائے گئے جن میں سے اکثر نے اسپتال پہونچتے پہونچتے موت سے ہمکناری اختیار کرلی۔ اور سنئے ۲۱ اگست کی خبر ہے کہ ۱۲۰ لاشیں کلکتہ کی سڑکوں سے اٹھائی گئیں۔

(سرفراز ۲)

اخبار مدینہ بجنور لکھتا ہے کہ بنگال سے ایک کے بعد ایک ایسی خبر چلی آتی ہے جو وہم و گمان میں کبھی نہیں آتی تھی۔ لوگ لاشے کھا رہے ہیں۔ سڑکوں پر بھوکے مر رہے ہیں بیوی بچوں کو بیچ بیچ کر پیٹ میں دو روٹی ڈالتے ہیں کھانے کی تلاش میں کلکتہ کی طرف کوچ کر رہے ہیں گھروں میں گھس کر چاول کی پلیٹیں چھین کرلے جاتے ہیں سب سے آخر مگر سب سے عجیب یہ۔ لوگ گھانس کھانے پر مجبور ہوگئے ہیں۔"

یہ ہے وہ گرانی کی حالت جسکو معلوم کر کے زندگی تھرتھراتی ہے اور احساس متحیر ہوتا ہے۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہ گرانی جس نے ہمارا احساس کی نظر میں موت کے نقشہ کو رقصاں کردیا ہے اس کے اسباب کیا ہیں۔

اگرچہ بافہم افراد اس کو باقتدار افراد انسانی کی لائی ہوئی بلا اور جنگ کا کرشمہ کہتے ہیں لیکن ہمارا یہ خیال ہے کہ اس مصیبت کے لانے میں اُن انسانوں کا بھی ہاتھ شامل ہے جو زندگی سے بیزار ہو رہے ہیں۔ صرف ہاتھ نہیں بلکہ تمام اعضاء و جوارح انسانی اس مصیبت کو

جہنم سے آزاد کر دیا تو میں تجھے اپنی غلامی میں رکھ کر کیسے مقید رکھ سکتا ہوں۔

حضرت رسول خدا صلعم فرماتے ہیں کہ روٹی کو حقیر نہ جانو یہ وہ چیز ہے جس کی تیاری میں آسمان اور زمین کے قلابے ملا دیے جاتے ہیں۔ تمہارے ہاتھوں تک اس کے پہونچنے میں ملائکہ آسمان اور زمین کے بہت سے جاندار محنت کرتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جناب دانیال رح ایک مرتبہ کشتی کے ذریعہ سے کہیں سفر کرنا چاہتے تھے۔ جب کشتی تک کے قریب پہونچے تو دیکھا کہ روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا ہے۔ آپنے کشتی بان سے فرمایا کہ ذرا اسے پاک کر دے اُس نے اسے یہ کہتے ہوئے پانی میں ڈالدیا کہ یہ تو پیش پا افتادہ اور سینکڑوں آدمیوں کے پاؤں کا روندا ہوا ہے یہ بھی کوئی کھانے کی چیز ہے۔ جناب دانیال کے دل کھٹکنے لگی اور آپنے دل میں سوچا کہ اب روٹی کی بیحد توہین ہونے لگی ہے۔ قدرت نے نبی کے دل کی بات پر آسمان کو بارانی اور زمین کو روئیدگی سے روکدیا۔ اب کیا تھا قحط نے زور پکڑا اور لوگ بھوکوں مرنے لگے یہاں تک کہ لوگ بچوں کو ذبح کرکے کھانے پر آمادہ ہوگئے اس سلسلہ میں دو عورتوں نے یہ طے کیا کہ اپنے اپنے بچوں کو ایک ایک دن ذبح کرکے پیٹ بھرا جائے چنانچہ ایک عورت نے اپنے اکلوتے بچے کو ذبح کرکے تو ایک گرسنگی پر چڑھا دیا جب دوسرا دن ہوا اُس دوسری سے مطالبہ کیا گیا جو اس سکیم کی ایک رکن تھی کہ آج اپنا اکلوتا لڑکا ذبح کرو۔ اس نے انکار کر دیا۔ یہانتک کہ دونوں میں جھگڑا ہوگیا اور جناب دانیال کے پاس دونوں عورتیں فیصلہ کیلئے حاضر ہوئیں۔ مقدمہ کی سماعت کے بعد حضرت دانیال نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں کو آسمان کی جانب بلند کرکے دعا کی۔ میرے پالنے والے اب اپنی مخلوق پر رحم فرما۔ نبی کی دعا مستجاب ہوئی۔ ابر باراں جھوم جھوم کر برسنے لگا۔ زمین دانہ اگانے میں مشغول ہوگئی۔ چونکہ کریم کا فضل تھا لہذا کم سے کم مدت میں زمین نے بحکم خدا زمانہ قحط کا بھی غلہ اگا دیا۔ اور خلق خدا آسودہ ہوگئی۔ حلیۃ المتقین۔

آپنے دیکھا روٹی کی توہین کا کیا نتیجہ ہوا دیکھئے یہ زمانہ بھی اُسی دور کی حکایت کر رہا ہے۔ بلکہ وہی صورتیں دنیا والوں کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ بیوی بچے بیچے جانے لگے ہیں۔ لاش کے کھانے کی نوبت آگئی ہے۔

اب دنیا والے سوچیں کہ کیا کرنا چاہیئے اور کیونکر زندگی بسر کرنا چاہیئے۔ واقعہ بالا میں لوگ حضرت دانیال کے پاس گئے تھے آپنے اس کا انتظام کرا دیا تھا۔ اب اسوقت بھی ضرورت ہے کہ اُن لوگوں سے فریاد کی جائے جو رزق انسانی کے مالک بنے بیٹھے ہیں اور اشیائے خوردنی کو دریا کے پانی سے دہو رہے ہیں۔ کہ خدارا ہم کو پاک غذا کے بجائے نجس ہی غذا دو یعنی دریا میں نہ پاک کرو۔ ہمارے اس مشورہ سے پہلے مسٹر ایری سے (پارلیمنٹ میں) شکایت کی گئی کہ نفع خوروں کی وجہ سے یہ صورت پیدا ہوئی ہے تو نہایت لاپروائی سے جواب دیدیا ہے کہ اس مشکل کا حل نہیں ہو سکتا۔ جب انھیں توجہ دلائی گئی کہ لوگ گھانس کھانے پر مجبور ہوگئے ہیں تو انھوں نے یہ بھونڈا اور غیر ذمہ دارانہ جواب دیا کہ "مجھے معلوم نہیں کہ لوگ گھانس کھانے تک پہو

انے میں معین تھے اور آج بھی معین ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ من یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض له شیطانا فهو له قرین۔ جو ذکر اور احکام خدا سے غافل ہوجاتا ہے ہم اس پر ایک قسم کا شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اس پر چھایا رہتا ہے۔ اب ذرا کوئی نصاف پرور اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھکر بتائے کہ اسوقت خداوند عالم کو دنیا کچھ بھی یاد کرتی ہے۔ اور اس کے احکام کی طرف ادنیٰ سی بھی توجہ باقی ہے یا نہیں۔ میرا تو خیال ہے کہ اسوقت دنیا میں وہ تمام گناہ اور خدا کی مخالفتیں عمل میں لائی جارہی ہیں جن کا دوسرا دماغ اختراع کرسکتا ہے۔ اس کے نعمات کو جھٹلانے اور کفران میں انسان اور سرکش انسان اپنی پوری طاقت سے منہمک ہے۔ میں پرانے شداد اور نمرود وغیرہ کو کیوں پیش کروں۔ نئے نمرود و شداد کو کیوں نہ یاد دلاؤں جو ہر انسان کے پہلو میں گناہوں کی سرشت پر ہر وقت اچھلتا اور کودتا رہتا ہے۔ تمام چیزوں اور کل نعمتوں کو جانے دیجیے۔ صرف اسی ایک چیز پر نظر کیجیے جس نے زندگی اور موت کا سوال پیدا کردیا ہے یعنی روٹی۔۔ اس کی توہین میں فرعونیت نواز انسان نے اپنی وہمی جبروتیت کو کس شاک سے صرف کیا ہے۔ زمین پر گرا ہوا دانہ اٹھانا عیب اور پڑی ہوئی روٹی کا اٹھا کر کھانا تو درکنار اٹھا کر رکھدینا اپنی توہین ہی نہیں بلکہ جب کبھی باورچی وغیرہ پر کھانا پسند نہ آئے پر بیچ خفت آگیا تو روٹی اور رکابی اور پیالے فوراً اٹھا کر پھینک دیئے۔ یہ ان چیزوں کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے جنکے ہاتھوں میں اس نافہم انسان کی زندگی

ہے اور جن کے احترام کا خالق نان و نمک حکم دیتا ہے پیغمبر اسلامؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ "نان را گرامی داریئے" روٹی کا احترام کیا کرو اس لئے کہ یہ ایسی ضروری چیز ہے کہ اگر یہ نہ ہوتی تو زندگی دشوار ہوجاتی۔ نماز، روزہ حج و زکوٰۃ سب اسی پر موقوف ہے۔ اس لئے کہ بقول جناب نسیم امروہوی ؎

دہر ہے معلق کہاں نان کے تخیل میں
زباں ہو حمد میں مصروف انتڑیاں قل میں

اور دیکھو روٹی پر اپنے سالن کے پیالے کو کبھی نہ رکھو اس سے روٹی کی توہین ہوتی ہے اور جب روٹی سامنے آئے تو اس وقت اس کا احترام یہ ہے کہ کھانا شروع کردو۔ کسی کے انتظار میں پڑی نہ رہنے دو اور روٹی کو بار بار سونگھا نہ کرو اس سے اس کی توہین ہوتی ہے اور کھانے سے پہلے اور بعد دونوں ہاتھ دھویا کرو۔ اور جو دسترخوان پر ذرات گر جایا کریں انھیں ضرور چن کر کھایا کرو اور "نان را بروش عجماں بکارد مبرید لیکن بدست بشکنید" روٹی عجمیوں کی طرح چھری سے نہ کاٹو بلکہ ہاتھ سے توڑ کر کھایا کرو۔ اور اگر کوئی روٹی کا ٹکڑا زمین پر پڑا ہوا ملجائے تو اُسے پاک کرکے ضرور کھالیا کرو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام ایک دن بیت الخلا تشریف لیجاتے تھے۔ روٹی کا ایک ٹکڑا زمین پر پڑا ہوا پایا غلام کو دے کر کہہ دیا کہ اسے محفوظ رکھو میں لوٹ کے بعد طہارت کھالونگا غلام نے اُسے پاک کیا اور کھالیا۔ آپ نے پلٹ کر پوچھا تو جواب دیا کہ میں نے بعد طہارت کھالیا حکم ہوا کہ جا میں نے تجھے آزاد کیا۔ اسلئے کہ جو اس طرح پاک کرکے روٹی کھاتا ہے جہنم سے آزاد ہوجاتا ہے تو جبکہ تجھے جہنم

مجبور ہو گئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر تم ایسے دردناک واقعات کے متعلق کوئی علم نہیں رکھتے اور نہ ان کی تصدیق یا تردید کر سکتے ہو تو سات سمندر پار بیٹھکر چالیس کروڑ انسانوں کی قسمت کے مالک ہونے کا دعویٰ کیوں کرتے ہو۔" (مدینہ)

میرے دوستو! اب جبکہ انھوں نے بھی جواب دیدیا جن کو تم اپنی تقدیر کا ذمہ دار سمجھتے ہو تو اب سوچ کر تم کو کیا کرنا چاہئے۔ اور اپنے سر سے اس آئی ہوئی بلا کو کیونکر ٹالنا چاہئے۔ نہ بھولو کہ

"ہوش میں آتا ہے انسان ٹھوکر کھانے کے بعد"

لیکن اگر تم اب بھی نہ چونکے تو تمہاری زندگی کا خدا ہی حافظ ہے۔

دنیا والو! سُنو اور کان دھر کے سنو۔ تمہاری زندگی کے بچنے کا اب آخری طریقہ یہ ہے کہ خالق یکتا کی بارگاہ میں سر نیاز جھکاؤ اور خود کردہ افعال قبیحہ پر نادم ہوکر توبہ کرو۔ یقینا وہ غفور رحیم۔ رحم کریگا اور تم سے یہ بلا دور ہوکے رہیگی۔ اب تمہاری غفلت مذہبی کو ختم ہونی چاہئے اسلئے کہ تم نے اپنی غفلت کا پورا پورا ثبوت دیدیا ہے۔ اب تو چونکنا فطری حیثیت سے بھی ضروری ہے اسلئے کہ

جب انسان خواب سے اٹھتا ہے خود بیدار ہوتا ہے

حضور نظام اور مذہبی رواداری

حال ہی میں اعلیٰحضرت حضور نظام کے اکثر غیر مذہبی کی شائع ہو چکا ہے بعض مستند تاریخی دستاویزات کے مطالعہ

اتفاق ہوا۔ چند اعداد و شمار درج ذیل کئے جاتے ہیں جن سے دولت آصفیہ کی حیرت انگیز مذہبی رواداری اور ہندو نوازی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

۱۔ سلطنت حیدرآباد میں کل چھ ہزار مساجد اور ان کے مقابل ہندوؤں کے ۳۲ ہزار مندر ہیں۔

۲۔ گذشتہ سال جن جدید اماکن مذہبی کی تعمیر کی اجازت دی گئی ان میں سے مسلمانوں کے ۱۲۔ اور ہندوؤں کے ۱۵۔ اماکن ہیں۔

۳۔ گذشتہ سال پایہ تخت حیدرآباد میں جن اماکن مذہبی کی ترمیم و توسیع کی اجازت دی گئی ان میں مسلمانوں کے صرف ۲۶۔ اور ہندوؤں کے ۶۹۔ ہیں حالانکہ پایہ تخت میں مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں سے زیادہ ہے۔

۴۔ ہندو مندروں کو سلطنت حیدرآباد کی طرف سے ایک لاکھ بارہ ہزار روپیہ سالانہ نقد امداد دی جاتی ہے تین لاکھ بارہ ہزار سالانہ جاگیرات و معاشہائے اراضی اور معمولات کی شکل میں۔ پایہ تخت حیدرآباد کے صرف ایک مندر سیتا رام دیول کی جاگیر پچاس ہزار روپے سالانہ کی ہے۔

۵۔ بیشمار پجاریوں اور بھجن خوانوں کے نام بھی تنخواہیں مقرر ہیں۔

۶۔ سب سے زیادہ عجیب بات جسے رواداری اور ہندو نوازی کی حد کہنا چاہیئے یہ ہے کہ تقریباً سوا سو (۱۲۵) مساجد درگاہوں اور عاشور خانوں کی تولیت پر ہندو صدیوں سے مامور چلے آ رہے ہیں۔

کیا کشمیر اور کوئی ہندو ریاست مذہبی رواداری کی کوئی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے؟۔ اس حسن سلوک

رواداری کے باوجود بعض برادران وطن اعلیٰ حضرت حضور نظام دکن و برار اور ممدوح کی حکومت پر تعصب و ہندوکشی کا الزام لگاتے رہتے ہیں۔ اس سے بڑا جھوٹ اور حقائق کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنے کی اس سے زیادہ افسوسناک مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔

(ماخوذ)

ستیارتھ پرکاش اور علمائے دیوبند

۳۰ جولائی ۱۹۴۲ء کو معززین و علمائے دیوبند کا ایک اہم جلسہ زیر صدارت حاجی مولوی محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند اس مطالبہ کیلئے منعقد کیا گیا کہ ستیارتھ پرکاش مصنفہ پنڈت سوامی دیانند سرسوتی بانی مذہب آریہ کا چودھواں باب مسلمانوں کیلئے نہایت دلآزار ہے لہٰذا اس باب کو کتاب مذکور سے حکومت ضبط کرا دے۔ اخبار مدینہ بجنور ۱۳ اگست ۱۹۴۲ء

اگرچہ ہم کو دیوبند کے کسی ادارہ سے کوئی خاص ہمدردی نہیں ہے پھر بھی اُن کا یہ مطالبہ نہایت ہی درست ہے اس کی ہم بھی تائید کرتے ہیں بیشک یہ باب تمام مسلمانوں کیلئے انتہائی دلآزار ہے حکومت کو توجہ کرنی چاہیئے۔ یہ سچ ہے کہ اس کتاب کا مذکورہ بالا باب کتاب کا ایک اصلی جز معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ باب الحاقی ہے یعنی ۱۸۷۵ء کی اشاعت میں یہ باب نہیں ملتا۔ لہٰذا اس کے نکال ڈالنے سے کتاب بھی ناقص نہ ہوگی۔ (مدیر)

تراویح اور حفاظ قرآن

اخبار مدینہ بجنور زیر عنوان "تعلیم قرآن اور اردو زبان" سنی حفاظ قرآن کی قابل اعتبار کمزوریوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

(۲) تعلیم قرآن کا یہ طریقہ بسا اوقات انقطاع تعلیم کا سبب بنجاتا ہے کیونکہ حافظ قرآن کو اردو کی پہلی کتاب یا آمدنامہ پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے اور وہ تعلیم چھوڑ بیٹھتا ہے اور اس کی عمر نہایت پریشانی و تباہ حالی سے گذرتی ہے۔ بس یا تو وہ حضرت اُستاد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کوئی مکتب کھول کر بچوں کی عمر برباد کرنے کا ٹھیکہ لے لیتا ہے یا گاؤں گاؤں امامت کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے اور جب رمضان شریف قریب آتے ہیں تو تراویح میں اجرت پر قرآن مجید سنانے کیلئے کسی مالدار محلہ کی مسجد کی تلاش میں لگ جاتا ہے۔ جائز ناجائز کی پرواہ نہیں ہوتی۔ بعض شہروں میں تو نصف شعبان کے بعد سے خاص خاص موقعوں پر شام کے وقت حافظوں کا بازار لگتا ہے جہاں اہل ضرورت کو رمضان شریف کیلئے ہر قسم کا سستا مہنگا حافظ قرآن مل سکتا ہے۔ الخ

(۹ ماہ نومبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۲ کالم ۱)

میرا خیال ہے کہ ایسے کثیر حفاظ قرآن سے وہ قلیل شیعہ حفاظ قرآن اچھے ہیں جو علوم قرآنیہ سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ (مدیر الواعظ)

قائد اعظم سلّمہ

اخبارات کے ذریعہ سے ہم کو یہ معلوم کرکے نہایت رنج ہوا کہ ایک دشمن اسلام نے مسلم لیگ کے قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح پر ناپاک حملہ کر دیا تھا۔

لیکن اس بات کی مسرت ہے کہ خلاق عالم نے موصوف کو اس کے اہم تاثر سے بچا لیا۔

ہم دست بدعا ہیں کہ خداوند عالم اس قائد اعظم کو تاقیام قیامت زندہ و سلامت رکھے۔ (مدیر)

دل کی آواز

ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اُن باقیم افراد ملک کا تہ دل سے شکریہ ادا کریں جو مبلغ صہ یا اس سے زیادہ سے ہماری ہمت افزائی کرکے الواعظ کے ذریعہ سے اسلام کو فروغ دے رہے ہیں۔

جون ۱۹۴۳ء ۔ جناب نواب حامد علی خانصاحب بالقابہ رئیس لکھنؤ ۔ مبلغ عـــہ

جولائی ۱۹۴۳ء ۔ جناب قاضی سید محمد طاہر صاحب بالقابہ وکیل سیتاپور۔ مبلغ عـــہ

〃 جناب سید محمود ذکی صاحب بالقابہ رئیس سرائے میر اعظم گڑھ مبلغ صہ

〃 جناب کے ترابی صاحب بالقابہ منارڈ ہے

اگست ۱۹۴۳ء ۔ جناب سید عباس صاحب صفوی مینسٹن ... صہ

〃 جناب سید علی سجاد صاحب پٹنہ صہ

اگست ۱۹۴۳ء ۔ جناب ڈاکٹر سید غلام حقانی صاحب سہسوان صہ

〃 جناب سید صمصام علی صاحب ضلع کھیری صہ

اگست ۱۹۴۳ء ۔ جناب حکیم سید تصدق حسین صاحب راولپنڈی صہ

〃 جناب سید شاہ حسین صاحب گوڈس کلرک ضلع ایٹہ صہ

〃 جناب چودھری محمد حسن صاحب ... ضلع گورداسپور صہ ۔ جناب آغا محمد ... صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس لدھیانہ صہ

نوٹ: ہم حضرات متعلقین مبلغین مدرسۃ الواعظین خصوصاً جناب مولانا ظہیر حسن صاحب باردی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ موصوف الواعظ کی توسیع اشاعت میں کوشاں ہیں۔ اور مزید توجہ کی امید کرتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں جناب مولانا محمد باقر صاحب لکھنوی کے بھی متشکر ہیں۔

باب النظم

چودھواں اختر اوج بقا کا

از صدر الشعراء جناب "نسیم" امروہوی مدظلہ

چشم و چراغ دیدۂ نرجس
عین خدا کی آنکھوں کا تارا
بدر کمال نیمۂ شعبان
چودھواں اختر اوج بقا کا
پیکر طاعت ماحی ظلمت
کفر مٹانے خلق میں آیا
دین نبیؐ کی قسمت جاگی
قرآں صورت دیکھ کے بولا
جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

استقبال ماہِ صیام

رحمتیں ساتھ لئے ماہِ صیام آتا ہے

(از فخر الشعراء جناب کاؔمل کراروی)

شکر حق گیارہ مہینوں کا امام آتا ہے
رحمتیں ساتھ لئے ماہ صیام آتا ہے

تیرگئ دل تاریک مٹی جاتی ہے
گلشن طاعت خالق میں بہار آتی ہے

اجر ان روزوں کا اتنا کہ نہیں جس کا حساب
اس کی ہر سانس میں تسبیح کا ملتا ہے ثواب

یہ شرف ماہ مبارک کو دیا ہے حق نے
اسکو اپنے لئے مخصوص کیا ہے حق نے

ایک آیت اگر اس ماہ میں کوئی پڑھ لے
تو ہزار آیت قرآں کا ثواب اس کو ملے

عفو فرماتا ہے اس ماہ میں بندوں کے قصور
کھول دیتا ہے در توبہ خداوند غفور

ملتے ہیں اس کے عوض کوثر و خلد و طوبیٰ
قیمتی ہوتا ہے اس ماہ کا سونا ایسا

رکھ کے روزہ جو عبادات کیا کرتا ہے
ایسے بندوں پہ مباہات خدا کرتا ہے

ہر تمنائے دل عابد کی قبول ہوتی ہے
ہوتی ہے جو بھی عبادت وہ قبول ہوتی ہے

غیب سے اسمیں ہر اک طرح کے ساماں ہونگے
بندے اس ماہ میں اللہ کے مہماں ہونگے

کہہ رہا ہے جو ہے دل اس سے لگانے والا
جلد آجائے کہیں چاند یہ آنے والا

آئے یہ ماہ تو ہر راہِ عبادت کھل جائے
عارفوں کیلئے کاکل در جنت کھل جائے

نوحہ۔ سانحۂ وفات سید مظاہر عباس حسن مرحوم ابن جناب سید محمد عباس صاحب موضع موی کیوٹ گنج کرا ضلع الہ آباد

(جو بہار شنبہ ۲۸ جولائی سنہ ۴۳ء کو جوان انتقال کیا۔ مرحوم انٹرنس میں تعلیم پا رہے تھے باوجود انگریزی تعلیم کے مذہبی امور میں بھی بہت پابند تھا اس لئے والد صاحب بہت نازاں تھے ان کے والد کی تمام امیدیں انہیں سے وابستہ تھیں)

(از نتیجۂ فکر جناب لطیف عباس صاحب کراروی)

فرط غم ہے نہ ہو کیونکر دل عباس اداس
چل بسا دہر سے وہ تھا جو احباب کا پاس

ذکر تاریخ ظفر نے کی تو رضواں بولا
دمبدم شاد جناں میں ہیں مظاہر عباس

۱۳۶۹ ۲۶۵+۱۰+۱۲۴+۳۵۵+۹۰ ←→ ۱۹۴۳ء

حضرت امیرالامراء نواب سر سالار جنگ بہادر بالقابہ
مدرستہ الواعظین میں

عالیجناب راجہ محمد امیر احمد خانصاحب بہادر بالقابہ
والی ریاست محمودآباد متولی منتظم مدرسۃ الواعظین

حضرت تاج العلماء مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ مجتہد العصر مد ظلہ
نبیرۂ اکبر سرکار نجم الملۃ
صدر شعبہ تبلیغ مدرسۃ الواعظین

فخرِ انسانیت حضرت علیؑ کا مرثیہ

(از عمدۃ الشعراء جناب کمالؔ عظیم آبادی)

اے قتیلِ مسجدِ کوفہ شہِ دنیا و دیں — مرتضیٰ خلاقِ عالم نفسِ ختم المرسلیں
پرتوِ انوارِ باری مطلعِ مہرِ علی — عالمِ علمِ لدنی واقفِ سرِّ خفی
صاحبِ عزم و ثبات و پیکرِ خلق و وفا — داورِ اسرارِ قدرت مظہرِ ذاتِ خدا
رہبرِ راہِ محبت جان و روحِ سوز و ساز — عاشقِ حسنِ ازل دانائے ذاتِ بے نیاز
قائمِ اسلام ہے تو اے شہیدِ راہِ حق — تیرا دنیا سے گزرنا کیوں نہ ہو وجہِ قلق
تیغ کھا کر سجدۂ خالق میں اے مہرِ مبیں — درحقیقت تو نے چمکا دی عبادت کی جبیں
بس ترے ہی دم سے تھا روشن مکانِ لامکاں — جب بجھیں مسجد کی قندیلیں ہوا ہم پر عیاں
آج تیرے غم کا سودا اہلِ دل کے سر میں ہے — ہر جگہ نوحہ ترا ماتم ترا ہر گھر میں ہے
تیرا اک موئے تن بھی معرفت افروز تھا — سازِ ہستی میں ترے حقانیت کا سوز تھا
درد پیدا کردیا اک گردشِ ایام میں — مر کے تو نے پھونکدی روحِ حیات اسلام میں
نغمۂ حقانیت پر یوں سراپا گوش تھا — بے خبر دنیا تھی جس سے اُس سے تو باہوش تھا
کُنہِ ذات و رمزِ فطرت خوب ہی سمجھا تھا تو — گو فرشتوں سے نہ تھا اُن سے مگر اچھا تھا تو

سامنے قاتل کے اور شربت عجب انداز ہے
اے علیؑ انسانیت کو آج تجھ پر ناز ہے

اُف وہ صبحِ شب نما جس میں ہوا مجروح تو — حشر تک ہوکر گریباں چاک روئے گی لہو
اے اسیرِ کاکلِ محبوبِ خلاقِ جہاں — اے قتیلِ چشمِ قتالِ حسین آسماں
چھوڑ کر دنیا چلا ہے آخرت کی سمت تو — آنکھ سے برسا رہے ہیں چاہنے والے لہو
ہے زمیں سے آسماں تک گریہ و شور و بکا — گونجتی ہے اب فضا میں واعلیا کی صدا
جمع ہیں ایتام و بیکس جو تری میت کے گرد — رو رہے ہیں پیٹ کے سر اور کہتے ہیں یہ درد
کون رکھیگا خبر میری بتا اے غمگسار — کون اب بیواؤں کا پوچھیگا آ کر حالِ زار
ہم بھلا اوصاف یہ پائیں گے کس کی ذات میں — روٹیاں اب کون بانٹے گا اندھیری رات میں
مشک اب کاندھے پہ رکھکر کون پہنچائے گا گھر — بیکسوں کے حال کی اب کون رکھے گا خبر
خون دل پیتے رہیں لختِ جگر کھاتے رہیں — وقت ہے آنکھوں سے اشکِ سرخ برساتے رہیں

مرنے والے مرگیا تو لیکن اتنا ہے اثر
روتی ہے دنیا تجھے صبح و مسا شام و سحر

باب المضامین

اخلاق اور اسلام

(نگارشتہ حجۃ الاسلام جناب مولانا سید رحمت حسین صاحب قبلہ مدظلہ گوپالپوری مجتہد العصر والزمان)

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ وآلہ الطاہرین ولعنۃ اللہ علی مستحقیہ من الاولین والاخرین۔ عمدۃ الافاضل والاعلام ومجمع مکارم الاخلاق جناب مولوی سید نجم الحسن صاحب ساکن کراری ضلع الہ آباد نے مندرجہ بالا سرخی کے تحت میں مجھ سے مضمون کی خواہش کی ہے۔ مجھے فرصت نہیں رہتی دوپہر تک تفسیر انوار القرآن اور تین بجے سے شام تک علم رجال کی کتاب لکھا کرتا ہوں جس کی میرے مذہب میں بہت کمی ہے جس کی وجہ سے بہت سی حدیثوں کا اعتبار گمنامی میں پڑا ہوا ہے باوجود اس کے عزیزم سلمہ کے سوال کو رد کرنا پسند نہ کیا اور ذیل کی چند سطریں لکھ دیں لیکن مضمون کو زیادہ خوشنما اور دل پسند بنانے کے لیے اطمینان اور یکجہتی اور وسعت وقت کی ضرورت ہے جو میرے لیے میسر نہیں ہے۔

اخلاق اور اسلام کے باہمی تعلقات اور آپس کی نسبت کو سمجھنے کے لیے چند مقدموں کو پہلے ذکر کر دینا ضروری ہے۔

پہلا مقدمہ لفظ اخلاق خُلق کی جمع ہے جس کے معانی کتب لغت میں عیسائی علماء میں سے صاحب اقرب الموارد نے اور شیعہ علماء میں سے مولانا فخر الدین طریحی صاحب مجمع البحرین نے اور سُنی علماء میں سے ملا محمد طاہر صاحب مجمع البحار اور علامہ ابن اثیر صاحب نہایہ نے باختلاف الفاظ پانچ لکھے ہیں ۱۔ دین، اور مذہب ۲۔ طبیعت یعنی پیدائشی حالت ۳۔ سجیت یعنی حاصل کی ہوئی صفت ۴۔ مروت یعنی اپنے شان اور مرتبہ کی حفاظت جس کو دوسرے الفاظ میں خودداری بھی کہتے ہیں ۵۔ عادت یعنی "عملدرآمد" گو یہ الفاظ آپس میں ایک دوسرے کے معانی میں بھی استعمال کیے جاتے ہیں؛ لیکن چونکہ مذکورۂ بالا اعلام نے ایک ہی لفظ کے تحت میں ان سب کو ذکر کیا ہے اور تاسیس یعنی مستقل معنی مراد لینا تاکید سے اولیٰ ہے اس لیے ہر ایک کے لیے جداگانہ معنی قرار دینا زیادہ مناسب ہے تاکہ علمی اور عملی دونوں طرح کے معنوں کو شامل ہو کر اس لفظ کا فائدہ عام ہو جائے اور حکما نے اپنی اصطلاح میں علم اخلاق کو فن حکمت کی ایک قسم قرار دی ہے اور اس کو اصلاح نفس اور اپنے ارادی حرکتوں کی مصلحتوں کو جاننے کے ساتھ خاص کر دیا ہے جس کی وجہ سے یہ شریف فن صرف حکمت عملی کی ایک شاخ قرار پاتا ہے اور حکمت نظری سے اس کو کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ اور یہ اصطلاح درست نہیں ہے ایک اس وجہ سے کہ لغت اور عرف عام اور اصطلاح اہل شرع کے مخالف ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ حکم عقل کے بھی مخالف ہے کیونکہ علم حکمت کی تعریف حکما نے یوں بیان کی ہے کہ اپنی قابلیت کے مطابق ہر چیز کی حقیقت اور حالات کو جاننا اور کاموں کو انجام دینا جس سے وہ کمال نفس میں حاصل ہو جس کا ہر شخص طالب ہے، "حکمت کہلاتا ہے

اور یہ تعریف علم اور عمل دونوں کو شامل ہے
اور علم حکمت منقسم ہے اور علم اخلاق اس کی ایک قسم
اور ظاہر ہے کہ مقسم کی پوری تعریف کو اس کے
ہر قسم میں پایا جانا چاہیے لیکن حکما کی اصطلاح کی
بنا پر علم اخلاق میں پائی نہیں جاتی - اور اگر یہ
کوئی اعتراض نہ بھی ہوتا جب بھی اس اصطلاح کو
اختیار کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ لغوی معنی کو اختیار
کرنا راجح ہے ۱؎ اس وجہ سے کہ وہ مقدم ہے -
۲؎ اس وجہ سے کہ عرف عام اور شرع انور کے
مطابق ہے ۳؎ اس وجہ سے کہ فائدہ اس کا عام ہے
خلاصہ یہ کہ ترجیح لغوی معنی کو ہے اور اس لحاظ
سے یہ لفظ اصول اعتقادیہ اور فروع عملیہ اور صفات
و محاسن نفسانیہ سب کو شامل ہے"

دوسرا مقدمہ کسی چیز کے ثبوت کے لیے شاہد
اور دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور بہترین شاہد
وجدان ہے یعنی کسی چیز کو کسی حال اور صفت پر پانا"
اور ہمارا وجدان دنیا میں تین طرح کی چیزوں
کو ثابت کرتا ہے جن کو موالید ثلثہ سے تعبیر کرتے
ہیں ایک جمادات یعنی ڈھیلا پتھر وغیرہ جو جسمانیت
کے سوا کچھ نہیں رکھتے - دوسرے نباتات یعنی
درخت وغیرہ جو جسمانیت کے علاوہ نمو یعنی باڑھ
بھی رکھتے اور پھلتے پھولتے ہیں - تیسرے حیوانات
یعنی جاندار چیزیں جو جسمانیت اور نمو کے علاوہ
بارادہ حرکت بھی کرتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں ایک
غیر ذوی العقول جو اقتضاء فطرت اور ضروریات
زندگی کے ادراک کے علاوہ عقلی چیزوں کے
سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتے اور جوہر عقل جیسی شریف
نعمت سے خالی اور محروم ہیں دوسرے ذوی العقول
جو اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہیں - یہ وہی صنف ہے
جس کے حق میں خداوند رؤف و منان نے ولقد
کرمنا بنی آدم فرمایا ہے یعنی بے شک ہم نے اولاد
آدم کو ذی عزت و شرافت پیدا کیا ہے اور وہ
خود اپنے آپ کو اشرف المخلوقات کہتا ہے لیکن صفت
انسانیت کو کھو کر ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل
سبیلا اور برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق
اور اچھا خاصہ حیوان بلکہ اس سے بھی بدتر بنا بیٹھا
ہوا ہے " یہی نعمت عظمیٰ یعنی عقل وہ گوہر عزیز القدر
اور رفیع المنزلت ہے کہ خداوند حکیم نے اپنے احکام
کے اجرا اور عدم اجرا اور انسانی اطاعت و مخالفت
پر ثواب اور عذاب اور ان دونوں کی کمی زیادتی
کا دارومدار اس کے وجود اور عدم اور کمی و زیادتی
کو قرار دیا ہے - اور ایسا محبوب القلوب اور مقبول القول
چیز ہے کہ خدائے برحق کے نہ ماننے والے لا مذہب بھی
اس کے فیصلے کو مانتے ہیں حکما اور متکلمین کہتے ہیں کہ
الوجود خیر محض والعدم شر محض یعنی ہستی
خالص بھلائی ہے اور نیستی خالص برائی " اس بنا پر
موالید ثلاثہ مذکورہ بالا میں سے پہلی قسم کا مرتبہ
سب سے پست ہے کیونکہ صفات وجودیہ میں سے جو
خیر محض اور مبدا عزت و شرافت ہیں کئی چیزیں
اس سے مفقود ہیں، اور دوسری قسم اس سے
ایک درجہ بلند ہے اور تیسری قسم کی پہلی صنف
دو درجے، اور اس کی دوسری صنف شرافت

اور خیریت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہے کیونکہ جوہر شریف
یعنی عقل کی وجہ سے کل صفات فاضلہ خیریہ کی جامع
ہے کہ اگر ان کی حفاظت اور رعایت کرے تو وہ
اس کو خیر دنیا و آخرت کا مستحق بلکہ ملائکہ کا مخدوم
اور مطاع بنا دیتی ہیں خداوند منان نے اپنے مقدس
کلام و فضلناھم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلا
میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے یعنی ہم نے اولاد آدم
کو اپنی بہت سی مخلوقات پر بہت زیادہ فضیلت دی ہے
تمیز اسی قوت سے دنیا کی مادی اور غیر مادی چیزوں
اور بنی آدم کے حالات اور صفات اور حرکات و
سکنات کے عاجل یعنی دنیاوی اور آجل یعنی اخروی
نفع اور نقصان اور ذاتی بھلائی اور برائی کو صحیح
طور پر بتانے والی اور ان کو اختیار کرنے والا اور چھوڑنے
کا بہتر مشیر یہی ہے جو ہر بے بہا یعنی عقل۔ کیونکہ اگر
اپنی سلامتی پر باقی ہو تو ہر چیز کی واقعی بھلائی اور
برائی اور نفع اور نقصان کو سمجھنا وہ اختیار کرنے
اور چھوڑنے کا صحیح مشورہ دینا اسی کا کام اور اسی
کی ذاتی صفت ہے اسی وجہ سے عرف عام میں مقبول
اور شرعی امور میں تکلیف اور عدم تکلیف اور ثواب
و عذاب کا دار و مدار قرار دی گئی ہے۔

چوتھا مقدمہ افراد بنی آدم میں سے ہر فرد
میں ایک جوہر لطیف ودیعت رکھا گیا ہے جو نہ تو
جسم ہے اور نہ اپنی ہستی اور قیام میں جسم کا محتاج
ہے جس کو ہر شخص لفظ میں سے مراد لیتا ہے
اس کے غیر جسمانی ہونے کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ جب
انسان خواب کے حالات بیان کرتا ہے تو کہتا ہے
کہ میں فلاں جگہ گیا اور میں نے فلاں سے ملاقات کی
اور میں نے یوں کیا اور میں نے یوں گفتگو کی۔ حالانکہ
جسم اس کا بستر خواب پر پڑا رہتا ہے اور سچے خواب
کے واقعات صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ اسی جوہر کو
نفس کہتے ہیں اور عالم اکبر یعنی جسم انسانی کی کل سلطنت
کا مدبر اور منتظم یہی ہے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام
نے اپنی بلیغ فرمائش من عرف نفسہ فقد عرف
ربہ میں اسی کی معرفت کو معرفت پروردگار کا ذریعہ
فرمایا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی نیکنامی اور رفعت
اور بلندی کو ہر شخص چاہتا ہے، یہی وہ چیز ہے جو نفیس
خصلتوں سے متصف ہو جانے کے بعد عزت اور شرافت
کے عرش پر پہونچ جاتی ہے اور رذیل خصلتوں سے
متصف ہونے کی وجہ سے ذلت اور خواری کے قعر میں
گر جاتی ہے یہاں تک کہ اس سے شیطان بھی بیزاری
ظاہر کرنے اور کہنے لگتا ہے کہ انی بریٔ منک انی
اخاف اللہ رب العالمین۔

پانچواں مقدمہ عقل جن چیزوں کو دنیا اور آخرت
کے لیے نافع اور مضر بتاتی ہے اور جن کی خوبی یا
بدی کا حکم کرتی ہے ان میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو
صرف شریعت سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کو مجعولات
شرعیہ کہتے ہیں جیسے روزہ نماز وغیرہ عبادتیں اور
ان کے انجام کے طریقے، عقل جو رسول باطن ہے
ان کے متعلق صرف اس قدر حکم کرتی ہے کہ خداوند مالک
الملوک چونکہ تمہارا منعم و محسن ہے اور محسن کے احسانات
کا عوض اور اس کے حقوق سے سبکدوشی حاصل کرنا شرافت
انسان کا مقتضا ہے اور اس میں کوتاہی کی ندامت اور خجالت سے

محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے اس لیے منعم اپنے احسانات کا عوض جو بتائے اس کو اسی طرح انجام دے جس طرح وہ چاہے اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو صرف عقل سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کو مستقلات عقلیہ کہتے ہیں جیسے اصول اعتقادیہ۔ اور طاعت مالک مولیٰ۔ اور آپس میں حسن سلوک کی خوبی۔ اور ظلم عالم میں خلل ڈالنے والی چیزوں کی برائی مجعولات شرعیہ مرتبہ میں متاخر ہیں اور مستقلات شرعیہ متقدم، کیونکہ مجعولات شرعیہ کا انجام اصول عقائد کے پابند ہو جانے یعنی مالک الملک اور حاکم حقیقی کی معرفت حاصل کر لینے اور حق حکومت کو تسلیم کر لینے پر موقوف ہے، اور جس طرح مجعولات شرعیہ کے متعلق عقل کا حکم صرف ارشادی یعنی دوستانہ و مشفقانہ مشورہ کے طور پر ہے۔ اسی طرح مستقلات عقلیہ کے متعلق شارع علیہ السلام کا حکم بھی ارشادی اور مشورۂ نیک کے طور پر ہے کیونکہ ان کے متعلق شارع کا مولوی یعنی الزامی اور حاکمانہ حکم مستلزم دور ہے اس وجہ سے کہ حاکم کو حاکم ماننے سے پہلے اس کا حکم کوئی وقعت نہیں رکھتا پس اس کے حکم وجوب تحصیل معرفت کو ماننا اس کی معرفت پر موقوف ہوگا اور اس کی معرفت اس کے حکم وجوب تحصیل معرفت پر، اور اسی کو دور صریح کہتے ہیں۔"

چھٹا مقدمہ حسن خلق کا لب اور مغز و خلاصہ اپنے نفس کی اصلاح اور اپنے اور غیر (خدا اور خلق خدا) کے درمیان تک کہ اپنے نفس کے درمیان تعلقات کو خوشگوار رکھنا ہے، اور سوء خلق کا خلاصہ اپنے نفس کو بگاڑنا اور غیروں کے تعلقات کو ناگوار کرنا اور علم اخلاق انہیں دونوں کو اختیار کرنے اور چھوڑنے کی تعلیم دیتا ہے۔"

ساتواں مقدمہ اتحاد اور مغایرت دونوں دو طرح کے ہوتے ہیں ایک واقعی جیسے زید اور اس کے نفس میں واقعی اتحاد ہے جس کی وجہ سے وہ حقیقت کے طور پر اپنے نفس کو (میں) کہتا ہے، اور جیسے زید اور بکر میں واقعی مغایرت ہے جس کی وجہ سے وہ حقیقت کے طور پر (میں اور تم) کہتا ہے دوسرے اعتباری جیسے زید کوئی جرم کر کے سزا پائے تو اس اعتبار سے کہ اس نے جرم کر کے اپنے نفس کو سزا کی تکلیف میں مبتلا کیا ظالم ہے اور اس اعتبار سے کہ اس نے سزا کی تکلیف جھیلی مظلوم ہے، پس بہ اعتبار ظالم ہونے کے وہ اپنے نفس کا مجاز کے طور پر غیر ہوگا اور اس کا نفس بہ اعتبار مظلوم ہونے کے مجاز کے طور پر اس کا غیر کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک شخص ایک اعتبار سے ظالم اور مظلوم دونوں نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے شرع انور میں جہاں دوسروں کے حقوق بتائے گئے ہیں اپنے نفس کے حقوق بھی بتائے گئے ہیں اور ان کی رعایت واجب کی گئی ہے اور قرآن مقدس میں ظالم لنفسہ (صافات ۱۱۳ پ ۲۳) اپنے نفس پر ظلم کرنے والا فرمایا گیا ہے۔ اور جیسے دو شخصوں میں انتہائی محبت ہونے کے بعد عام محاورہ میں مجاز کے طور پر کہتے ہیں کہ ان دونوں میں اتحاد ہے۔

(باقی آئندہ)

جنگ کب اور کیونکر ختم ہوگی

نگارشِ استاذ المتکلمین جناب مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ مدظلہ پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

مدعیان تہذیب کی خونخواری و خونریزی، تمدن و شائستگی کے نام نہاد علمبرداروں کی بربریت نے آج عالم کے سامنے حیاتِ انسانی کا وہ نقشہ کھینچ رکھا ہے جس کے سامنے ہزاروں برس قبل کے وہ افسانے گرد ہوگئے ہیں جو شاعرانہ مبالغہ کی قلمکاری نے نہایت بھیانک شکل میں مصر، روم اور بابل وغیرہ کے دورِ جہالت کے سر تھوپے ہیں اور اس انسانی خون کی ہولی نے وہ خوفناک صورت پیش کی ہے کہ ہر قوم و ملک، ہر مذہب و ملت اور ہر حیثیت و شخصیت اس سے انتہا درجہ عاجز و متنفر نظر آتی ہے اور نوبت یہاں تک آچکی ہے کہ خواہ خود ہمارا ملک ہو یا ہماری قوم شکست ہی کھا جائے مگر کسی طرح جنگ کا خاتمہ تو ہو جائے زبانوں پر آنے لگا ہے لیکن اس کثیر اور بہ تنگ آمدہ جماعت میں ایسے لوگ کتنے ہیں جنہوں نے یہ غور کیا ہو کہ حقیقی اسبابِ جنگ کیا ہیں اور ان اسباب کے ساتھ کن نتائج کا وابستہ ہونا ناگزیر ہے۔ سیاسی نقطۂ نظر اس باب میں کیا ہے۔ مذہبی نظر کیا دیکھتی ہے ارباب تجارت کے نزدیک کس کا پلہ بھاری ہے۔ غرض ذاتیہ کے سمجھے لیکن بنی نوع انسان کی زندگی سے کھیلنے کا بیڑا اٹھانے والے اسے ناشناس اور حقیقت کیا سوچیں

رہی ہیں۔ میں ان کے متعلق کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا مجھے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اگر کوئی نتیجہ کسی خاص سبب سے وابستہ ہے تو اس سبب کے موجود رہنے تک وہ نتیجہ بھی رہے گا اور جب تک وہ نتیجہ دکھائی دیتا رہے اس سبب کے وجود سے انکار بے معنی ہے اس کلیہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جنگ کے اسباب پر غور کرنا خود بخود بتلا دیگا کہ جنگ کب ختم ہوگی۔ اور اگر ہم کسی طرح صحیح اسباب تک پہنچ جائیں اور انہیں دفع یا رفع کر دیں تو بے شبہ نتائج آپ ہی آپ ہوا ہو جائیں گے۔

واقعی اسباب کی تلاش اور اہل عالم کے انوکھے استدلال

لیکن جس طرح ہر کوشش صحیح نتیجہ پر منتہی نہیں ہوا کرتی ہر بیان کردہ سبب سبب نہیں ہوتا اور ہر سبب سبب صحیح نہیں ہوتا جس سے نتیجہ کا ربط واقعی ہو۔ اسی بنا پر ہر شکاری کا تیر ہدف نہیں ہوتا اور ہر معالج کا علاج شفا بخش نہیں ہوتا۔ اور ہر پیشین گوئی مطابق نہیں ہوتی اور ہر سیاسی نظریہ کامیاب نہیں ہوتا۔ کسی شے کی محبت یا عداوت آنکھوں پر اس طرح کا پردہ ڈال دیتی ہے کہ محبوب کا عیب بھی ہنر نظر آتا ہے۔ اور مبغوض کا ہنر بھی عیب سمجھ

میں آتا ہے یہ بھی جبکہ دوسری طرف توجہ کا موقع بھی ہو ورنہ جمالِ محبوب میں ایسی محویت ہوتی ہے کہ ہر خوبی کا سہرا اسی کے سر رہنے دیا جاتا ہے اور جملہ عیوب کا مرکز اس کے مخالف کو بے چون و چرا مان لیا جاتا ہے بڑے بڑے صاحبان ہوش و عقل ادعا کی نہایت پوچ اور لچر دلیلیں اسی حب الشئ یعمی و یصم کی مرہون منت رہا کرتی ہیں۔ اس حد تک بھی دیکھا جاتا ہے کہ علت کو معلول اور معلول کو علت قرار دے دیا گیا ہے اور کبھی تو اور زیادہ قابل مضحکہ لطیفے بھی ہنسائے بغیر نہیں رہتے پھر یہ نظر آتا کہ جنگ کے وقتی اسباب کیا ہیں انسان نہیں چمنی کا دھواں اور ایک زمانہ میں اغلباً

شرح ولادت کی قلت

(گزشتہ جنگ عظیم کے بعد) فرانس میں یہ محسوس کیا گیا کہ پیرس میں مسلسل مردم شماری کم ہو رہی ہے اور شرح تولید بہت گھٹ گئی ہے اس کے اسباب پر غور کرنے کو حسب مزاج یورپ کے

مداوائے ہر شے بدست کمیشن

ایک کمیشن مقرر کیا گیا ظاہر ہے کہ فرانس کے کیسے کیسے صاحبان فن اس کمیشن کے اعضا ہونگے اور ناظرین (کم از کم ہندوستان کے نقلی حریت پسند اور عملی اقتصادی، معاشرتی، ذہنی، سیاسی، مختصر یہ کہ صورتی و سیرتی مقلدین) کو ان سے کیا کچھ نہ امیدیں رہی ہونگی لیکن جب رپورٹ نکلی تو اس نے ہماری ضیافت طبع کے لیے یہ مژدہ سنایا کیونکہ پیرس اور اسکے اردگرد بہت کثرت سے کارخانے ہیں اور ان کی چمنیوں سے دھواں اٹھتا ہے وہ فضا میں پھیلتا ہے ہوا میں مخلوط ہوتا ہے اور وہ سانس میں آتا ہے لہذا صحت خراب ہوتی ہے اسی لیے اولاد کم پیدا ہوتی ہے ارباب کمیشن سے کون پوچھے کہ جناب فرانس اور پیرس کی ازدواجی زندگی اور کھلی رندی پر (جس نے بنا بر تحریر "الہلال مصری" فرانس والوں کو اس حد پر ابھارا کہ یہ بات قانوناً تسلیم کر لی جائے کہ اگر کسی دوشیزہ کو بغیر جائز نکاح کے بچہ پیدا ہو تو اس کنواری ماں کا احترام بھی وہی ہونا چاہیے جو بیاہی صاحب اولاد کا۔ ہاں ہاں سب بجا ہے ہاں نتیجے کے اسباب کچھ ہوں) بھی نظر ڈالی گئی تھی کہ نہیں اولاد کی کمی کے اسباب کا حل تو بہ نسبت ان باتوں پر غور کرنے کے اس معاملہ پر فکر کرنے سے زیادہ مرتبط تھا۔ علوم طبیہ سے واقفیت رکھنے والے حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ کثرت کا نتیجہ مرد اور عورت دونوں کے حق میں نہ صرف قلت اولاد پر منتہی ہوتا ہے بلکہ دونوں طرف کی اس صلاحیت ہی کو گم کر دیتا ہے بلکہ اس کا اثر کچھ آئندہ نسل پر بھی پڑتا ہے یہ نہایت واضح اور مشہور سبب تھا جو نتیجہ سے پختہ ارتباط رکھتا ہے مگر اس کو چھوڑ کر دلیل کا رخ چمنی کے دھوئیں کی طرح موڑا جا سکتا ہے۔ بعلاوہ قوی اور مضبوط سبب کا اظہار کر کے اپنی زندگی کو کون تنگ کرے اسباب اور مسببات کے متعلق اگر آپ اور مثالیں بھی ڈھونڈھیں تو بہ کثرت مل سکتی ہیں مثلاً اکثر بڑے اعمال کے اسباب پر رائے زنی کرتے ہوئے اپنی جان چھڑانے کے لیے نہایت عمدہ حربہ "تقدیر کا لکھا"

اختیار کیا جاتا ہی اور اس طرح دلیل لائی جاتی ہی کہ

مے خوردن من حق زازل می‌دانست
گر مے نہ خورم علم خدا جہل بود

چونکہ خدا کو ہماری مے نوشی کا علم تھا لہذا شراب پی گویا علم خدا علت شراب نوشی ہے اور مے نوشی اس کا لازمی نتیجہ اب خوف عقاب و عتاب سے فراغت ہے۔ اس کی مزید توضیح یوں ہوی کہ چونکہ استاد کامل نے کہدیا یا جان لیا تھا کہ فلان لڑکا اس سال امتحان میں فیل ہوگا اس لیے وہ فیل ہوگیا۔ چونکہ حاذق طبیب یا ماہر ڈاکٹر نے جان لیا یا اعلان کردیا تھا کہ فلان مریض فلاں وقت مرجائے گا اس لیے وہ مریض مرگیا کیا یہ الٹی گنگا نہیں بہائی گئی؟ یہ کیوں نہیں فرمایا جاتا کہ چونکہ لڑکا فیل ہونے والا تھا لائق استاد کو اس کا علم پہلے سے ہوگیا۔ چونکہ مرض اور مریض کے رنگ نے تبلا دیا تھا کہ یہ فلاں وقت مرنے والا ہے۔ لہذا طبیب کا کمال تھا کہ اس نے پہلے سے اس کی خبردی۔ اسی طرح چونکہ کوئی شخص شراب پینے والا تھا عالم الغیب والخفیات نے پہلے سے دیا ہی جانا تھا جو ہونے والا تھا۔ دوسروں کے جاننے اور اس کے جاننے میں صرف اتنا فرق ہی کہ دوسروں کا علم ناقص ہے کبھی سمجھنے میں غلطی ہوتی ہے پروردگار عالم نے وہی جانا ہے جس میں غلطی نہیں ہے اس قسم کی مثالوں میں طول دے کر ناظرین کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا۔ اب جو کچھ عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ نہایت اہتمام کی ضرورت ہی کہ کسی چیز کے

صحیح اسباب کو معلوم کیا جائے اور اسپر اساس فیصلہ قائم کی جائے اس کا امکان ضرور ہے کہ کسی ایک نتیجہ کے کئی اسباب ہوں اور بعض اسباب مخفی بھی ہوں اور کسی سبب کی طرف نظر نہ بھی جا سکے۔ اور اس طرح واقعیت اور غیر واقعیت میں امتیاز نہ ہوسکے مگر یہ امر قابل معافی اسی وقت تک رہے گا جب تک دانستہ غلطی نہ کی گئی ہو ورنہ دانستہ ایسی غلطی نہ تو قابل معافی ہوگی اور نہ یہ فیصلہ اصلیت پر کوئی اثر ڈال سکے گا۔

جنگ کے اسباب | اب جب کبھی انسان سبب غیر سبب میں امتیاز نہیں کرسکتا اور کبھی صحیح اور غیر صحیح میں فرق نہیں کرسکتا اور کبھی اہم اور غیر اہم اسباب میں تمیز نہیں ہوتی تو جنگ کے متعلق کسی درست فیصلہ کرنے والے کا فریضہ یہ ضرور ہے کہ ان شقوں میں ہر ایک پر نظر ڈال لے اس کے بعد فیصلہ سنائے۔

سیاسی مذاق۔ نجومی رفتار۔ اقتصادی رد اپنے اپنے فیصلے کرچکے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ اس قسم کے تشخیص مرض کے باوجود مرض باقی ہے کیا اس موقع پر ایک مذہبی مذاق رکھنے والے کو اس بات کا موقع نہیں ہے کہ وہ یہ صاف صاف کہدے کہ اس جنگ کا نہایت گہرا اور واقعی سبب عالم کا عموماً اور ممالک مغربیہ کا خصوصاً اللہ اور الہیات سے منھ موڑ لینا ہے۔ یہ جنگ ان گستاخیوں کی سزا ہی جسے فرعون مزاج آدمیوں نے بارگاہ صمدیت میں جائز قرار دیا۔

جنگ اور اس کے موجودہ عواقب - گرانی - پریشانی - ان احکام الٰہیہ کی توہین کے نتائج ہیں جنہیں خدا کے معلوم بندوں نے اپنی جان پر کھیل کر بنی نوع انسان کی رفاہ و فراغ بالی کے لیے رائج کیا تھا ورنہ اپنی دی ہوئی نعمتوں کو وہ بلا وجہ کیوں واپس لے گا۔

کریم مطلق کی نعمتوں کا کھلم کھلا کفران نکبتوں ہی پر منتہی ہوتا ہے اور ایسا ہی رہے گا۔ کدأب آل فرعون والذین من قبلهم کفروا بآیات الله فأخذهم الله بذنوبهم ان الله قوی شدید العقاب ذلك بأن الله لم یك مغیرا نعمة انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بأنفسهم (پ ۱۰ ع ۳)

گزشتہ زار کی حالت زار کس سے پوشیدہ ہے آیات الٰہیہ سے مقابلہ کا جواب کیا اور کس طرح ملا۔ خدا کے محبوب اور زیر خاک سونے والے بندوں سے گستاخی کا نتیجہ آج بھی نمایاں ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں۔ نیز رو ہے کہ گستاخوں کی سزا اور منکرین و مسرفین سے انتقام میں تعجیل قادر علی الاطلاق کے لیے نہ زیبا ہے نہ اس طرح اس نے اپنی سنت قرار دی ہے مگر جب طاغی بندوں پر عذاب کا وقت آ ہی جاتا ہے چشم زدن میں گھر خاندان ہی نہیں بلکہ بستیاں کی بستیاں ویران ہو جاتی ہیں۔ اور افسانہ بنا کر رہ جاتی ہیں وظلموا انفسهم فجعلناهم احادیث (پ ۲۲ ع ۸)

قرآن مجید میں ایسی آیتیں بکثرت موجود ہیں جنہیں کبھی بصورت عموم اور کبھی بطور خصوص ان اسباب کا تذکرہ کیا گیا ہے جن سے اقوام و اشخاص پر تباہی آتی ہے اگر ذرا سی توجہ کی جائے تو بتفصیل معلوم ہو جائیگا کہ اس جنگ میں بھی وہی اسباب کار فرما ہیں اور ان کی انتہا بھی ایسے ہی نتائج پر ہونا چاہیئے تھی۔

عام شہروں کی تباہی کے اسباب

واذا اردنا ان نهلك قریة امرنا مترفیها ففسقوا فیها فحق علیها القول فدمرناها تدمیرا (پ ۱۵ ع ۳)

اور جب ہمیں کسی بستی کو ویران کرنا ہوتا ہے تو ہم اس میں خوشحالوں کو زیادہ کر دیتے ہیں پھر جب وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں تو ان کے لیے عذاب کا حق ہو پھر اسے اچھی طرح تباہ و برباد کر دیا۔

لیکن یہ یاد رہے کہ تباہی سے قبل حجت پوری کر لی جاتی ہے۔ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (پ ۱۵ ع ۲)

جب تک اہل شہر ظالم نہ ہوں شہر تباہ نہیں کیا جاتا

وما کنا مهلكي القری الا واهلها ظالمون ہم تو بستیوں کو برباد کرتے ہی نہیں جب تک وہاں کے لوگ ظالم نہ ہوں۔

اس میں شک نہیں آج بستیاں کی بستیاں ویران ہو رہی ہیں پھر غور کیجئے کہ اس کا سبب کیا ہے میرا مقصد اس وقت تمام عالم کو مخاطب کرنا نہیں ہے اگرچہ تمام اہل مذہب اور آسمانی صحف ان امور میں اجمالاً یکرنگ و یکزبان دکھائی دیتے ہیں، بلکہ صرف اہل اسلام و ایمان کو [illegible]

کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن و احادیث سے جن اسباب کی بنا پر۔ تباہی۔ ویرانی۔ تنگدستی گرانی کے آنے کا پتہ ملتا ہے انھیں کو واقعی اور مضبوط سبب سمجھیں اور پھر ان مصائب کا علاج جس طرح تجویز کیا گیا ہے اُسی کو واقعی علاج سمجھیں۔

روٹی کی گرانی آج ہی نہیں ہے پہلے بھی ہو چکی ہے اور آج سے بدتر حالات ہو چکے ہیں مگر کیوں اور اس کا علاج کیا تھا۔ اس کے متعلق سرورِ کائنات فرماتے ہیں کہ نہر ثرثار کے کنارے رہنے والوں پر خداوند عالم کا خاص کرم تھا وہاں بہترین اور کثیر گیہوں اُگا کرتا تھا، مغرور لوگوں نے یوں کفرانِ نعمت شروع کر دی کہ گیہوں کی روٹی پکا کر اس سے خود استنجا کرنے لگے اور اپنے بچوں کے بھی پیشاب و پاخانہ اسی سے صاف کرنے لگے اسی طرح ایک زمانہ گزر گیا یہاں تک کہ روٹیوں کا ایک پہاڑ تیار ہو گیا۔ ایک دن ایک بندۂ خدا اس طرف سے گزرا، دیکھا کہ ایک عورت اپنے بچے سے روٹیوں کے ذریعہ سے ازالہ نجاست کر رہی ہے۔ اُس نے بڑھ کر کہا ارے یہ کیا کرتی ہے۔ ذرا خدا سے ڈر۔ اور نعمت خدا کی قدر کر، ایسا نہ ہو کہ یہ نعمت تجھ سے چھین جائے۔ اُس عورت نے کہا جا بھی ہم کو گرسنگی کی تکلیف سے ڈراتا ہے جب تک یہ نہر ثرثار جاری ہے ہم ہرگز بھوکے نہیں رہ سکتے وہ شخص تو چلا لیکن خداوند عالم کا غضب یوں نازل ہوا کہ بحکم خدا آسمان نے بارانی اور زمین نے روئیدگی روک لی اب کیا تھا سب بھوکوں مرنے لگے اور وہی روٹیوں کا پہاڑ جو ان کے استنجا سے تیار ہوا تھا ترازو میں تل کر تقسیم ہونے لگا۔ (پھر بڑے توبہ و استغفار کے بعد اُن پر رحم کیا گیا)

جنگ خونریزی۔ آبادیوں کا ویران ہونا خوشحالوں کی تباہی۔ امن و امان کا فقدان۔ قحط اور تنگ حالی۔ جان و مال اور آبرو کا خطرہ یہ سب کچھ پہلے ہو چکا ہے لیکن اس کا علاج یہ نہیں ہے جسے ہم سمجھ رہے ہیں بنی اسرائیل کے واقعات دیکھیے ان کی سرکشی۔ پھر بخت نصر کا تسلط۔ سربفلک عمارتوں کا تودۂ خاک بن جانا۔ لاکھوں انسانوں کا تہ تیغ ہو جانا۔ جناب موسیٰ کے زمانہ میں نہ ماننے والوں کا طغیان پھر اُن کا قتل عام وغیرہ ملاحظہ کیجیے آپ پر بالکل واضح ہو جائے گا کہ نعمتیں کس طرح آتی ہیں۔ پھر بندے کس طرح ناشکری کرتے ہیں۔ پھر ان کو کس کس طرح تباہ کیا جاتا ہے اور پھر آئی ہوئی بلا کس طرح ٹل سکتی ہے جناب یونسؑ کے قصے میں پروردگار عالم نے تصریح کی ہے کہ اُس بستی کی آئی ہوئی بلا خدا کے حکم کو مان لینے سے ٹل گئی۔ دوسری جگہ یہ بھی موجود ہے کہ جب تک یہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے ہم عذاب نہ کرینگے۔ چونکہ طول بہت ہو گیا اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور واضح کرتا ہوں کہ یہ جنگ اُسی وقت ختم ہو گی جب ہم گناہگار واقعی طور پر خدا کی بارگاہ میں استغفار کرینگے اور اُن اعمال سے

تو بہ کریں گے جن سے دریائے غضب الٰہی جوش میں آتا ہے ورنہ جب تک خداوند عالم کے نزدیک متمرد اور سرکش انسان کے طغیان اور چند روزہ طاقت پر گھمنڈ اور مادی قوت کے بل بوتے پر خداوند عالم کے امہال و ڈھیل کی حکمت سے غافل ہو کر بارگاہ قادر علی الاطلاق میں گستاخیوں کا انتقام از روئے حکمت پورا نہ ہولے گا ہم اسی حیرانی و سرگردانی میں مبتلا رہیں گے۔ افسوس تو یہ ہے کہ جوں جوں اس قسم کی سختیاں بڑھتی جاتی ہیں ہماری غفلت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور خدا کی طرف سے منھ پھیر کر مادیت اور خالص مادیت میں غوطہ زنی کو ذریعہ نجات قرار دیا جا رہا ہے

پروردگارا ہم بخلوص تیری بارگاہ میں اُن تمام اسباب سے توبہ کرتے ہیں اور توبہ پر باقی رہنے کی دعا کرتے ہیں جو اشخاص و اقوام کی تباہی کا باعث ہوتے ہیں اور امیر المومنین کی تعلیم کے موافق تجھ سے مغفرت مانگتے ہیں۔

اللھم اغفر لی الذنوب التی تنزل النقم اللھم اغفر لی الذنوب التی تغیر النعم اللھم اغفر لی الذنوب التی تحبس الدعاء اللھم اغفر لی الذنوب التی تنزل البلاء

(نوٹ) مجھے یقین ہے کہ اگر مومنین کرام اس دعا کو ہر نماز کے بعد برابر پڑھا کریں تو مصائب سے چھٹکارا ہو کے رہے گا۔

(مدیر)

نسخ شرائع کی بحث

نگاشتۂ استاذ الثقلین جناب مولانا سید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری پرنسپل جوادیہ کالج
بنارس

یہ مختصر تحقیقی مضمون جو ہدیۂ ناظرین ہے اُس تفسیر قرآن کے مقدموں میں کا ایک جزو ہے جس کو آپ نے بزمانہ قیام لکھنؤ حسب خواہش سرکار نجم العلماء طاب ثراہ تحریر فرمایا تھا اور جس پر سرکار استاذ الواعظین نے بھی پوری پسندیدگی کا اظہار کیا تھا میں سچ کہتا ہوں کہ تفسیر مذکور کی شاہکار زندگی ہونے کے ساتھ ہی مدرسۃ الواعظین کیلئے بھی مایۂ ناز ذخیرہ کہلانے کی مستحق ہوتی مگر افسوس کہ بعد تکمیل سرکار نجم الملۃ کی خدمت سے قبل اشاعت غائب کر دی گئی جس کا آج تک پتہ نہ چلا، اب مولانا نے پھر اُسے نئے سرے سے مرتب فرمانا شروع کر دیا ہے ہمیں یقین ہے کہ عالم اسلام کی یہ پہلی اور ایسی انوکھی تفسیر ثابت ہوگی جس پر کسی مذہب کی طرف سے آسانی مذہبی اعتراض نہ ہو سکے گا۔ (مدیر)

"ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نأت بخیر منہا او مثلہا الم تعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر"

(۱) چونکہ بعض آیتوں کا فقط حکم منسوخ کیا جاتا تھا اور بعض کی تلاوت بھی منسوخ کر دی جاتی تھی اس لیے "ما ننسخ" کہنے کے بعد "او ننسہا" بھی فرمایا اور اس سے وہی آیتیں مقصود ہیں جن کی تلاوت بھی نسخ حکم کے ساتھ منسوخ کر دی جاتی تھی اور پھر رفتہ رفتہ لوگوں کو فراموش ہو جاتی تھیں۔

(۲) نسخ کی بحث فی الجملہ بسط و تفصیل کو چاہتی ہے کیونکہ اس کے متعلق عقائد و آرا میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے لہذا ہم تمام ضروری باتوں کو مختلف مباحث میں تحریر کرتے ہیں۔

المبحث الاول لغت عربیہ میں لفظ "نسخ" کے معنی ازالہ کے ہیں (یعنی زائل کرنا) محاورۂ عام میں کہتے تھے "نسخت الشمس الظل" یعنی آفتاب نے سایہ کو زائل کر دیا۔

اور اہل شرائع کی اصطلاح میں اس لفظ کے معنی یہ ہیں۔

"جو حکم شرعی کسی زمانہ میں ثابت ہو اس کو دوسرے زمانہ میں کوئی دوسرا حکم شرعی دیگر اٹھا دینا" عموماً اس دوسرے حکم کو پہلے کا ناسخ کہا جاتا ہے لیکن اس قول میں فی الجملہ مسامحہ (چشم پوشی) سے کام لیا جاتا ہے کیونکہ جو حکم منسوخ ہو جاتا ہے اس کی مصلحت درحقیقت ایک خاص مدت کے اندر محدود ہوتی ہے دوسرے زمانہ میں باقی نہیں رہتی پس اس مدت معینہ کا ختم ہو جانا ہی حکم اول کا حقیقی ناسخ ہوتا ہے لیکن چونکہ اس مدت معینہ اور مصلحت مخصوصہ کی انتہا عام طور سے ظاہر نظر میں معلوم نہیں ہوتی اس لیے دوسرے حکم کو ناسخ کہتے ہیں۔

المبحث الثانی | شرائع الٰہیہ جن احکام پر شامل ہوتی ہیں اُن کی چھ قسمیں ہیں :-

(۱) اعتقادات - ان کا تعلق پانچ امور سے ہوتا ہے -

(۱) وجود و صفات حق تعالیٰ (۲) وجود ملائکہ (۳) کتب سماویہ (۴) انبیاء و رسل کی حقیت ، (۵) معاد جسمانی اور عالم آخرت کا ثواب عقاب

(۲) عبادات

(۳) متشبہات یعنی وہ چیزیں جن کا انسان بقائے حیات و حفظ نسل کے لیے بحکم فطرت طالب ہوتا ہے -

(۴) معاملات - یعنی خرید و فروخت - رہن قرض وصایا و مواریث وغیرہ اور اسی قسم میں مخاصمہ مرافعہ کے فیصل کرنے کے قوانین و ضوابط بھی داخل ہیں

(۵) حدود و تعزیرات - جو جان و مال آبرو اور نسب کے تحفظ کے لیے ضروری ہوتی ہیں -

(۶) وہ آداب و اخلاق جن سے نفس کی تہذیب اور تمدن و معاشرت کی اصلاح ہو سکتی ہے -

مثلاً علم حلم - شجاعت - عفت - وفا - تواضع تعظیم و اطاعت والدین - صلۂ رحم - نصرت مظلوم اعانت فقراء وغیرہ -

ان تمام اقسام مذکورہ میں سے دو قسمیں نسخ و تغیر کو قبول نہیں کرتیں لہٰذا ان کی بابت تمام شرائع الٰہیہ باہم کامل اتفاق رکھتی ہیں -

(اول) اعتقادات - ان میں نسخ نہ واقع ہو سکنے کا سبب یہ ہے کہ امور اعتقادیہ کے صفات و حالات واقعیہ میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا لہٰذا اُن کی مطابق واقع معرفت حاصل کرنے کے احکام میں بھی تنسیخ و تغیر دخل نہیں پا سکتی -

(دوم) آداب و اخلاق - ان میں نسخ اس لیے واقع نہیں ہو سکتا کہ خود عقل انسانی بھی ان کے حسن و قبح کا حکم کرتی ہے - اسی سبب سے وہ مستقلات عقلیہ کہے جاتے ہیں اور شرائع الٰہیہ میں کوئی حکم ایسا وارد نہیں ہو سکتا جو حکم عقل کے خلاف ہو ورنہ شیطانی شریعتوں سے ان کا امتیاز غیر ممکن ہوگا -

ان کے علاوہ باقی اقسام میں نسخ واقع ہو سکتا ہے اور ان میں بھی اصول منسوخ نہیں ہو سکتے محض ہیئت و شکل اور کیفیت و مقدار میں نسخ و تبدیل کی جا سکتی ہے اس مطلب کو یوں سمجھنا چاہیے کہ خداوند عالم کی طرف سے کوئی شریعت عالم میں ایسی جاری نہیں کی جا سکتی ہے جس میں مطلقاً عبادات کا حکم موجود نہ ہو - معاملات میں عدل و انصاف کے قوانین معین نہ کیے گئے ہوں بندوں کی جان و مال آبرو اور نسب کے لیے حدود و تعزیرات کے اصول مذکور نہ ہوں - ماکولات و ملبوسات نکاح و طلاق کے ضوابط کی طرف توجہ نہ کی گئی ہو - البتہ یہ جائز ہے کہ زمان و مکان اور مکلفین کے حالات کے تبدل و تغیر کے اعتبار سے عبادات و معاملات حدود و تعزیرات کی ہیئات و کیفیت بدل دی جائے اور مقدار میں کمی و زیادتی کر دی جائے - اور بقائے نفس و حفظ نسب کے لوازم میں فی الجملہ تغیرات واقع کر دیے جائیں -

المبحث الثالث - کوئی صحیح العقل انسان ان تمہیدات

باتوں سے انکار نہیں کر سکتا۔ ایک یہ کہ خداوند عالم حکیم کامل الحکمۃ اور غنی مطلق ہے لہذا اس کے افعال عبث و قبیح اور مصلحت و حکمت سے خالی نہیں ہوسکتے اور تمام مصالح بندوں ہی سے متعلق ہوں گے خود اسکی ذات کو ان کی احتیاج نہ ہوگی دوسری بات یہ کہ مصلحت خداوند عالم کے بعض افعال کی صفت ذاتی ہوتی ہے لہذا اس سے کبھی جدا نہیں ہوسکتی اور اس لیے اس فعل کا ترک کرنا کسی وقت میں جائز نہیں ہوسکتا مثلاً عدل و انصاف وفائے عہد۔ قبول توبہ نادم صادق النیۃ وغیرہ افعال کبھی مصلحت سے خالی نہیں ہوسکتے لہذا ان کا واقع نہ کرنا خداوند عالم کے لیے قبیح ہوگا اور برخلاف اس کے مصلحت بعض افعال کی عارضی صفت ہوتی ہے لہذا اشخاص کے اختلاف یا زمانے کے تبدل سے وہ مصلحت بھی باقی نہیں رہتی اور اس صورت میں اُس فعل کا واقع کرنا قباحت سے خالی نہیں ہوسکتا۔ فرض کرو کہ ایک خطا کار بندہ زبان و دل سے نعمات الٰہی کا شکر ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا اور اس کی نیک اعمال کا پلہ گناہوں کے پلہ سے بھاری ہے تو اس کی خطاؤں کو باوجود قدرت عقاب معاف کر دینا سراسر مصلحت اور باعث نفع عظیم ہوگا کیونکہ اس سے صفت رحم و کرم ظاہر ہوگی اور دوسرے بندوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوگی اطاعت کا شوق بڑھے گا مگر کسی کج دل و کافر نعمت شخص کی خطاؤں کو بخش دینا یقیناً ضرر عظیم پیدا کر دے گا کیونکہ دوسروں

کو خوف عقاب باقی نہ رہے گا اور شہوت اعمال کی طرف پوری جرأت کے ساتھ مائل ہوں گے۔ تیسری بات یہ کہ زمانہ کے تغیر کے ساتھ ساتھ بنی نوع انسان کے احوال اور اخلاق و عادات میں بھی تغیر پیدا ہوتا رہتا ہے مثلاً کبھی قوی ہوتے ہیں اور بھاری بوجھ کا تحمل کر سکتے ہیں اور کبھی ضعیف و عاجز کوئی قوم سخت دل ہوتی ہے جس کا مطیع ہونا آسان نہیں ہوتا اور کوئی نرم دل جو سہولت سے اطاعت قبول کر لیتی ہے اور حلقۂ اطاعت میں داخل ہو جانے کے بعد بھی یکبارگی تمام فرائض کا بار ڈال دینا مناسب نہیں ہوتا بلکہ مصلحت کا مقتضا یہی ہوتا ہے کہ جس قدر رفتہ رفتہ مشق و عادت بڑھتی جائے اسی قدر تدریجاً فرائض بھی متعلق ہوتے رہیں۔

ان امور مذکورہ کو معلوم کرنے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ تمام احکام شرعیہ کی غرض فقط یہ ہوتی ہے کہ بندوں کے نفوس میں طہارت و تہذیب حاصل ہو اور ان کی اجتماعی و تمدنی حالت میں کوئی خلل و بدنظمی پیدا نہ ہونے پائے اور چونکہ زمانے کے تغیر سے اکثر ان کے احوال و مصالح بھی بدلتے رہتے ہیں لہذا احکام شرعیہ کا ایک ہی حالت پہ باقی رہنا خلاف مصلحت ہوگا مقتضائے حکمت فقط یہی ہوسکتا ہے کہ ان میں بھی تنسیخ و تبدیل ہوتی رہے۔

بالجملہ جتنی شرائع الٰہیہ عالم میں جاری کی گئی ہیں وہ اپنے زمانہ میں احوال مکلفین کے اعتبار سے ہر طرح مکمل ہوتی تھیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی شریعت اپنے زمانہ کے مصالح کے لحاظ سے ناقص بھیجی

ہو البتہ کبھی احوال انسانی کے تغیرات کے سبب سے شریعتیں عہد بعہد کے اعتبار سے ناقص ٹھیرتی تھیں لہذا اون میں تغیر و تنسیخ ضروری ہوتی تھی۔ منجملہ اسباب نسخ ایک سبب قوی یہ بھی ہے کہ جب لوگوں کی غفلت اور طمع دنیا۔ اور ایسے ہی دیگر آفات کی وجہ سے شریعت کے آثار بالکل مٹ جاتے ہیں یا اس کی شکل اتنی بدل جاتی ہی کہ طالب ہدایت کے لیے حق و باطل میں امتیاز کرنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی تو اس وقت شریعت جدیدہ کا بھیجنا لازم ہوجاتا ہے چنانچہ جناب موسیٰ کے عہد سے پہلے شریعت ابراہیمی کے آثار بالکل مٹ چکے تھے اور جناب عیسیٰ کی بعثت سے پیشتر شریعت موسوی کا فقط نام ہی نام باقی تھا اور عہد خاتم المرسلین سے پہلے شریعت عیسوی بالکل مٹ چکی تھی جیسا کہ نامور عیسائی مصنف گاڈفری ہینگس اپنی کتاب اپالوجی میں لکھتے ہیں "اس وقت کے دین عیسوی کی حالت کے ذکر میں آکسفورڈ کے عالم واعظ کا قول ہے اس کمبخت زمانہ میں عیسائیون کے بہت خفیف اور بیہودہ فرقے بے شمار جماعتوں میں منقسم ہوکر خودسری کے باہم نزاع اور کینہ سے ایک دوسرے کی ایذا رسانی کرنے لگے رائے میں ناقص اور عمل میں خوار ہوگئے اور اس وجہ سے یہ لوگ بجز نام اور ظاہری اقرار مذہبی کے اور کچھ نہ رکھتے تھے۔ نہایت خراب اصول اور بیہودہ رائیں عموماً جاری تھیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ ولیوں کی مورتیں جنھوں نے کہ مذہب کے مشہور کرنے میں محنت کی تھی اور شہیدوں کی ہڈیاں جو اس کے استحکام میں مرے تھے اس وقت پادریوں کی حکمت عملی اور وہمی لوگوں کی جہالت سے مذہبی پرستش کے لیے مناسب اشیاء قرار دی گئی تھیں یہاں تک (ترجمہ اپالوجی صفحہ ۴۳)

ممکن ہی کہ میری اس تحریر سے کسی کو یہ خیال ہوجائے کہ جب احوال انسانی کے تغیرات نسخ شرائع کو لازم قرار دیتے ہیں تو کسی وقت میں شریعت اسلام کا منسوخ ہوجانا بھی ضروری ہے بلکہ اس وقت بھی اس میں تبدیل و تنسیخ کی بہت کچھ ضرورت ہی کیونکہ جو حالت تمدن و معاشرت کی پہلے تھی وہ اب باقی نہیں رہی لہذا یہاں یہ لکھدینا بھی ضروری ہے کہ تغیر احوال کو سبب نسخ قرار دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر تغیر کے سبب سے نسخ شریعت لازم ہوجاتا ہے بلکہ مقصد یہ ہی کہ زمانہ کے تغیر و انقلاب سے کبھی کبھی کچھ مخصوص حالات ایسے پیدا ہوجاتے ہیں جو تنسیخ شریعت کو لازم کردیتے ہیں۔ مگر ان کی تشخیص و یقین انسان کے احاطۂ علمی سے باہر ہے بجز خداوند عالم کے اور کسی کو صحیح طور سے معلوم نہیں ہوسکتا کہ وہ کون کون سے حالات ہیں اور کتنی مدت میں حادث ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان حالات کے پیدا ہوجانے کے بعد احکام شرعیہ میں ردوبدل ضروری ہوجاتا ہی مگر خود ان حالات مخصوصہ کا موجود ہونا بھی ضروری نہیں ممکن ہے کہ صدہا سال گذرجانے کے بعد بھی ان کا وجود نہ ہو پس محض اخلاق و تمدن کے عام تغیرات کی وجہ سے شریعت اسلام میں نسخ کی ضرورت لاحق نہیں ہوسکتی

المبحث الرابع احد عتیق و جدید کی کتابوں میں نسخ احکام شرائع سابقہ کی مثالیں بکثرت موجود ہیں ان میں چند بیان نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) **شریعت نوح میں نسخ واقع ہونا** "اور خداوند نے نوح سے کہا کہ تو اپنے سب خاندان سمیت کشتی میں آ کیونکہ میں نے تجھی کو اپنے حضور میں اس زمانہ کے درمیان صادق دیکھا۔ سب پاک جانوروں میں سے سات سات نر اور ان کی مادہ اور ان میں سے جو پاک نہیں ہیں دو دو نر اور ان کی مادہ اپنے پاس لے (تکوین ۷-۲-۳)

اس بیان میں پاک جانوروں سے مراد وہ ہیں جن کا کھانا اور قربانی کرنا جائز تھا اور ناپاک ان جانوروں کو کہا ہے جن کا کھانا اور قربانی کرنا جائز نہ تھا۔ پھر دوسرے مقام پر یہ مذکور ہے "سب جیتے چلتے جانور تمہارے کھانے کے واسطے ہیں میں نے ان سب کو نباتات کے مانند تمہیں دیا (تکوین ۹-۳)

اس بیان پر ہر جانور کو ماکول اللحم قرار دیا ہے حلال و حرام طاہر و غیر طاہر کی تفریق نہیں کی گئی ہے لہذا دونوں شریعتوں میں سے لامحالہ ایک ناسخ اور دوسری منسوخ ہوگی دونوں ایک ہی وقت میں قابل عمل نہیں ہوسکتیں۔

پھر یہ حکم تمام حیوانات کے ماکول اللحم ہونے کا توریت نے منسوخ کر دیا اور بہت حیوانات حرام کر دیئے (دیکھو استثنا باب ۱۴)

(۲) "اور ابرہام بولا میں نے کہا کہ ہرگز خدا کا خوف یہاں نہیں ہے اور وے میری جورو کے سبب مجھکو مار ڈالیں گے اور وہ تو سچ میری بہن ہے میرے باپ کی بیٹی، پر میری ماں کی بیٹی نہیں سو میری جورو ہوئی"

اس کلام سے معلوم ہوا کہ سارہ جناب ابراہیم کی علاتی بہن تھیں اور اس وقت (نعوذ باللہ) اس طرح کا نکاح جائز تھا مگر شریعت موسیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا۔ (دیکھو احبار ۱۸-۱۹)

(۳) توریت کتاب تکوین باب ۲۹ میں مذکور ہے کہ راحیل و لیاہ دونوں حقیقی بہنیں ایک ہی وقت میں جناب یعقوب کی زوجہ تھیں اور اس سے ظاہر ہوا کہ اس وقت جمع بین الاختین جائز تھا مگر توریت نے اس کو حرام کر دیا (دیکھو احبار ۱۸-۱۸)

(۴) جو شریعت جبل سینا پر جناب موسیٰ کو دی گئی تھی اس میں بھائی کی زوجہ سے نکاح کرنا مطلقاً حرام کیا گیا تھا (دیکھو احبار ۱۸-۱۶) مگر تقریباً چالیس برس بعد جو شریعت آپ کو   کے بیابان میں عطا ہوئی اس میں یہ حکم دیا گیا "اگر کئی بھائی ایک جا رہتے ہوں اور ایک ان میں سے بے اولاد مر جائے تو اس مرحوم کی جورو کا بیاہ کسی اجنبی سے نہ کیا جائے بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس سے خلوت کرے اور اسے اپنی جورو کرے (استثنا ۲۵-۵-۱۱)

(۵) توراۃ میں عورت کو کسی عیب کی وجہ سے طلاق دے دینے کی عام اجازت دی گئی تھی اور وہ بعد طلاق کے دوسرے شخص کی زوجہ بن سکتی تھی (دیکھو استثنا ۲۴-۱-۲) مگر جناب عیسیٰ نے یہ حکم اپنے اس ارشاد میں منسوخ کر دیا۔ "یہ بھی کہا گیا کہ جو

کوئی اپنی جورو کو چھوڑ دے اُسے طلاق نامہ لکھ دے پر میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو زنا کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے اس سے زنا کرواتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے (متی ۵-۳۲)

(۶) توریت میں سیاست و قصاص کے احکام کمال تاکید کے ساتھ دیئے گئے تھے اور اس بارے میں نرمی و مہربانی کو دخل دینے کی ممانعت کی گئی تھی مگر اناجیل رائجہ میں جناب عیسیٰ کا قول منقول ہے "تم سن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت ہیں، پر میں تم سے کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے (متی ۵-۳۸-۴۲- لوقا ۶-۲۹)

المبحث الخامس (نسخ کے لیے یہ لازم نہیں ہے کہ جدید شریعت میں شریعت سابقہ کے احکام تبدیل کر دیئے جائیں بلکہ اگر ان کو باقی رکھتے ہوئے حسب ضرورت زمانہ نئے احکام جاری کیے جائیں تو سب کا مجموعہ ایک جدید شریعت بن جائے گا۔ جس کے اعتبار سے اگلی شریعت اس لیے منسوخ قرار پائے گی کہ اس کے احکام اب دوسری شریعت کے احکام بن گئے ہیں اور اس کا وجود کسی مستقل شریعت کی حیثیت سے باقی نہ رہا۔

تمام شد

سہارا باقی!

(از جناب مولانا سید عباس علی صاحب بقا)
(ملک پوری جوادیہ کالج بنارس)

اب نہ وہ شب ہے، نہ وہ شب کا نظارا باقی
ڈوبتے ڈوبتے اک رہ گیا تارا باقی
ہو چکی ہوتی فنا کب کی یہ دنیا لیکن
وہ تو کہئے ہے ابھی ایک سہارا باقی

قطعہ

در مدح امام حسنؑ

(از جناب اکمال لکھنوی)

نصیری آکے ذرا دیکھ صورت شبر
تو ہو سکون دل شرک آشنا کو ترے
علیؑ خدا ہیں کہ بندے یہ میں نہیں کہتا
مگر خدا نے دیا ہے پسر خدا کو ترے

دین اسلام کے اصول و فروع قرآنی نقطۂ نظر سے

(نگاشتہ معتمد العلماء امین جناب مولانا سید ظفر الحسن صاحب قبلہ طاب ثراہ پرنسپل جامعہ جوادیہ بنارس)

مولانا موصوف کی شخصیت علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ ہندوستان کے مدارس اور یونیورسٹیوں کی اعلیٰ اور کثیر ڈگریاں حاصل فرمانے کے بعد نجف اشرف تشریف لے گئے تھے۔ مدت مدید کے بعد وہاں سے سند اجتہاد لے کر مراجعت فرمائی اور آجکل جامع العلوم جوادیہ بنارس میں وائس پرنسپل کی حیثیت سے فرض منصبی ادا فرما رہے ہیں۔ آپ نے ایک ہندو کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اصول و فروع اسلام کو قرآن مجید کی روشنی میں تحریر فرمایا ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے (مدیر)

سوال اصول دین، فروع دین از روئے مذہب اثنا عشری کون کون سے ہیں۔ ہر ایک کو قرآن کی آیتوں سے ثابت فرمائیے۔

الجواب:۔ سوال مذکور کے دو جز ہیں۔ (اصول دین، فروع دین) اور ہر ایک کے دو رخ ہیں (مذہب اثنا عشری سے ثبوت اور قرآن مجید سے اثبات) اس لیے کہ مذہب اثنا عشری کے پاس علاوہ قرآن کے تین دلیلیں اور بھی ہیں۔ حدیث اجماع اور عقل۔ لہذا اصول دین اور فروع دین کی تعداد مع تمام تفصیلات کے مذہب اثنا عشری کے نزدیک ان چاروں دلیلوں سے ثابت و متعلق ہے باین طور کہ قرآن میں ارشادات ہیں اور احادیث میں ان کی تفصیلات لیکن چونکہ شیعہ ہمیشہ نازک دور سے گزرتے رہے ہیں اس لیے کل حدیثیں ان تک نہیں پہونچیں یا اگر پہونچیں بھی تو ضعیف اور کمزور ذریعہ سے۔ لہذا ایسے مواقع کے لیے گزشتہ علمائے شیعہ (جو آئمہ کے عہد سے قریب تر تھے) کے اجماعی اور اتفاقی قول کو دیکھ کر آج ہم یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ ان مسائل میں ان کو کوئی ایسی صحیح حدیث ضرور ملی ہے جو دستبرد زمانہ سے ہم تک نہیں پہونچی یا پہونچی تو کمزور واسطے سے اس لیے ہم بعض چیزوں میں صحیح اجماع کو بھی دلیل سمجھتے ہیں اب رہی عقل تو وہ صرف ایسے مسائل میں دلیل بنتی ہے جن میں بالذات مستقل ہوتی ہے مثلاً امانت واپس کر دینا ظلم نہ کرنا وغیرہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ پر یہ چاروں چیزیں قائم ہوتی ہیں جیسا کہ اصول دین پر ہمارے نزدیک چاروں دلیلیں موجود ہیں لیکن اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ اصول دین (یعنی توحید۔ عدالت، نبوت، امامت اور قیامت) مذہب اثنا عشری میں سب سے پہلے عقل کی دلیل سے ثابت کیے جاتے ہیں اس لیے کہ قرآن و حدیث وغیرہ کا ماننا تو خود اصول دین کے ثبوت ہی پر موقوف ہے پھر اگر قرآن و حدیث کو اصول دین کی دلیل بنایا جائے گا تو منکر اسلام

پہنچا اُسے قبول کر سکتا ہے۔ ہاں عقلی طور پر ثابت
ہونے کے بعد قرآن و حدیث اور اجماع کو بطور تائید
کے پیش کیا جا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید بھی
جب اصول دین کے متعلق آیتیں پیش کرتا ہے تو عقلی
پہلو کو ملحوظ رکھتا ہے چنانچہ توحید کے بارے میں کہتا
ہے کہ لو کان فیہما آلھۃ الا اللّٰہ لفسدتا یعنی
اگر آسمان و زمین میں کئی خدا ہوتے تو نظام عالم
درہم برہم ہو جاتا (فلاسفہ کی اصطلاح میں ایسی دلیل
کو بُرہان تمانع کہا جاتا ہے) اسی طرح عدل و معاد
کا استدلال یوں کرتا ہے کہ افلم ینظروا الی السّماء
فوقھم کیف بنینٰھا وما لھا من فروج
والارض مددنٰھا والقینا فیھا رواسی
وانبتنا فیھا من کل زوج بھیج، تبصرۃ وذکریٰ
لکل عبد منیب ونزلنا من السّماء ماءً مبارکاً
فانبتنا بہ جنّاتٍ وحبّ الحصید، والنخل باسقات
لھا طلع نضید رزقاً للعباد واحیینا بہ بلدۃ
میتاً کذٰلک الخروج "جس کا خلاصہ یہ ہے کہ
لوگ آسمانوں کو نہیں دیکھتے آخر ہم نے ان کو کیا بنایا ہے
کہیں کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ زمین ہی کو دیکھ لیں کہ
ہم نے کس طرح بچھا کر پہاڑوں کو جگہ جگہ قائم کر دیا ہے
اور ہر قسم کی خوشرنگ چیزوں سے اس کو سجا دیا ہے
یہ باتیں غور و فکر کرنے والے بندوں کے لیے تذکر
اور بصیرت حاصل کرنے کا باعث ہیں، ہم نے کثیر المنافع
پانی برسا کر باغات اور زراعتوں کو ہرا بھرا کر دیا
اور اونچے اونچے کھجوروں کے گچھے دار درخت
بھی پیدا کر دیئے تاکہ ہمارے بندوں کے لیے آذوقہ
مہیا ہوتا رہے۔ آخر لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے مُردہ
زمینوں کو کس طرح پانی سے زندہ کر دیا ہے بس اسی
طرح ان کو بھی دوبارہ زندہ کر دیں گے، اس آیت
سے جہاں خدا کی عدالت و حکمت پر روشنی پڑتی ہے
وہاں دوبارہ زندگی پر بھی مشاہدات کے ذریعہ سے
استدلال نظر آتا ہے اب قرآن کا نبوت پر عقلی استدلال
بھی ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے کہ لئلا یکون للنّاس
علی اللّٰہ حجّۃ بعد الرّسل یعنی ہم نے پیغمبر اس لیے
بھیج دیئے تاکہ پھر خدا کے اوپر کسی کی حجت نہ قائم ہو سکے
(کہ تو نے ہمیں ہدایت بھی کی تھی؟ پھر آج کیوں مواخذہ
کر رہا ہے) یہ بالکل روزمرہ کی وجدانی دلیل ہے! مسئلہ
امامت پر قرآن کا استدلال یہ ہے کہ وکذٰلک جعلنٰکم
امّۃً وسطاً لتکونوا شھداء علی النّاس و
یکون الرّسول علیکم شھیداً یعنی ہم نے تم کو درمیانی
گروہ بنایا ہے تاکہ تم تمام لوگوں پر ناظر اور اُن کے گواہ
رہو اور رسول تمہارا ناظر اور گواہ رہے" یہ بالکل کھلی
ہوئی بات ہے کہ تمام امت رسول سے یہ خطاب نہیں ہو سکتا
اس لیے کہ کچھ ایسے بھی لوگوں کا ہونا ضروری ہے کہ جن کی
نگرانی کی جائے اور ان کے قول و فعل پر گواہی دی جائے
لہذا مخصوص گروہ سے خطاب ہے اور یہ ہی گروہ ہے کہ
جسمیں اس بات کی صلاحیت ہو کہ وہ ہر شخص کے قول و
فعل پر نظر رکھ سکے تاکہ اس کی گواہی قابل قبول ہو اور
ایسا گروہ تمام مسلمانوں کے نزدیک سوائے ہمارے
بارہ اماموں کے اور کوئی نہیں ہے یہی وہ حضرات ہیں جو درمیانی
اور واسطۂ فیض ہیں یہ مختصر اشارہ ہے ورنہ اور بھی مضبوط
دلیلیں موجود ہیں ۔

مذکورہ بالا آیات سے یہ اچھی طرح واضح ہو گیا کہ اصول دین کا اثبات صرف عقلی نقطۂ نظر سے ہونا چاہیئے اس لیے جو شیعہ اصول دین کو اپنی عقل کے مطابق دلیل سے نہیں جانتا ہے اس کو ناقص الایمان کہا جاتا ہے۔ اب مزید اصول دین کا مختصر طور پر عقلی ربط بھی سمجھ لینا چاہیے خالق واحد کی اطاعت اور منعم کا شکر تمام مخلوقات اور نعمت سے بہرہ یاب ہونے والے افراد پر عقلاً واجب ہے مگر کیسے اطاعت کریں اور کس طرح شکر بجا لائیں؟ اس کے لیے ضرورت ہے کہ خالق واحد عادل ہو تاکہ بتقاضائے عدالت کچھ ایسے لوگوں کو مقرر کرے جو طریقۂ اطاعت اور شکر کو آکر بتائیں ورنہ ظلم لازم آئے گا اس طرح عدالت سے نبوت مربوط ہو گئی اب نبوت یا اس کی قائمقام جنیر یعنی امامت کی ڈانڈ کو قیامت کی ڈانڈ سے ملا دینا بھی ضروری ہوگا تاکہ عالم تکلیف میں کوئی ایک سکنڈ کے لیے بھی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم بلا ہادی کے تھے یہیں سے خدائے عادل کے لیے ایک یوم جزا و سزا بھی مقرر کرنا ضروری ہو گیا تاکہ اس کے مطیع اور نافرمان بندوں میں امتیاز ہو جائے ورنہ درصورت مساوات خدا (معاذ اللہ) ظالم قرار پائیگا لہذا اس بیان سے عقل کی نظر میں معاد یعنی قیامت کا ہونا بھی ضروری ثابت ہوتا ہے۔"

میرے ان بیانات میں اصول دین کے اوپر عقلی اور قرآنی دلیل کا ذکر ہو چکا اب اگر حدیث سے دلیلیں پیش کروں تو بہت زیادہ طول ہوگا اور رسائل اس کا خواہاں بھی نہیں ہے رہ گیا اجماع تو تمام شیعہ باتفاق اس کے قائل ہیں کہ اصول دین پانچ ہیں اول توحید دوم عدل سوم نبوت چہارم امامت پنجم قیامت بلکہ امام رازی وغیرہ نے بھی ان اصول خمسہ کو تسلیم کیا ہے۔ یہ تو سوال کے پہلے حصہ کے ایک رُخ کا جواب تھا اب دوسرے رُخ کے جواب کی ضرورت تھی کیونکہ سابق کے بیانات میں اصول دین پر قرآن کی استدلالی آیتیں پیش کی جا چکی ہیں لیکن مزید اطمینان کے لیے ہر ایک اصل کا ایک ثبوت اور پیش کرتا ہوں توحید و عدالت کے لیے یہ آیت ملاحظہ ہو ــ

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

یعنی خدا بذات خود اپنی گواہی دیتا ہے کہ بس وہی ایک اللہ ہے (یہ نہایت محکم اور شریف برہان ہے جس کی طرف معصوم کا یہ فقرہ بھی اشارہ کرتا ہے کہ یا من دلّ علیٰ ذاتہ بذاتہ) اور خدا کے بعد اس کے ملائکہ اور صاحبان علم و بصیرت گواہ ہیں، وہ عدل کے ساتھ قائم ہے اس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے وہ عزیز و حکیم ہے (نوٹ) یہ وہ آیت ہے کہ علامۂ زمخشری نے تسلیم کر لیا ہے کہ اس سے وحدانیت اور عدالت دونوں کا ثبوت ملتا ہے حالانکہ عام علمائے اہل سنت کے نزدیک خدا کے لیے عدالت ضروری نہیں ہے۔

اب ایک دوسری آیت اور ملاحظہ ہو جس میں علاوہ وحدانیت کے رسالت اور امامت کا بھی صاف و صریح ثبوت ملتا ہے۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ یعنی خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اور تم میں سے جو صاحبان امر ہوں ان کی بھی اطاعت کرو

شیعوں کے نزدیک بالاتفاق صاحبان امر سے مراد بارہ امام ہیں اسی لیے آج کل بھی شیعہ امام غائب کو صاحب الامر کہتے ہیں اور سُنی حضرات کہتے ہیں کہ اس سے مراد شاہان وقت ہیں چاہے جیسے بھی ہوں قیامت کے بارے میں یہ آیت ملاحظہ ہو من یحیی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشأھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم یعنی منکر کہتے ہیں کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کریگا۔ اے پیغمبر کہدو وہی زندہ کریگا جس نے ان کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا اور اُسے تو ہر طرح سے پیدا کرنے کا علم ہے۔ (جب بلا مادہ کے چیزوں کو پیدا کر سکتا ہے تو منتشر اجزا کو سمیٹ کر پیدا کرنا کیا مشکل ہے) یہ تو اصول دین کے دو رخ تھے۔

فروع دین بھی انھیں چاروں دلیلوں سے ثابت کئے جاتے ہیں مگر اس میں عقل کو رائے زنی کرنے کے موقع کم ملتے ہیں اس لیے کہ فروع کی درستی اصول کے استحکام پر ہے اگر اصول کو عقل نے تسلیم کر لیا ہے تو فروع کو بلا چون و چرا قرآن و حدیث و اجماع کے کہنے سے مان لیگی مگر یہاں پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اصول دین اور فروع دین کا فرق سمجھ لیا جائے۔

اصول دین وہ ہیں جن کا تعلق صرف اعتقاد سے ہوتا ہے جیسے وحدانیت وغیرہ اور فروع دین وہ ہیں جن کا تعلق عمل سے ہوتا ہے کچھ عمل از قسم عبادات ہیں اور کچھ از قسم معاملات و سیاسیات مگر شیعوں میں مشہور یہی ہے کہ فروع دین چھ ہیں یعنی جن کا تعلق صرف عبادات سے ہے انھیں کو شمار کیا ہے اور وہ یہ ہیں اول نماز دوم روزہ سوم حج چہارم زکوٰۃ پنجم خمس ششم جہاد۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادات کو زیادہ اہمیت حاصل ہے اور اس کی طرف عام طور سے زیادہ متوجہ کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ عام نگاہوں میں ان عبادات کا کوئی دنیوی فائدہ نہیں نظر آتا ہے بخلاف دیگر فروع (یعنی معاملات و سیاسیات) کے مثلاً نکاح تجارت۔ قاتل و سارق سے مواخذہ وغیرہ کہ اس میں دنیا کے فائدے بھی نظر آتے ہیں۔ لہذا انسان خود رغبت کرے گا اور ان کو بجا لائے گا۔

بہرحال قرآن و حدیث میں حیات انسانی کے ہر شعبے کے متعلق حدود مقرر کر دیئے گئے ہیں مگر ان سب کے ثبوت میں آیتوں کے پیش کرنے کے لیے کافی وقت اور فرصت کی ضرورت ہے لہذا مشہور فروع دین کے متعلق ایک ایک قرآنی ثبوت پیش کر رہا ہوں نماز اور زکوٰۃ کیلئے قرآن میں بیسیوں جگہ ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ یعنی نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ کو ادا کرو روزہ کے متعلق کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم یعنی تم لوگوں پر روزہ اسی طرح فرض ہے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر تھا و للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً یعنی خدا کی راہ میں لوگوں پر بیت اللہ کا حج لازم ہے بشرطیکہ جا سکیں (یعنی زاد راہ وغیرہ موجود رکھتے ہوں تب واجب ہے) یہ حج کے متعلق حکم ہے اور خمس کے بارے میں واعلموا انما غنمتم فان للہ علی الناس خمسہ و للرسول و للمومنین یعنی یہ سمجھ لو کہ بطور مال غنیمت جو چیز بھی تمھارے ہاتھ آئے اس کا پانچواں حصہ خدا و رسول و مومنین کا حق ہے اور جہاد کے متعلق قاتلوا الذین لا یومنون باللہ و بالیوم الاخر یعنی جنگ کرو ان لوگوں سے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے ہیں تا آنکہ

سلمان محمدی

(نوشتہ لسان الملۃ جناب مولانا سید آقا مہدی صاحب قبلہ مدظلہ لکھنوی)

تحقیق مذہب ہر ہوشمند کا فرض ہے. سلمانؓ خوش قسمتی سے ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے اپنے تاریک ماحول سے کچھ بھی اثر نہ لیا اور ذاتی کاوش کے بعد ضمیر کا اظہار کیا. باپ زراعت پیشہ تھے کھیت کی طرف بھیجتے تھے. اور سلمانؓ اس وقت کو تحقیق مذہب میں صرف کرتے تھے اور وہاں غیر حاضر رہ کر فائدہ اٹھاتے تھے. اُن کا زیادہ وقت عیسائیوں کی عبادت کے نظارہ میں گزرتا تھا اور جب باپ کی طرف سے زراعت پر نہ پہونچنے کی شکایت ہوتی تھی تو صاف کہدیتے تھے کہ مجھے مسیحیت کی دعا اور نماز بہت پسند ہے. ماحول چاہتا تھا کہ سلمان بُت پرستی شروع کردیں. مگر اُن سے یہ غلطی کہاں ہوسکتی تھی آخر اصنام کی دشمنی نے اُن کو پابہ زنجیر کردیا. اور گھر میں قید کرائے گئے۔

سلمانؓ نے گرفتار بلا ہونے کے بعد بھی اپنا رویّہ نہ چھوڑا اور شوق عبادت میں نصاریٰ کو اپنے قید و بند کی اطلاع دی اور خواہش کی کہ تمھارے دین کا جو مرکزی مقام ہو وہاں مجھے پہونچا دو. سلمانؓ کے دریافت کرنے سے شام میں کلیسائے اعظم کا اُن کو پتہ دیا اور جب شام کے تاجروں کا قافلہ شہر میں پہونچا اور سلمانؓ کو خبر ہوئی تو اپنی زنجیروں کو پیروں سے نکال کر قافلہ میں شامل ہوگئے۔

اگر سلمانؓ مقید تھے تو ایک قیدی کے لئے بیڑیوں کو خود ہی اتار دینا ناممکن ہے. ماننا پڑیگا کہ اس رہنمائی میں سلمانؓ کی روحانیت کارفرما تھی. سلمانؓ اس قافلہ میں شامل ہوکر شام پہونچے اور وہاں کے سب سے بڑے عالم اسقف کے حلقہ اثر میں داخل ہوئے اُس سے یہ خواہش کی کہ میں تجھ سے نیکیاں سیکھنا چاہتا ہوں. اسقف نے قبول کیا: مگر

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اُسقف کے ظاہر و باطن میں زمین و آسمان کا فرق تھا. معاشرت کے بعد معلوم ہوا کہ وہ محتاجوں اور فقیروں کے حقوق اُن کو پہونچانے کے بجائے خود جمع کرتا جاتا ہے اور کبھی کسی نادار کو ایک حبہ بھی نہیں دیتا. اسی رنگ میں اُس کو موت آگئی اور نصاریٰ بڑے خلوص سے دفن کیلئے گئے سلمانؓ نے کچا چٹھا بیان کردیا اور اُن مقامات تک رہنمائی کی جہاں مال و دولت ذخیرہ تھی. سات بڑے برتن طلاء خالص سے لبریز دستیاب ہوئے. نصاریٰ نے اُس کے جسم بے روح کو سولی دیکر پتھروں سے سنگسار کیا اور کلیسا کے انتظامات ایک دوسرے عالم کے سپرد کئے جو در حقیقت زاہد ترین مردم اور بہت بڑا عابد تھا. سلمانؓ کی یہ بھی ایک زبردست تعلیم تھی کہ گندم نما جو فروش کی حقیقت کو بے نقاب کردیا اور وہ سرمایہ جو خدا معلوم کس کس کا تھا حقداروں کو پہونچ گیا۔ (باقی آئندہ)

فلسفۂ جدید اور وجود واجب

(از نوشتۂ جناب پروفیسر سید امیر حسین صاحب، ایم اے، فاضل ادب لکھنؤ، منشی کامل ریسرچ اسکالر
شعبۂ الٰہ آباد یونیورسٹی)

فلسفۂ مادیت کا دعویٰ ہے کہ مادہ اور محض مادہ ہی موجود ہے اور ہر امر کو محض مادے اور نظام فطرت سے تعلق ہے فلسفہ مادیت کا یہ دعویٰ ہے کہ مادے کے علاوہ کوئی موجود نہیں لہذا فلسفہ مادیت کا یہ دعویٰ کہ اس کے اصول سائنس پر مبنی ہیں غلط ہے سائنس مادیت کے ساتھ اسی قدر ہے جتنی مذہب کے ساتھ وہ مذہب کی نفی نہیں کرتے وہ مادے کی قائل ہے مذہب کو بھی مادے کے وجود سے انکار نہیں لیکن مذہب مادے کے علاوہ اور حقائق کا بھی قائل ہے جن سے سائنس کو انحراف نہیں فلسفہ مادیت کو مادے کے علاوہ تمام حقائق سے انحراف ہے اور یہاں پر سائنس اس سے الگ ہے لہذا فلسفہ مادیت کا دعویٰ کہ سائنس اس کے ساتھ ہے قطعی غلط ہے اس لیے کہ مادہ سائنس کا مفروضہ ہے اور اس کا مسلمہ۔ اس مسئلہ میں تمام فلاسفہ جدید بلا استثنا متفق ہیں۔

وجود مادہ اور اس کی ماہیت

تمام موجودات خارجی مادے سے مرکب ہیں اور بظاہر مادے کی بداہت میں شک کی گنجائش نہیں معلوم ہوتی لیکن اگر ہم مادے کی حقیقت پر غور کریں جو کہ فلسفہ کا موضوع ہے تو پھر یہ ظاہری مادہ ہمارے لیے اتنا ہی بعید الفہم ہے جس قدر روح یا اور دوسری غیر محسوس موجودات مثلاً اگر

یہ سوال کیا جاوے کہ مادہ فی نفسہ کیا ہے تو ہمیں اس کے اشکال مختلفہ سے قطع نظر کر کے مادہ محض کی تحقیق کرنا لازمی ہے مادے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ تمام عناصر ترکیبی اسی سے حاصل ہوتے ہیں لہذا عنصریت بھی اس سے علحدہ ہے وہ ایک ایسا مابعد وجود ہے جو ہر موجود کی بنیاد ہے لہذا جسم انسانی سے زیادہ جسم حیوانی اور جسم حیوانی سے زیادہ جسم نباتی اور جسم نباتی سے زیادہ جسم جمادی مادے سے قریب ہے یہاں تک کہ مادہ محض میں صرف جسمیت اور شکل رہ جاتی اس کے تین مستقل صفات مسلم ہیں ایک پھیلاؤ Extension جس میں ابعاد ثلاثہ ہیں۔ دوسری شکل Figure اور تیسری حرکت Motion اس کے غیر مستقل صفات میں رنگ مزہ سختی نرمی وغیرہ صفات ہیں جن کو فی نفسہ مادے میں نہیں مانا گیا ہے بلکہ انگریزوں کے پہلے اور بہت بڑے فلسفی لاک نے جو کہ سائنس میں بھی ماہر کامل تھا ان صفات کو ذہنی مانا ہے اور سب نے ان کو ایسا ہی تسلیم کیا ہے۔ لاک کے بعد بشپ برکلے نے مادے کے مستقل صفات کو بھی ان ہی وجوہ سے جو لاک نے پیش کیے تھے مادے کو ذہنی ثابت کر کے یہ دکھلا دیا کہ مادے میں کوئی مستقل صفت ہی نہیں اور چونکہ چوں کہ مادہ کا علم ہم کو صفات سے ہوتا ہے اور ہمارے مشاہدے

میں صرف صفات ہی آسکتے ہیں لہذا سائنس کے عقلی اصول کی بنا پر مادے کے وجود کی کوئی دلیل نہیں اس لیے کہ ہمیں علم صرف صفات کا ہو سکتا ہے لہذا صفات موجود ہیں مادہ ہمارے تجربے اور مشاہدے سے باہر ہے لہذا اس کی حیثیت ایک مفروضی ہے جس کا ثبوت نہیں اس بنا پر عقل اُسے کسی طرح تسلیم نہیں کرتی لیجیے چھٹی ہوئی مادہ ہی ختم ہو گیا۔ بہر حال جو مادہ بھی فرض کر لیا گیا ہے آئیے اس کی اصلیت دیکھیں کہ وہ کہاں تک نظام عالم کو سمجھا جا سکتا ہے یعنی مادہ تو ذہنی ہو کر رہ گیا۔

مادے کے ذرات یا اجزا مادہ ذروں سے مرکب ہے اور ذروں کے اجزا مالیکیول Molecules ہیں اور ان کے اجزا ایٹم Atom یا گذشتہ سائنس کی رو سے جزء لا یتجزیٰ ان کی بحث جناب مولانا ظہور الملت اعلی اللہ مقامہ نے اپنی کتاب التوحید میں کافی شرح و بسط سے فرمادی ہے۔ اور یہ امر یقینی تشنہ ہے کہ ہم مادے کو حامل شکل اور ابعاد ثلاثہ بھی کہیں اور اس کی تقسیم کی حد بھی مقرر کریں یہ حد دراصل عقلی نہیں ہے بلکہ خارجی اسباب پر منحصر ہے آرتھر کینین راجرس صاحب نے بھی اس نظریہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ مادے کو ذرات یا ایٹم میں تقسیم کرنے کے بعد تسلسل اور اتحاد وجود قائم نہیں رہتا اس لیے کہ ہر ایٹم الگ ایک موجود کی حیثیت سے پایا جاتا ہے اور ہم مادے کو ایسی حالت میں ایک سے تعبیر نہیں کر سکتے انھوں نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ مادے کے ان اجزا کو متحد کرنے کے لیے مادیین نے قوت کو مانا ہے جو ان اجزا کو ملاتی ہے۔ لیکن یہ چند باتوں سے خالی نہیں۔

(۱) اگر قوت مادی کے علاوہ کوئی شے ہے تو اسے مادے سے ملانے کے لیے ایک تیسری شے کی ضرورت ہے اسی طرح سے ملانے والی طاقتوں کی ایک لا انتہا تعداد فرض کرنی ہوگی جو عقلاً باطل ہے۔

(۲) اگر قوت غیر مادی ہے تو اس کا عمل مادے پر ممکن کس طرح ہو سکتا ہے نیز یہ کہ مادیین کے نزدیک مادے کے علاوہ کوئی دوسری چیز موجود نہیں پھر یہ بھی ہے کہ اگر قوت مادے میں تبدیل ہوتی ہے تو قانون استقلال مادہ جو Law of Conservation of Matter ٹوٹتا ہے جس کے معنی ہیں کہ مادے میں اضافہ یا کمی ہو سکتی ہے۔ لہذا مادہ فنا ہو سکتا ہے اور یہ مادیت کے مسلمات کے خلاف ہے۔

(۳) اگر قوت بھی مادی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے اس لیے کہ یا تو قوت کل مادے کے علاوہ ہے تو مغائر ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور اگر خود بھی مادہ ہے تو ان ہی بنیادی اجزا سے مرکب ہے لہذا اسے انہی اجزاء کے متلازم ہونے کی خود احتیاج ہے ورنہ یہ کلیہ کہ مادہ ذرات سے مرکب ہے غلط ہوتا ہے۔

"علمی خیانتیں"

انشاء اللہ ماہ نومبر کے پرچہ سے اس اہم رسالہ "علمی خیانتیں" کی ابتدا ہوگی

خیر و برکت کا مہینہ

(نوشتہ جناب مولانا سید وزیر حسن صاحب، فخر الافاضل ؔ)
(مدرسۃ الواعظین لکھنؤ)

اسلامی اقوام کا یہ ایسا پر از خیر و برکت مہینہ ہے جس میں اول یوم سے آخر روز تک رحمت و بخشش الٰہی کی بارش اور الطاف و عنایات ربانی کی فراوانی ہوتی ہے۔

مستقبل قریب کا بصیرت افروز منظر یعنی طلوع ہلال رمضان المبارک کچھ اتنا خوش آیند ہو جس کی نوید آمد آمد سے عالم اسلامی میں فرحت و انبساط کا جزر و مد اور اسی مبارک مہینہ کے استقبال میں غیر معمولی اہتمام باوجودیکہ اس مہینہ کا ہر لمحہ اپنے احکام و فرائض کے اعتبار سے نہ صرف خواہشات و جذبات کے لئے برق خرمن سوز بلکہ تمام حواس ظاہری و باطنی پر اس سختی سے نگراں ہے کہ نہ نظر کو غلط بینی کا موقع نہ دست و پا کو غلط اقدام کی جرأت نہ زبان کو غلط بیانی کا یارا نہ خیالات و افکار کو غلط تصور کی مجال۔ مگر یہ قید و بند مسلمانوں کو اتنا پسند ہے کہ ساری آزادیاں حبس دوام کے سپرد کر دی جاتی ہیں اور گردش اس ماہ نو کے انتظار میں اس طرح چشم براہ ہوتا ہے کہ نگاہ تمنا ہمہ تن شوق بن جاتی ہے۔ یہ ماہ نو بہار سے لئے ابر بہار سے کہیں زیادہ فیض بخش ہوتا ہے جس کے باعث اعمال و افعال کے خزاں خوردہ درخت سرسبز اور کشت عمل یا جنت کا ہر نخل پر از برگ و ثمر ہو جاتا ہے جو افراد اس زمانہ میں نہ صرف ایک یا دو وقت بلکہ تیس دن مالک حقیقی کے مہمان اور اس کے خوان کرم سے سیر و سیراب ہوں ان کا مزرعہ عمل اگر دفور قوۃ نامیہ سے سدا بہار ہو جائے تو کیا محل تعجب۔

گو لفظ رمضان لغوی اعتبار سے ایسی اصل پر مشتمل ہے جس میں احتراق اور سوزش و تپش کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مگر یہ اس مبارک ماہ کی خصوصیت ہے کہ خلیل صفت لذات دنیوی سے کنارہ کشی روزہ داروں کیلئے یہ حرارت برد و سلام اور ان کے جرائم و گناہان کیلئے صاعقہ شرربار اور آتش خانماں خراب ہے۔

روزے کے اخلاقی اور معاشرتی فوائد

اسلامی عبادات میں یہ امر خاص طور پر پیش نظر ہے کہ وہ صرف آخروی زندگی کے استوار کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ دنیوی زندگی کے سنوارنے کا بھی یکساں طور پر ضامن ہے جس طرح تحصیل متاع دنیوی کے ہر طریقہ کو پسند نہ کیا اسی طرح آخروی تحصیل میں ہر عنوان کو ممدوح نہ سمجھا۔

اگر کسی موقع پر حیات دنیوی کو لہو و لعب سمجھا

تو ساتھ ہی لا رھبانیۃ فی الاسلام کا بھی رہنما
افراط و تفریط کے انھیں حدود میں اس صحیح نقطہ کا پتہ
ملتا ہے جو اسلامی تعلیمات کا مرکز اور شریعت حقہ کا منتہا
ہے۔ اسلام ایک عروہ وثقیٰ ہے جس کا ایک سرا معاش
اور دوسرا معاد سے وابستہ ہے۔ یہی وہ مضبوط رسی ہے
جس کے سہارے دنیائے دنی سے زینہ بزینہ ترقی کر کے
ارتقاء و معراج کے اُس بام تک پہونچنا ممکن ہے جو اِنَّ
الدار الاخرۃ لھی الحیوان کا مصداق اور جہاں یہ
چند روزہ زندگانی بقاء و دوام سے ہم آغوش ہو کر
حیات جاوداں بن سکتی ہے۔

کسی بے نیاز کا عالم کو نیاز مند بنانا باوجود غنی
مطلق ہونے کے فرائض و احکام عبادت و ریاضت
کا اپنی مخلوق سے وابستہ کرنا بجز اس کے کہ اصلاح خلق
اور اون کی انفرادی و اجتماعی امور کی نگہداشت مطلوب ہو
اور کیا ہو سکتا ہے۔

شریعت اسلامیہ کا ہر حکم چھوٹا ہو یا بڑا، قلیل ہو
یا کثیر اس غرض سے خالی نہیں۔ عام اس سے کہ ہم
اُن اسرار و رموز سے واقف ہوں یا ناواقف یہ
ہماری کوتاہی و قصور ہے نہ کہ اصل سبب کا فقدان۔

انھیں تعلیمات کے پیش نظر جب اس مہینہ پر ہم نظر کرتے
ہیں تو یہ ماہ مبارک اُن ساری برکتوں کے ساتھ جو مذہبی
حیثیت سے اس کو حاصل ہیں اخلاقی و معاشرتی فوائد کے
گرانبہا ذخیرہ سے بھی مالا مال ملتا ہے۔

جس طرح نماز میں نہ صرف تحصیل ثواب بلکہ نیک نیتی و
اخلاص و جماعت مسلمین کی شیرازہ بندی اتحاد باہمی
اور اخوت کی تعلیم ملتی ہے۔

جس طرح حج میں نظام تمدن کے ماتحت مسلمانوں کو ایک
مرکز پر جمع کر کے یکرنگی و یکجہتی کی تلقین اور بلند و پست
حاکم و محکوم غلام و آقا سرمایہ دار و مزدور سب کو ایک
ہی میدان عمل میں لانے کی دعوت دیکر امتیاز و تفوق
کا خاتمہ مقصود ہے۔

جس طرح حکم زکوٰۃ میں اقتصادی دستور العمل کے
پیش نظر مسرفانہ زندگی کی روک تھام کشمکش حیات اور
تنازع للبقا کا حل مطلوب ہے۔

جس طرح حکم جہاد میں نظام عالم کے صلح و امن کے ساتھ
قائم رکھنے کیلئے قوت شوکت اسلامی کا مظاہرہ جذبۂ ایثار و
قربانی کا اختیار ظلم و قساوت اور فساد فی الارض کی روک
تھام اور کنتم فی الحیوٰۃ قصاص یا اولی الالباب
سے باخبر کرتا ہے۔ بعینہٖ اُسی طرح روزہ کا حکم دیگر غرباء
کی پُراز مصائب و آلام زندگی۔ فقراء کا فقر و فاقہ کا واقعی
احساس بیکسوں اور مسکینوں کی بھوک و پیاس کا صحیح خیال
اور خواہشات نفس کے کسر و انکسار کا طریقہ بھی تعلیم کرنا مقصود
و مطلوب ہے۔

علمائے اخلاق کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ کوئی صفت اور
خلق اسوقت تک ممدوح نہیں جب تک دوسروں کو اُس کا
فائدہ نہ پہونچے اسلام روزہ دار بنا کر اس حقیقت کا احساس قوی بنانا
چاہتا ہے کہ رحم و کرم ایثار و ہمدردی اعلیٰ صفات ہیں کہ انسان بجائے
خود غرضی و شکم پروری کے ایثار و قربانی کی عادت کیلئے بے پناہ میدان
ہو اکثر و بیشتر ابنائے نوع۔ برادران وطن ہمسایہ و ہم محلہ کا تذکرہ کیا
بیگانوں کو یگانہ اور ہمراز بنا دیا ایسے مستحقین کی پرسش احوال سے غافل
بنا دیتی ہے جس کے ساتھ صلہ رحم مواسات و ہمدردی اخلاقی و شرعی نقطۂ نظر
حیثیت سے واجب و لازم ہے انھیں اسباب کی طرف جاذب بن رہا ہو یہ بھی

رحمۃ اللہ علیہ نے علل شرائع اور علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار جلد ۲۰ میں اس پر
نظر کو متوجہ فرمایا ہے جیسا عملی ثبوت قرآن مجید کے مطالعہ سے ہمیں سورۂ
دہر میں ملتا ہے جہاں اہلبیتؑ کے ایثار و روزہ یتیم اسیر و مسکین نوازی کا سبق کا نمونہ درس
دیا گیا ہے کاش ہمیں اس اسوۂ حسنہ کی تاسی کی توفیق ہو۔

روزہ اور صفائے باطن

جس طرح انسان صورت و شکل اور جسم مادی کا نام نہیں اسی طرح انسانیت بھی ظاہری نمائش اور قوت شہوت و غضب سے مغلوب ہو جانے کا نام نہیں انسانیت وہ جوہر مخفی ہے جس کی ماہیت اگرچہ ہمیں معلوم نہیں مگر اسکے آثار اسکے موجود ہونے کی شہادت دیتے ہیں جس کو توسط و اعتدال کی قدر و قیمت اور اعمال و افعال کو عدل و میانہ روی کی میزان میں وزن کرنے کا سلیقہ ہے۔ تمام مذاہب و شرائع اپنی تعلیمات سے اسی جوہر انسانیت کو نمایاں اور قوی بنانا چاہتے ہیں جو انسان و حیوان میں مابہ الامتیاز اور ایک کیلئے دوسرے پر وجہ تفوق و برتری ہے جس کا نام کسی نے نفس کسی نے عقل کسی نے روح رکھا مگر یہ یاد رہے کہ یہ خزانہ عامرہ ایک ایسے قلعہ میں محفوظ کیا گیا ہے جس کی دیواریں سد سکندر سے زیادہ مستحکم اور کوہ شکوہ سے بھی زیادہ مضبوط ہیں۔ ان جواہر کی تحصیل جسے مشیت الٰہی و قدرت فطرت نے اس خزانہ عامرہ میں ودیعت فرمایا ہے اسوقت تک ممکن نہیں جبتک اس آہنی دیوار کو کھود کر اسکی بنیادوں کو متزلزل نہ کر دیا جائے لیکن یاد رہے کہ اس کو کسی کا تیشہ اور تیر جو بجز عالم اخلاق کی سیر کرنے اور ریاضت و تصفیہ باطن دستیاب ہونا دشوار ہے اسلام میں اس قوۃ مجاہدہ یا ریاضت کو فروغ دینے کیلئے سامان مہیا کیا روزہ کا حکم دیکر قوۃ شہوت و غضب کی اطاعت و انقیاد کے بجائے سپر ڈال دی اور اب جوہر انسانیت کے نمایاں ہونے کا زیادہ موقع مل گیا جو ان دونوں کے ہاتھ میں مغلوب ہو کر کبھی گمشدہ اور کبھی یکسر مفقود ہو جاتا تھا۔ روزہ حقیقت میں عقل پر ایک ایسی فضا پیدا کر دیتا ہے جسمیں تمام عقل پر پری قوات اور سماعت سے پرواز کر سکے یہی چیز ہے جسکی طرف الجوع سحاب باطن بھوک باطن کو روشن کر دیتی ہے اشارہ کرتا ہے اور حدیث بھی اس مطلب کی طرف ناظر ہے۔ علیک بالصوم فانہ زکوٰۃ البدن تم روزہ کا عادہ رکھو کیونکہ یہ بدن کی زکوٰۃ اور طہارت نفس کا ذریعہ ہے۔

روزہ کے فضائل

فضائل صوم اس کثرت سے بیان کئے گئے ہیں جنکا احاطہ اس مضمون میں ممکن نہیں صرف چند احادیث کو پیش کر کے اس مضمون کے ختم کرنے کا ارادہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) عن الصادق عن آبائہ علیہم السلام قال۔ قال رسول اللہ الا اخبرکم بشیء ان انتم فعلتموہ تباعد الشیطان منکم کما تباعد المشرق من المغرب قالوا بلیٰ قال الصوم یسود وجہہ۔ الحدیث۔ بحار جلد ۲۰

امام جعفر صادقؑ اپنے آبائے کرام کے سلسلہ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ ایکبار حضرت رسالتمآب نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ آگاہ ہو میں تمکو ایسی چیز کی خبر دیتا ہوں جسپر اگر عامل ہو تو شیطان تم سے اتنا دور ہو جتنا فاصلہ مشرق و مغرب میں ہے اصحاب نے ہم آہنگی کی آمادگی ظاہر فرمائی آپ نے ان اشیا کی شرح کی جنمیں اول روزہ ہے جو شیطان کو روسیاہ اور اسکی ساری تمناؤں کو پامال بنا دیتا ہے۔

(۲) عن ابی عبد اللہ قال نوم الصائم عبادۃ و صمتہ تسبیح و عملہ متقبل و دعاؤہ مستجاب۔ امام ششم فرماتے ہیں کہ روزہ دار کی نیند عبادت اس کا سکوت تسبیح عمل مقبول و دعا مستجاب ہے۔

(۳) عن انس۔ قال۔ قال رسول اللہ ان للجنۃ باباً یدعی الریان لا یدخل فیہ الا الصائمون۔ الحدیث۔ انس سے روایت ہے کہ رسالتمآب نے فرمایا کہ روزہ داروں کیلئے جنت میں ایک خاص دروازہ ہے جسکو باب الریان کہا جاتا ہے جسمیں بجز روزہ داروں کے اور کسی کو داخل نہیں کیا جائیگا چونکہ روزہ دار کو بھوک سے زیادہ پیاس کی زحمت ہوتی ہے اسلئے خلاق عالم نے یہ اہتمام کیا کہ اس عمل کی جزا میں جنت میں خاص موقع ان کیلئے مہیا کیا گیا۔

یہ وہ عمل خیر ہے جہاں براہ راست قدرت نے خود کو مخاطب فرما کر ارشاد کر دیا کہ یہ عمل مخصوص میرے ہی لئے ہے میں ہی اسکی جزا کا بھی کفیل ہوں۔

والسلام

یوم گرانی

آل انڈیا پوسٹمین کانفرنس نے یہ طے کیا ہے کہ ۲۳ اکتوبر کو تمام پوسٹمین یوم گرانی منائیں اور جلسہ کر کے مطالبہ پیش کریں۔ (ماخوذ)

آغوشِ تربیت

(عمدۃ المقررین جناب مولانا سید محمد باقر صاحب نبیرۂ جناب مفتی علام سید محمد عباس صاحب قبلہ مرحوم)

میرے خیال میں دنیائے انسانیت اس سے کبھی انکار
نہیں کر سکتی کہ تربیت کا اثر وہ اثر ہے جس سے انسان ہی نہیں
بلکہ جانور بھی متاثر نظر آتے ہیں جن کارخانوں میں لاکھوں
اور ہزاروں انسان کام کیا کرتے تھے آج وہاں جانوروں کی
حکومت نظر آتی ہے۔ جانور باکار بنائے جا رہے ہیں اور انسان
میں بے کاری عروج ترقی پر ہے شاید آج کل ترقی اسی کو
کہتے ہوں خیر مجھے اس وقت یہ نہیں عرض کرنا ہے کہ موجودہ
ترقی صحیح معنوں میں ترقی نہیں بلکہ حقیقی ترقی وہی ہے جو
اسلام اور بانی اسلام نے سکھائی مجھے تو دکھانا یہ ہے کہ
جیسی تربیت ہوگی ویسا اثر ضرور مترتب ہوگا اگر کسی کیلئے
انگلستان آغوشِ تربیت بنا تو اسکی خو تو ویسی ہی ہوگی اور
عرب یا عجم یا ہندوستان جنکا گہوارہ تربیت ہے انکا مذاق
بھی ویسا ہی ہوگا اور باب فہم اگر کچھ دیر کے لئے آپ وقت
عزیز صرف کریں اور تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو
یہ تعجب جو آج کل ہو رہا ہے کہ اس سے بڑھکے ترقی کیا ہو سکتی
کہ جانوروں سے انسانوں کا کام لیا جا رہا ہے جب معمولی انسانوں
کو جناب اہلبیت نے اتنی صلاحیت دیدی کہ اپنے خصوصیات
جانوروں کو سپرد کر سکیں پھر اُس انسان کامل کا اختیار کتنا
بلند ہوگا جس کو وجہ خلق عالم قرار دیا گیا ہو اور لولاک
لما خلقت الافلاک جس کے لئے سنہری تمغہ ہے اور
یہ بھی یاد رکھئے عالم میں کوئی آغوش سرورِ کائنات کی آغوش
سے بہتر نہیں ہو سکتی میں کہتا ہوں کہ ماہ رجب کی تیرھویں
تاریخ جتنا بھی ناز و فخر کرے وہ کم ہے نحوست زائل
ہوئی برکت مولود مسعود سے رجب کی تیرھویں قیامت تک
مبارک بن گئی اور یہ وہ مبارک تاریخ جسمیں رسول اعظم
مختار کائنات اپنی آغوش پھیلائے ہوئے جا رہے ہیں
اور گوہر نایاب کے تلاش میں ہیں اک وقت میں جو انکے
تاج کی زینت بنے گا خدا انصاف سے فرمائیے یہ رسول
اکرم کا جانا عبادت ہے یا نہیں ما تشاؤن الا ان
یشاء اللہ کا صحیح مفہوم ہے یا نہیں اگر راہ علی بن ابیطالب
میں چل کر رسول نے عبادت کا ثواب حاصل کیا تو علی
بن ابی طالب نے بھی اپنے ثواب کو کم نہ کیا دنیا میں سب سے
پہلے جس چیز کی زیارت کی وہ محمد مصطفیٰ کا چہرہ تھا۔ جو
قطعی طور پر عبادت کہے جانے کا مستحق ہے۔ اگر ادھر نبوت
تلاش امامت میں چلی تو اُدھر امامت استقبال نبوت کیلئے
بڑھی جب تک فاطمہ بنت اسد کی آغوش میں رہے
اسوقت تک خاموش رہے اور جب رسول کی آغوش میں آئے کلام
کیا بات یہ ہے ماں کی آغوش مصحف صامت تھی اور جب
آغوش بدلی رسول کی آغوش میں آئے مصحف ناطق ہو گئے
(سابق الاسلام ہونا) عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ اجازت ہو تو
کچھ پڑھوں کہا ہاں یا علی پڑھو ضرور پڑھو میں مشتاق ہوں
توریت پڑھکر سنائی انجیل پڑھی زبور کی تلاوت کی قرآن
مجید اول تا آخر پڑھا ہونہار بچے کو سینہ سے لگا لیا لوح علم
اول کی داد دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یا علی تم نے یہ
کتابیں اسطرح پڑھکے سنائیں جن پر نازل ہوئی انھوں نے
بھی اسطرح نہیں پڑھیں۔

باب تفسیر القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نجوم القرآن

ہم نے اس عنوان کے ماتحت یہ طے کیا ہے کہ قرآن مجید کو قانونی نقطۂ نظر سے پیش کریں گے چنانچہ پہلی قسط ازبجا خدمت ہے، جب ہم اصول دین اور فروع دین کو تحریر کر سکیں گے تو اُن آیات کو پیش کریں گے جو انسان کے لیے معاشرتی اور تمدنی حیثیت سے قرآن مجید کو ایک مکمل اور قانونی دستور العمل ثابت کرنے میں مدد دے سکیں گی ملاحظہ ہو

قانون ۳۲ اللہ کو عادل جاننا ہر وہ انسان جو عقل سلیم کا مالک ہے بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ خداوند عالم کو عادل یعنی انصاف والا ہونا چاہیئے اس لیئے کہ اگر منصف نہ ہوگا تو بندوں کے اچھے بُرے اعمال وغیرہ میں یوم الفصل صحیح فیصلہ کیونکر کر سکتا ہے اس کے علاوہ سیکڑوں خرابیاں لازم آئیں گی یہی وجہ سے ذمہ داران اسلام نے اصول دین میں عدل کو داخل مانا اگرچہ بعض مسلمانوں نے اپنی کم علمی اور تہی مائیگی کی وجہ سے اپنے آغوش دماغ میں ایسے خیالات کی بھی پرورش کر لی ہے جس سے خدا کا عادل نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے لیکن درحقیقت علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ جزا اور سزا کا مالک، خدائے قدیر عادل اور منصف ہے اور اس کا عادل تسلیم کرنا اصول دین میں داخل ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر ج ۲ طبع مصر کے ص ۱۴۷ پر زیر تفسیر آیہ یا ایہا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون رقمطراز ہیں۔

اما الاصول فمنہا ما یتعلق بالتوحید، والعدل والنبوۃ والمعاد الخ یعنی اصول دین وہ ہیں جن کا تعلق توحید، عدل، نبوت، قیامت سے ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ خداوند عالم عادل ہے اور عدل برادران اہل سنت کے یہاں بھی اصول دین میں داخل ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ عدل نام ہے ضد الجور، کا دیکھو کلیات ابو البقا ص۔ یعنی اگر خدا کو عادل نہ مانا جائے گا تو بقول ابو البقا ظالم ماننا پڑے گا اور ظالم کے لیے علامہ فخر الدین رازی نے زیر آیت اولو الامر لکھا ہے کہ بادشاہ وقت اولو الامر اسلئے نہیں ہو سکتے کہ وہ اکثر ظلم کرتے ہیں اور علامہ زمخشری نے زیر تفسیر آیہ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار الخ لکھا ہے کہ ظالم کی طرف ذرا سا بھی میلان جہنم میں لے جانے کو کافی ہے۔ تو جبکہ ظالم اولوالامر نہیں ہو سکتا اور ظالم کی طرف میلان حقیقت بھی جہنم کا سبب قرار پاتا ہے تو خداوند عالم کو کیونکر ظالم اور غیر عادل مانا جا سکتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

(۱) شهد الله انه لا اله الا هو والملائکة و اولوا العلم قائماً بالقسط پ۳ رکوع ۱۰ سورہ آل عمران آیت (۱۸)

(ترجمہ) خدا اور اُس کے فرشتوں اور علم والوں نے گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہو سکتا اور وہ خدا عدل و انصاف کے ساتھ دنیا کا سنبھالنے والا ضرور ہے۔

(۲) وان الله لیس بظلام للعبید۔ پ۴ رکوع سورہ آل عمران آیت (۱۸۱)

(ترجمہ) بیشک خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا

(۳) ان الله لا یظلم مثقال ذرۃ پ۵ رکوع ۳ سورۂ نساء آیت ۴۰۔

بے شک خدا تو ہرگز ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا

(۴) ان الله لا یظلم الناس شیئاً ولکن الناس انفسهم یظلمون پ۱۱ رکوع ۱۰ سورۂ یونس آیت ۴۴

(ترجمہ) بیشک خدا تو (ہرگز) لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنے اوپر (اپنے کرتوت کی بنا ء) پر خود ظلم کیا کرتے ہیں۔

(۵) ونضع الموازین القسط لیوم القیمة فلا تظلم نفس شیئاً وان کان مثقال حبة من خردل اتینا بها وکفیٰ بنا حاسبین،، پ۱۷ رکوع ۴ سورۂ انبیاء آیت ۴۷۔

(ترجمہ) اور قیامت کے دن تو ہم (بندوں کے بھلے برے اعمال تولنے کے لیے) انصاف کی ترازوئیں قائم کرینگے پھر تو کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا تو ہم اسے لا حاضر کریں گے اور ہم حساب کرنے کے واسطے کافی ہیں۔

(۶) وما الله یرید ظلما للعباد پ۲۴ رکوع ۹ سورہ مومن آیت ۳۱

(ترجمہ) خدا تو بندوں پر ظلم کرنا ہی نہیں چاہتا

(۷) وما ربك بظلام للعبید پ۲۴ سورۂ حم سجدہ آیت ۴۶

(ترجمہ) اور تمھارا پروردگار تو اپنے بندوں پر (کبھی) ظلم کرنے والا نہیں۔

(۸) وما یبدل القول لدیّ وما انا بظلام للعبید پ۲۶ رکوع ۱۲ سورۂ قٓ آیت (۲۹)

(ترجمہ) میرے یہاں بات بدلا نہیں کرتی اور نہ میں بندوں پر ذرہ برابر ظلم کرنے والا ہوں۔

(نوٹ) اگر آیات قرآنی کو دیکھنے کے بعد کوئی شخص خدا کو عادل اور عدل کو داخل اصول دین نہ مانے اس کی انتہائی بے انصافی اور ہٹ دھرمی ہوگی۔

خیوا خیوا شرا شرا　　اشیاء اشیاء حزنا حزنا
جس میں خیر و شر دونوں کے اسباب ہیں　　جو معمولی چیز اور حزن کا مقام ہو

ماذا من ذا　　کم ذا ھذا
دنیا کے بندو بنانے کیا پایا　　اسمیں تا بکے رہے گا یہ
اسمیں کون غافل ہے　　نصیحت ہے اسے بغور سن

تو جا تنجو انحشی تردی　　عجل قبل الموت الوزنا
تو عجب ہے کبھی امید کی بھرمار کرتا　　بنے مرنے سے پہلے اپنے اعمال کی
ہو کبھی خیالی پلاؤ پکاتا ہے کبھی ڈرتا ہے　　اچھائی برائی کو تول ڈال سلئے کہ

ما من یوم یمضی عنا　　الا و ھن منا رکنا
زندگی کا کوئی دن ایسا نہیں گذرتا　　جسمیں ہماری حیات کا ایک کونہ گر جاتا ہو

ان المولیٰ قد انذرنا　　انا نحشر عزلا بہما
مالک نے تو اچھی طرح ڈراتے　　ہم برے حال سے نہایت
ہوئے یہ بتا دیا کہ　　کمزور ضعیف محشور ہوں گے

زبان فیض ترجمان کا رکنا تھا کہ صومعہ سے راہب ... یہ متحیر نکلا اور یہ کہتے ہوئے اسلام قبول کیا کہ میں نے اپنی مذہبی کتاب میں دیکھا ہے کہ نبی آخر الزماں کا وصی وہ ہوگا جو صوت ناقوس کی تفسیر کر دے گا۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ طبع بمبئی)

اسلام امن کا سب سے بڑا حامی ہے

(نوشتہ فخر الواعظین جناب مولانا مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ)

(گذشتہ سے پیوستہ)

کہ اگر علی کو یہ یقین ہو جائے کہ آج ہر انسان نے سیر ہو کر حسب دلخواہ کھانا کھایا ہے اور اچھا لباس پہنا ہے تو علی بھی یہ جرأت کر سکتا ہے کہ اچھا طعام استعمال کرے اور اچھا لباس پہن لے۔ جب تک مخلوق الٰہی میں سے ایک انسان بھی بھوکا یا برہنہ باقی ہوگا علی نہ پیٹ بھر کر کھانا کھا سکتا ہے اور نہ اچھا لباس پہن سکتا ہے۔

آئمہ اہلبیت علیہ السلام کی یہ عادت تھی کہ محتاج ترین انسانوں کے ساتھ بوریہ پر بیٹھکر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے مسکین جالس مسکینا۔ ایک مسکین دوسرے مسکین کے پاس بیٹھا ہے۔

یہ جو کچھ بھی ہوتا رہا کبھی مجبوری سے تھا بلکہ صرف اس لئے تھا کہ کل کسی انسان کو بارگاہ احدیت میں یہ کہنے کا حق نہ رہے کہ میں بھوکا تھا اور میرے امام نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ میرے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور امام قیمتی لباس پہنے ہوئے تھے۔

نماز و روزہ خمس و زکوٰۃ، حج و جہاد، یہ سب مساوات کے نمونے ہیں گویا مسلمانوں کو ہر دن اور ہر وقت اسلام کی درسگاہ سے مساوات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جو امن کا ذمہ دار ہے۔

## آریوں کا عقیدہ تناسخ		بسلسلہ گذشتہ

محققین اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ روح مجرد محض غیر مادی ہے اسی کو نفس ناطقہ بھی کہتے ہیں نہ جسم ہے نہ مزاج۔ دیکھو کتاب حدوث مادہ و روح غلام الحسنین صاحب پانی پتی صفحہ ۶۔

اگر کوئی صاحب معترض ہوں کہ آپکے رسول نے تو روح کی حقیقت نہیں بیان کی بلکہ فرمایا قل الروح من امر ربی تو میں معترض صاحب سے عرض کروں گا کہ ذرا جناب وجہ نزول تو اس آیت کا ملاحظہ فرمائیں کہ یہودیوں کو ایک یہودی عالم نے محمد صلعم کے امتحان کیواسطے بھیجا تھا کہ تم جاکر محمد صلعم سے مختلف سوال کرو اگر حضرت ان سوالوں کا جواب یوں دیں تو سمجھنا کہ وہ خدا کے رسول ہیں ورنہ کاذب ہیں۔ ان سوالوں میں سے ایک سوال روح کے متعلق بھی تھا اور اس کا جواب عالم یہود نے یہ بتلایا تھا کہ اگر محمد صلعم روح کے جواب میں فرمائیں کہ یہ امر رب ہی تو اُن کو سچا نبی سمجھنا ورنہ کاذب۔		تفسیر بیضاوی۔ درمنثور۔ صافی

ناظرین ہم کو روح کی بساطت و ترکیب سے یہاں بحث کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ہم صرف یہاں روح کے قدیم ہونے یا نہ ہونے پر بحث کرینگے جس پر عقیدہ تناسخ قائم ہے۔

حدوث روح پر پہلی دلیل

اگر ایک قدیم ازلی و ابدی کے علاوہ اور قدیم مانا جائے تو اس حالت میں کوئی بھی قدیم نہ رہے گا۔

تقریر دلیل

اگر دو یا تین قدیم ہوں گے تو ضرور ہے کہ تینوں کسی ایسے امر میں مشترک ہوں جس کی وجہ سے تینوں قدیم کہے جاتے ہیں اور یہ بھی ضرور ہے کہ ان تینوں چیزوں میں کوئی چیز مابہ الامتیاز بھی ہو جس کی وجہ سے تینوں تین نام سے پکارے جاتے ہیں مثلاً زید عمر بکر تینوں انسان کہے جاتے ہیں کیونکہ تینوں میں صورت شخصیہ مابہ الامتیاز ہے۔ اور جب ایسا ہوتا ہے اور ہونا ضروری ہے تو یہ تینوں قدیم اپنے وجود میں جز مابہ الاشتراک و جز مابہ الامتیاز سے مرکب ہونگے اور یہ ثابت ہے کہ جز کل سے پہلے ہوتا ہے لہٰذا یہ تین کے تین قدیم نہ رہے کیونکہ قدیم اُس کو کہتے ہیں جس کے پہلے کچھ نہ ہو۔		ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۶ بار اول

لہٰذا ایشور کے علاوہ روح و مادہ قدیم نہیں ہو سکتے ورنہ سماجیو تمھارا ایشور بھی قدیم و ازلی نہ رہے گا۔

دوسری دلیل

روح کا کام ادراک اور علم ہے اگر جسم میں روح نہ ہو تو جسم کو کسی شے کا علم نہیں ہو سکتا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اگر روح قدیم ہے تو آیا جسم میں داخل ہونے سے پہلے عالم ہے یا نہیں اور اگر عالم ہے تو جسم میں داخل ہونے کے بعد بھی اس کو عالم ہونا چاہیئے حالانکہ یہ بات بداہت و مشاہدہ کے خلاف ہے۔ بچہ ولادت کے وقت ذی روح ہوتا ہے مگر عالم نہیں ہوتا اور اگر عالم نہیں ہوتا تو

لازم آتا ہے کہ جو اس کی ذات کا لازم ہے وہ اس سے جدا ہو جائے حالانکہ آریہ حضرات کی کتاب نیائے درشن میں علم کو روح کا لازم مانا ہے۔

چونکہ بدھی یعنی علم و گیان آتما کا لکشن ہے اور جیو آتما نبتیہ ازلی ہے اس واسطے اس کا لکشن علم بھی نیتہ ہے۔ نیائے درشن صفحہ ۶۹۔ ب۔

جب پنڈت دیانند سرسوتی نے یہ تحریر فرمایا ہے تو اُن کو اس امر کی وجہ بھی بیان کر دینا چاہیئے تھی کہ بچے ابتدائی عمر میں ذی روح تو ہوتے ہیں لیکن عالم نہیں ہوتے اور آیا اس کی روح سے علم کے جدا رہنے کی کیا وجہ ہے۔ مگر چونکہ اُن کا اصول اصول فطرت سے جدا تھا اس لئے بہت کچھ لیپ پوت کرنے کے بعد بھی یہ کھوٹ باقی ہی رہ گیا۔

حدوث روح پر اور دلائل کثرت ہیں مگر میں طوالت کے خیال سے ترک کرتا ہوں اور دو چار نقلی دلیلیں پنڈت جی کی کتاب ستیارتھ پرکاش سے پیش کرتا ہوں۔

پنڈت جی ستیارتھ پرکاش میں ایشور کے ابدی ہونے کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

دلیل اول

سوال۔ پرمیشور کی ابتدا ہی ابدی ہے۔

جواب۔ ابدی یعنی اسکا کوئی اور سبب نہیں اور وہ ابدی دنیا کا سبب اولی ہے۔

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۵۔ باب ساتواں)

میں ابدی دُنیا کا سبب اولی ہوں۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۱۔ باب ساتواں)

دوسرے مقام پر انادی ازلی و ابدی کی تعریف یوں فرماتے ہیں۔

انادی۔ جس کا سبب اولی کوئی نہ ہو اس کو انادی کہتے ہیں ابدی انادی اسکو کہتے ہیں جسکے پہلے کچھ نہو۔

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۔ باب اول)۔ ماقبل کی عبارت ص۲۲۵ و ۲۳۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا سبب اولی ایشور ہے اور آخر کی عبارت ص۲۹ سے یعنی تعریف انادی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انادی وہ جس کا سبب اولی کوئی نہو لہذا نتیجہ اس تعریف سے یہ نکلا کہ دنیا ابدی نہیں ہے۔ جب دنیا ابدی نہ ہوگی تو روح و مادہ بھی ابدی نہ ہوں گے کیونکہ دنیا انھیں کے مجموعہ کا نام ہے

دوسری دلیل

پرمیشور نہ کبھی پیدا ہوا ہے اور نہ مرتا ہے اس لئے ورٹ وغیرہ ناموں اور پیدائش وغیرہ صفات سے اور دنیا کی بیجان چیزیں اور جیو آتما مراد لینا چاہیئے۔

ستیارتھ پرکاش ص۱۰ باب اول

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ورٹ وغیرہ ناموں سے مراد جیو آتما بھی ہوتا ہے [illegible] اس وجہ سے ورٹ وغیرہ نہیں ہے کہ وہ نہ کبھی پیدا ہوا اور نہ مرتا ہے لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ ورٹ وغیرہ [illegible] کا نام

ہوتے ہیں جو پیدا ہوئے ہوں اور مرتے ہوں۔ لہذا معلوم ہوا کہ جیو آتما پیدا شدہ چیز ہے اور جو پیدا ہو وہ انادی نہیں بلکہ حادث ہوگا۔

ازلی انادی کی تعریف جو کبھی پیدا نہ ہوا ہو اور نہ اس کی کوئی علت ہو اور وہ قائم بالذات ہو وہ ازلی ہے۔

ستیارتھ پرکاش ص۵۰۸

لہذا ان دونوں عبارتوں سے نتیجہ نکلا کہ روح وجیو آتما ازلی نہیں ہے۔

تیسری دلیل پنڈت جی اس بات کے ثابت کرنے کیلئے کہ دنیا کی علت خدا و ایشور نہیں ہے جسب ذیل دلائل پیش کرتے ہیں۔

چونکہ علت مادی کے صفات و افعال وخواص معلول میں آتے ہیں اگر ایشور جہان کی علت مادی ہوگا تو ایشور کے صفات وافعال معلول جہان میں پیدا ہونا چاہیئے حالانکہ برہم ایشور انند سروپ معلول جہان کی شکل میں ایشور غیر مخلوق اور جہان مخلوق۔ ایشور واحد مفرد اور جہان مرکب۔ (ستیارتھ پرکاش ص۲۷۶)

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ علت کے صفات معلول میں ضرور پائے جاتے ہیں۔ پس اس نظریہ کے ماتحت جہان کو بھی غیر مخلوق ہونا چاہیئے کیونکہ اس کی علت مادی (مادہ) غیر مخلوق ہے لیکن پنڈت جی جہان کو مخلوق مانتے ہیں اسلئے ان کے نظریہ کے مطابق یا تو جہان بھی قدیم غیر مخلوق ہوگا یا وہ مخلوق ہوگا تاکہ علت و معلول کے صفات میں مطابقت ہو جائے۔ اگر مخلوق ہوگا تو ازلی نہ رہیگا بلکہ حادث ماننا پڑیگا۔

چوتھی دلیل سوال:۔ جب قادر مطلق پرمیشور ہے تو جیو اور علت مادی کو پیدا کر سکتا ہے۔ اور اگر نہیں کر سکتا تو قادر مطلق نہیں ہو سکتا۔

جواب:۔ کیا قادر مطلق کے یہ معنی ہیں کہ جو ناممکن بات کو بھی کر سکے۔ کیا اپنا شریک دوسرا ایشور پیدا کر سکتا ہے کیا خود مر جا سکتا ہے۔ بس قادر مطلق کے یہ معنی اسقدر ہے کہ پرماتما ایشور بغیر کسی مدد کے اپنا پورا کام کر سکتا ہے۔

ستیارتھ پرکاش باب آٹھواں ص۲۷۸-۲۷۹

سوال:۔ جتنے جیو مکت ہوتے ہیں اتنے ہی ایشور نئے نئے پیدا کر کے دنیا میں رکھ دیتا ہے اسلئے دنیا ختم نہیں ہوتی۔

جواب: اگر ایسا ہو تو جیو فانی ہو جائیں۔ مکتی کی جگہ بھیڑ بھاڑ ہو جائے گی کیونکہ وہاں آمد زیادہ خرچ کچھ بھی نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ کا حد وحساب نہ رہیگا۔ بجائے سکھ دکھ محسوس کرنا پڑیگا۔

(ستیارتھ پرکاش باب نواں ص۳۱۴)

پنڈت جی نے پہلے سوال قادر مطلق کے جواب میں فرمایا کہ جیو کا پیدا کرنا ایشور کیلئے ناممکن ہے جس طرح وہ اپنا شریک نہیں پیدا کر سکتا مگر صفحہ ۳۱۴ پر دوسرے سائل کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ایشور جیو پیدا کرے تو وہ جیو فانی ہو جائے گا۔ تو اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشور جیو پیدا کر سکتا ہے کیونکہ آگے فرماتے ہیں کہ جیو کے پیدا کرنے میں مکتی کی

جگہ بھیڑ بھاڑ ہو جائے گی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایشور جیو پیدا کر سکتا ہے مگر ان وجوہ کی بنا پر (بھیڑ بھاڑ وغیرہ) پیدا نہیں کرتا۔ جب جیو پیدا ہو سکتا ہے تو آپکے قول بالا کی بنا پر جیو فانی ہوا۔ سماجیو! تمہارا ایشور اسقدر مجبور ہوا کہ زیادہ حساب نہیں کر سکتا، مکان اور جگہ کی اس کے یہاں قلت ہے۔ ایسا ایشور تم کو مبارک رہے۔ غور کرو کبھی پنڈت جی ایشور کو بڑی طاقت والا بتلاتے ہیں۔ کبھی ایسا جو حساب بھی نہیں جانتا۔

ناظرین خود احساس کرلیں کہ عقیدۂ تناسخ کی حمایت میں پنڈت جی اپنے ایشور کی طاقت کو بھی بھول گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ پنڈت جی نے جسے پایا اُسے تناسخ کی گتھی میں الجھا دیا۔ خواہ پنڈت جی کے اقوال ان کے خلاف مذہب کیوں نہ ہوں اور ایشور رہے نہ رہے مگر تناسخ قائم رہے۔ سوامی جی کے ایسے ہی متضاد اقوال ستیارتھ پرکاش میں کثرت سے موجود ہیں میں نے صرف کچھ مقامات تفریح طبع کیلئے اور سوامی جی کی قابلیت ظاہر کرنے کیلئے پیش کر دیئے۔ بقیہ طوالت کے خیال سے ترک کرتا ہوں۔

جب تناسخ کے مبنیٰ و دارومدار کو باطل کیا جا چکا تو آریہ ودھرم اور حکماء قدیم وغیرہ کا تناسخ خود بخود باطل ہو گیا۔ کیونکہ ان حضرات کے تناسخ کا اثبات روح و مادہ کی قدامت پر موقوف تھا اور روح و مادہ کی قدامت باطل ہو چکی تو تناسخ بھی باطل ہو گیا۔ ہاں ابھی ایک چیز باقی رہ گئی ہے جس سے بعض مسلمان باوجود اقرار قیامت اور آریہ حضرات اثبات تناسخ میں تمسک کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ یہ حضرات کہتے ہیں کہ خدا عادل ہے اور وہ بے وجہ کسی کو دکھ سکھ نہیں دیتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ معصوم بچے بیمار ہوتے ہیں اور ایک بچہ تندرست پیدا ہوتا ہے تو دوسرا اندھا۔ لنگڑا۔ اور کوڑھی پیدا ہوتا ہے اور یہ باتیں تناسخ کو ثابت کرتی ہیں۔

میں ان مسلم حضرات اور سماجیوں سے عرض کروں گا کہ علم طب جدید و قدیم کے اصول دونوں ہر شخص کے نزدیک مسلّم ہیں۔ اس لئے ہر شخص مریض بچوں وغیرہ کا علاج کراتا ہے اور ہر فرد پر روشن ہے کہ اکثر علاج سے اچھے بھی ہوتے ہیں اور مرضا کا علاج سے صحتیاب ہونا ثابت کرتا ہے کہ ان کی بیماری فساد غذا و آب و ہوا کی خرابی و سوء تدبیر والدین کی وجہ سے تھی جب ان کی اصلاح ہو گئی تو وہ اچھے اور تندرست ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ امراض کی علت اعمال گذشتہ نہیں ہیں بلکہ فساد غذا و سوء تدبیر وغیرہ ہیں۔ رہا بچہ کا اندھا۔ لنگڑا وغیرہ پیدا ہونا۔ یہ بھی ماں باپ کی سوء تدبیر سے ہوتا ہے جس کو میں آئندہ سوامی جی کے اقوال سے ثابت کروں گا۔ کہ امراض و صحت و تندرستی ماں باپ کی تدبیروں پر موقوف ہیں۔ یہاں میں آپ حضرات کے سامنے ایک بدیہی چیز اس ثبوت میں پیش کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ جس طرح زیادہ کتب بینی کرنیوالے اشخاص کی نگاہیں کمزور ہو جاتی ہیں جس کا سبب محض سوء تدبیر اور افراط ہے تو اسی طرح ماں ایام حمل میں سوء تدبیر کرتی ہے جس کی وجہ سے بچہ کے جسم پر اثر پڑتا ہے: چنانچہ اس کی تصدیق میں سوامی جی کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔

گربھ کے بعد بہت احتیاط سے عورت کو کھانا پینا چاہیئے۔ اس کے بعد ایک سال تک عورت مرد سے ساکم نہ

کرے جب تک کہ بچہ پیدا ہو۔ عورت طاقت، خوبصورتی، تندرستی و ہمت شانتی وغیرہ پیدا کرنے والی مفید اشیاء ہی کا استعمال کرتی رہے۔ ستیارتھ پرکاش باب دوسرا ص۳۵

سب لوگ جانتے ہیں کہ بدبودار ہوا اور پانی سے بیماری پیدا ہوتی ہے ستیارتھ پرکاش ص۵۵ جسم سے جتنی بدبو پیدا ہو کر ہوا اور پانی کو بگاڑتی ہے اور بیماری کا باعث ہوتی ہے۔

ستیارتھ پرکاش ص۵۵

اس طریق پر عورت و مرد عمل کریں گے تو ان کی اولاد اچھی اور متین ہوگی اور اسی میں طاقت و توانائی بڑھتی رہے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اولاد عمدہ سالم و تندرست و قوی و حسن ہوگی۔

ستیارتھ پرکاش ص۴۹

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سوامی جی کو اقرار ہے کہ امراض آب و ہوا کی خرابی و فساد غذا وغیرہ سے پیدا ہوتے ہیں اور آخری عبارت ظاہر کر رہی ہے کہ اگر کوئی سوامی جی کے بتائے ہوئے اصول پر عمل کرے تو اولاد عمدہ سالم و تندرست ہوگی اور اگر نہ کرے تو کمزور۔ اندھے لنگڑے ہونے کا امکان ہے تو معلوم ہوا کہ ان امراض کی بنا والدین کی بدپرہیزی پر ہے نہ کہ اعمال گذشتہ ان امراض کا سبب ہوتے ہیں۔

اگرچہ ابھی ستیارتھ پرکاش کثرت سے اس موضوع پر مواد موجود ہے لیکن مزید وضاحت کے لئے صرف ایک عبارت اور پیش کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔

حمل کا یقین ہو جائے تب سے سال تک مرد و عورت صحبت نہ کریں کیونکہ اس طریق سے اولاد عمدہ اور قوی ہوتی ہے۔

ورنہ درییہ کے بے فائدہ ضائع ہونے سے دونوں کی عمر کم ہو جاتی ہے۔ کبھی حاملہ عورت خشک منشی اشیاء کا استعمال نہ کرے ورنہ بچہ کمزور اور مرض میں مبتلا ہوگا۔ ستیارتھ پرکاش ص۱۲۳ باب چہارم

ناظرین۔ سوامی جی مقر ہیں کہ منشی اشیاء کا استعمال سے بچہ کمزور اور مرض میں مبتلا ہوتا ہے جیسا کہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ امراض کے اسباب میں سے ماں کی بدپرہیزی بھی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اندھا ہونا اور کوڑھی ہونا بھی امراض میں شامل ہے۔ لہذا ان امراض کا سبب گذشتہ اعمال نہیں ہو سکتے بلکہ ان کے اسباب آب و ہوا کی خرابی اور والدین کی بدپرہیزی وغیرہ ہیں سماجیوں کو تو سوامی جی کے اقوال سے تسکین ہو جائے گی، رہے مسلمان حضرات جو تناسخ کے قائل ہیں اُن کے خیالات میں جو خرابیاں ہیں وہ بھی طبی مشاہدات کے مقابل ہیں ناقابل تسلیم اور خلاف عقل ہیں۔ اس باب میں مزید تشفی کیلئے قرآن مجید سے بھی دو آیتیں پیش کی جاتی ہیں تاکہ اُس کے مذہبی مسلمات کا آئینہ سامنے کھل جائے اور انھیں یہ محسوس ہو سکے کہ وہ ایک مغالطہ میں گرفتار ہیں۔

(۱) ولنبلونکم بشیئٍ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات الخ

(۲) انما اموالکم واولادکم فتنۃ الخ

ہمارے مسلمان بھائیو! ذرا ان آیتوں کو پڑھکر غور کرو۔

آپ حضرات تو عالم بھی ہیں۔ اگر قران کو کلام خدا مانتے ہیں تو ذرا غور فرمائیے کہ خدا فرماتا ہے کہ اولاد اور اموال فتنہ ہیں ان کے ذریعہ سے انسان کا امتحان ہوتا ہے اور پہلی آیت میں نصاب امتحان معین فرمایا ہے اور اس نصاب میں نقص الانفس و ثمرات بھی ہے یعنی تمھارے لڑکوں کی موت سے تمھارا امتحان ہوگا لہذا دنیا میں امراض وغیرہ جو کچھ ہوتے ہیں ان کا سبب اگر بد پرہیزی وغیرہ نہ تسلیم کیجائے تو ایک دوسرا سبب امتحان آزمائش ماننا پڑے گا جس پر قران نے بھی روشنی ڈالی ہے

آریہ حضرات کا غلط تمسک

(۱) اذ اتینا موسی الکتاب و الفرقان فقلنا لھم کونوا قردۃ الخ۔ پنڈت جی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی کتاب قرآن میں ہے کہ خدا نے بنی اسرائیل کو نافرمانی کی وجہ سے بندر بنا دیا اور یہی ہمارا تناسخ ہے۔ لہذا قران سے بھی تناسخ ثابت ہے۔ اگرچہ مسلمان اسکو "مسخ" کہتے ہیں۔

جواب۔ تناسخ تو جیو کا ایک جسم سے نکلکر دوسرے جسم میں داخل ہونے کو کہتے ہیں جیسا کہ ہم نے ستیارتھ پرکاش کے حوالہ سے ابتدا میں پیش کیا ہے اور روح کے جسم سے نکلنے کو آپ حضرات موت کہتے ہیں اور داخل ہونے کو جنم کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۲۵۔ جب جیو جسم سے نکلتا ہے اسکا نام موت اور داخل ہونے کا نام جنم ہے

سمجھیو! اس آیت میں خدا نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ تم بندر کی صورت میں تبدیل ہو جاؤ اور تین دن کے بعد یا فوراً مر گئے لیکن بنی اسرائیل کو موت دیکر بندر کے شکم سے نہیں پیدا کیا بلکہ بنی اسرائیل زندہ انسانی صورت کے بجائے بندر کی صورت میں ہو گئے جس کو ہم "مسخ" کہتے ہیں مگر آپکا تناسخ اس سے کوسوں دور ہے کیونکہ اس میں مرنے اور جنم کی شرط ہے اور یہاں موت اور جنم ہوا ہی نہیں لہذا تناسخ ثابت نہوا۔

آریہ حضرات کا احادیث سے تمسک

(۱) مومن طاق کی حدیث سے تمسک کرتے ہیں وہ حدیث یہ ہے کہ ایک روز ابوحنیفہ نے مومن طاق سے کہا کہ تم رجعت کے قائل ہو مجھکو کچھ قرض دے دو میں تم کو رجعت میں واپس دیدوں گا۔ تو مومن طاق نے جواب دیا کہ کسی کو ضامن لاؤ جو اس بات کی ضمانت کرے کہ تو انسانی صورت میں رجعت کے وقت آئے گا۔

(۲) قصہ ہاروت و ماروت میں وارد ہے کہ خدا نے اس عورت کو جسسے ماروت و ہاروت نے ارادہ زنا کیا تھا اسکو خدا نے زہرہ ستارہ بنا دیا۔

(۳) امام جعفر صادق علیہ السلام نے حج کے موقع پر اپنے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا کہ یہاں حاجی بہت کم ہیں تو صحابی نے عرض کیا کہ حضرت بہت کثرت سے لوگ حج کو آئے ہیں تو حضرت نے فرمایا اسمیں انسان بہت کم ہیں دیکھو۔ اب صحابی دیکھتا ہے تو کثرت سے لوگ حیوانی شکل میں تبدیل ہو گئے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ یہ لوگ قیامت میں انھیں صورتوں میں محشور ہوں گے۔ آریہ حضرات فرماتے ہیں کہ ان تینوں احادیث میں انسان کی روح حیوانی روح میں منتقل ہوگئی اور اسی کو ہم تناسخ کہتے ہیں اور ہمارا تناسخ

تناسخ ثابت ہے۔

جواب ۔ سماجیو! مومن طاق و ابو حنیفہ کی گفتگو اولاً تو بطور مزاح تھی۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ نے رجعت پر طنز و طعن کیا تھا۔ تو مومن طاق نے بھی ویسی ہی جلی بھنی سُنائی۔ دوسرے سماجیو تمہارا تناسخ ان تینوں احادیث میں چسپاں نہیں ہوتا۔ کیونکہ زہرہ کو خدا نے فوراً ستارہ بنایا۔

اگر یہ حدیث صحیح ہے (حالانکہ ہم اس کو صحیح نہیں مانتے) اور مرنے کے بعد ستارہ نہیں ہوئی بلکہ زندہ ستارہ کی صورت میں بدل گئی اور اسی طرح حاجیوں کے قصہ میں قیامت کے دن کا واقعہ نقل کیا ہے اور پیدا ہونے اور مرنے کا ذکر نہیں ہے لہذا تمہارا تناسخ کسی حالت میں ثابت نہیں ہوا کیونکہ تناسخ میں جنم اور موت کی شرط ہے اور یہ تینوں حدیثوں میں مفقود ہے لہذا سماجیو ذرا عقل سے کام لو تو یقیناً تناسخ کو عقیدۂ ایشور یکتا و لاشریک و قادر مطلق کے خلاف پاؤ گے اور تناسخ سے تائب ہو گے۔

تمام شد

وَانَاصِرَاهُ

سید محمد اصغر صاحب رکن انجمن کاظمیہ و عابدیہ کاظمین لکھنؤ اطلاع دیتے ہیں کہ ۲۰ [illegible] اکتوبر ۱۹۴۳ء کو شبیہ مسجد کوفہ (دو اقع کاظمین) میں مجالس فاتحہ خوانی بر بنائے ایصال ثواب بروح پرفتوح سرکار ناصر الملۃ طاب ثراہ ہوں گی جن میں اولاً نماز جماعت بمعیت سرکار سید [illegible] مدظلہ العالی ہو گی بعدہٗ فخر القراء ہند عالی جناب مولوی قاری سید اظہار حسین صاحب قبلہ دامت معالیہم تلاوت کلام مجید فرمائیں گے۔ پھر موافق دستور العمل ہندوستان کے مشہور ذاکرین اپنے افادات سے سامعین کو ماجور و مثاب فرمائیں گے۔

امید کہ اہل ایمان زحمت شرکت گوارہ فرما کے ممنون فرمائیں گے۔

شنبہ ۲۳ اکتوبر ۲ بجے دن	عمدۃ الواعظین، راس المتکلمین، عالیجناب مولانا سید علی محمد صاحب قبلہ اجلال حیدرآبادی دامت برکاتہم
یکشنبہ ۲۴ اکتوبر ۹ بجے صبح	امیر الشعراء مداح اہلبیت عالیجناب مولانا سید قائم رضا صاحب نسیم امروہوی دامت برکاتہم
یکشنبہ ۲۴ اکتوبر ۲ بجے دن	حضرت خطیب اکبر متکلم اعظم عالیجناب پروفیسر خواجہ عبد اللطیف صاحب (مونگا کالج) پنجاب دامت برکاتہم

عید الفطر

شمس العلماء خواجہ الطاف حسین صاحب حالیؔ۔ پانی پتی

مہ صیام گیا، اور روز عید آیا ○ خوشی کا عید کی حق ہر کوئی بجا لایا
کیا خدا کا ادا شکر روزہ داروں نے ○ کہ اپنے صبر کا انعام ہم نے بھر پایا
گئے ہیں ایسے مساجد سے معتکف خوش خوش ○ کہ جیسے طفل ہو مکتب سے چھوٹ کر آیا
شگفتہ آتے ہیں اس طرح عیدگاہ سے لوگ ○ کہ گنج انھوں نے ہے گویا خرابہ میں پایا
حسین چاؤ میں پھولے نہیں سماتے آج ○ کہ دن خدا نے نمائش کا ان کو دکھلایا
عزیز دوست گلے ملتے پھرتے ہیں باہم ○ خدا نے سینکڑوں روٹھوں کو آج منوایا
غنی ہیں شال میں مست اور گدا ہیں کھال میں مست ○ ہر ایک خوان سے منعم نے سب کو چکھوایا

صبح عید

از لسان العصر سید اکبر حسین صاحب اکبر الہ آبادی

خوش پھر رہی ہے خلق خدا صبح عید ہے ○ ہر سمت زیب زینت دنیا کی دید ہے
جن کے سوائے دل میں ہو کچھ مایہ نشاط ○ اس سے شراب طول امل کی کشید ہے
مجھکو خموش دیکھ کے پوچھا یہ چرخ نے ○ تو بھی اس آب و رنگ سے کچھ مستفید ہے
میں نے کہا کہ "حالت عشاق ہے کچھ اور" ○ پروا نہ ہو وفا کی یہ ان سے بعید ہے
پیش نظر ہمارے ہے شام شب فراق ○ اس کی سحر جو ہو تو ہماری بھی عید ہے

مومنو آج عید رمضاں ہے ○ خرم و شاد ہر مسلماں ہے
صدقۂ فطر دو نماز پڑھو ○ یہی حکم رسول یزداں ہے

مشہور زمانے میں جو عید صیام ہے ○ یہ رحمت کریم پئے خاص و عام ہے
رکھتا ہو صدق دل سے جو روزے تمام تر ○ جنت میں اس کے واسطے برتر مقام ہے

ہزار شکر کہ عید مہ صیام آئی ○ کرو نماز یہ مسجد میں جبہ فرسائی
دعائیں مانگو کہ مقبول رب ہیں آج کا دن ○ گھٹا کی طرح سے ہے رحمت خدا چھائی

وہ ہلال عید مغرب سے نظر آنے لگا ○ پرچم عیش و طرب عالم پہ لہرانے لگا
جستجو میں جسکی بیکل دیدۂ نظارہ تھا ○ شاہد گردوں پہ اپنا جلوہ دکھلانے لگا

عیدگاہ ما غریباں کوئے تو ○ انبساط عید دیدن روئے تو
صد ہلال عید قربانم کنم ○ اے ہلال عید ما ابروئے تو

عید کی صبح سہانی ہے ○ جاؤ جس سمت شادمانی ہے
ایک صف میں کھڑے ہیں شاہ و گدا ○ کیسی پیاری یہ مہمانی ہے

باب المراسلات

اشکرکم للناس اشکرکم للہ

استاذ الواعظین جناب علامہ مولانا سید عدیل اختر صاحب قبلہ مدظلہ پرنسپل مدرسۃ الواعظین تحریر فرماتے ہیں کہ۔

آج جب مذہب و مذہبیات سے حلقہ بگوشان ہوا و ہوس دور ہوتے چلے جاتے ہیں کچھ نہ کچھ بندگان خدا بھی دکھائی دیتے ہیں جن کا شعار دین و دینیات کی خدمت اور خادمان مذہب و ملت کی ہمت افزائی ہے۔ حاجی جھٹا گوکل مرحوم کے صاحبزادگان جناب سیٹھ نور محمد صاحب و غلام حسین صاحب و دیگر برادران کچھ دن ہوئے ایمانی اجتماعات کی شرکت اور اہم شیعی دلچسپی کے مرکز کو بچشم خود دیکھنے کی غرض سے لکھنؤ تشریف لائے اور شیعی ادارات کو دیکھا۔ ناظمیہ عربی کالج سے ان حضرات کی ہمدردی تو قدیم اور مشہور ہے یہاں آکر شیعہ ڈگری کالج، کانفرنس اور شیعہ یتیم خانہ کو بھی دیکھا۔ مدرسۃ الواعظین میں بھی تشریف لائے (یہ دوسری بات ہے کہ کراچی کے باشندے تو مدرسہ کو زندہ اور مفید ادارہ جان کر خود تشریف لائیں اور قریب کے باشندے اسکو ناکارہ یا مردہ سمجھنے کی سعی نامشکور فرمائیں) بہر حال موصوفین نے مدرسہ کے حالات دریافت کئے ہر ہر شعبہ کے متعلق استفسارات فرمائے تعلیم اور طلبہ کے داخلہ کی گفتگو میں جب یہ ظاہر کیا گیا کہ برابر ایسا ہوتا رہا ہے (سرکار نجم الملۃ طاب ثراہ کی زندگی میں بھی مسلسل کئی سال داخلہ نہیں ہوا) اور اب بھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر آمدنی میں اسکی گنجائش نہیں ہوتی کہ طالب علم کا تین سال تک وظیفہ جاری رکھا جا سکے یا اُس کے آیندہ کسی مقام پر بھیجنے کے اخراجات کا بار نہیں اٹھایا جا سکے تو داخلہ نہیں ہوتا چنانچہ اس سال بھی داخلہ نہ ہو سکا ہے جب نہایت دلچسپی اور نور سے کتب خانہ (جو ہندستان کے بہترین کتب خانوں میں ہے) دیکھتے رہے اور دفتر معائنہ پر اپنی خوشی اور مدرسہ کے کام سے اظہار پسندیدگی تحریر کرتے ہوئے مبلغ پانچسو کی رقم عطا کرنا تحریر کر دیا اور زبانی بھی فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ایک طالب علم ہمارے وظیفہ سے داخل ہو تا آخر یہاں رہ جائے ہم اپنے مرکز پر پہونچ کر رقم بھیجدیں گے۔ ہم متعدد کاتب مرکز نظامیہ عربی کالج ہے) میں تھا اگر اپنے نام پہ ایک طالب سید مولوی سید علی سجاد صاحب کا نام پیش کیا، اور پھر کراچی سے بھی جا کر تحریر فرمایا کہ مدرسہ کے قاعدہ سے اگر مولوی صاحب داخل ہو سکیں تو ہماری خواہش یہی ہے کہ یہ وظیفہ انہی کو دیا جائے۔ اس کے بعد جناب حاجی صاحب نے بلا کسی تحریک اور یاد دہانی کے مبلغ پانچسو روپیہ کا چک مدرسہ میں بھیجدیا مولوی علی سجاد صاحب کا امتحان حسب پابندی قواعد مدرسہ لے لیا گیا اور وہ جولائی سے مدرسہ میں داخل کر لئے گئے

ہم نہایت خلوص سے اپنے ان محسنین کے شکر گذار ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خداوند عالم ان کو دینی و دنیاوی ترقی سے مالا مال کرتا ہے اور اسی کے ساتھ ہم اپنے دوسرے خوش حال افراد کیلئے بھی دست بدعا ہیں کہ وہ اپنی حسب مرضی اخراجات کی رقموں میں سے کوئی حصہ دین کی مرضی میں اپنی قوم و مذہب کے خدام اداروں کے لئے بھی قرار دیں اور من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا کی نوید کامیابی کا مصداق بن سکیں۔

(عدیل اختر)

مدرسۃ الواعظین کے ایک رکن کی مجلس فاتحہ خوانی

قوم شیعہ کو یہ معلوم کرکے بے حد رنج ہوگا کہ مدرسۃ الواعظین کے ایک رکن جناب الحاج ملا حسین صاحب شریف دیو جی اعلی اللہ مقامہ ساکن زنجبار (افریقہ) نے بتاریخ ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۴۲ء بعارضہ اختلاج القلب انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

موصوف کی ہستی قوم شیعہ کیلئے خصوصاً اور مسلمانوں کیلئے عموماً ایک زبردست نعمت تھی۔ افریقہ میں اسلام کا پرچم جہاں جہاں لہرایا اُس میں موصوف زیادہ تر دخیل ہے۔ مدرسۃ الواعظین کی ہزارہا روپیہ سے امداد کی اور مبلغین مدرسۃ الواعظین (افریقہ) کی تمام تر سہولتیں آپکے وجود ذی جود کی ممنون ہیں۔

آپ مدرسۃ الواعظین کی اس شاخ کے سکریٹری بھی تھے جو افریقہ میں قائم ہے جس کی بنیاد جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ مرحوم صدر الافاضل واعظ مدرسۃ الواعظین (محرک مقدمہ بنگلی) کی مرہون منت ہے۔ ہم اپنے اس ہمدرد کے انتقال پر ملال پر اظہار رنج کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ خداوند عالم مرحوم کو جوار آئمہ میں جگہ دے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

بنا بریں بتاریخ ۱۳ اگست سنہ ۴۲ء مطابق ۱۰ ماہ شعبان المعظم مرحوم کی روح پر فتوح کے ثواب کے لئے مبلغین و طلاب و ملازمین مدرسۃ الواعظین کی طرف سے ایک مجلس فاتحہ خوانی برپا کی گئی۔ جس میں عمدۃ الواعظین جناب مولانا مرزا محمد طاہر صاحب قبلہ واعظ مدرسۃ الواعظین نے (بعد قرآن خوانی) نہایت کامیاب ذاکری فرمائی۔

(نامہ نگار خصوصی)

محفل میلاد حضرت عباس ؑ

{ فخرنات جناب سید ارتضی حسین صاحب ناظم دفتر شیعہ مشن }

کراری ضلع الہ آباد اطلاع دیتے ہیں کہ قصبۂ کراری محلہ شریف آباد میں ۴ شعبان سنہ ۶۲ھ کو حضرت عباس علمدار کربلا کی محفل میلاد منعقد کی گئی جس میں معزز شعرائے کراری نے قصیدہ خوانی فرمائی جنمیں خاص طور سے جناب مولانا سید محمد جواد صاحب قبلہ جناب مولانا سید افتخار حسین صاحب کامل قابل ذکر ہیں بعدہ نجم الواعظین جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی سرپرست شیعہ مشن مولف ذکر العباس ؑ نے حضرت عباس ؑ کے خصوصی حالات کا اپنے خاص انداز میں ذکر فرمایا۔ آپ کا بیان معلومات سے بھرا ہوا اور پر مغز تھا۔

مبلغ مدرسۃ الواعظین رکسوارہ میں

{ جناب سید فضل عباس صاحب }

موضع رکسورہ پرگنہ کراری ضلع الہ آباد سے لکھتے ہیں کہ جناب مولانا سید لفضا حسین صاحب مبلغ مدرسۃ الواعظین یہاں تشریف لائے اور جناب سید حسن کاظم صاحب رئیس کے مکان پر قیام فرمایا اور کثیر تقریروں سے مومنین کو مستفید فرمایا۔ جناب سید محمد اکبر صاحب عرف ببو صاحب انگشتر فروش نے اکثر آپ کی پیش خوانی کی اور کامیاب رہے۔

ایک مراسلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا موصوف ۲۰ جولائی سنہ ۴۲ء کو موضع سنگروسی ضلع اناؤ تشریف لیگئے تھے وہاں جناب سید علی صاحب و جناب سید غلام عباس صاحب کے دولتکدہ پر ۱ یوم قیام فرمایا تھا اور دو موضوعات پر نہایت پُر مغز و جامع تقریریں فرمائی تھیں وہاں کے

حضرات نے مبلغ ۔۔۔ روپیہ سے مدرسۃ الواعظین کی امداد فرمائی جن کے اسماء گرامی آئندہ کسی پرچہ میں پیش ہوں گے۔ (ادارہ)

محفل نیمۂ شعبان

حجۃ الاسلام سرکار نجم العلماء اعلی اللہ مقامہ کے عقیدہ

پر حسب معمول قدیم نیمۂ شعبان کو نہایت شاندار محفل میلاد حضرت خاتم الاوصیاء علیہ السلام منعقد ہوئی۔ کثیر شعراء نے نظمیں پڑھیں جنمیں جناب ظفر الممالک مولوی وزیر صاحب و جناب شمشاد صاحب و لالہ کدار ناتھ صاحب آبحگر لکھنوی و سید الشعراء حضرت نسیم امروہوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ بعدہ عمدۃ العلماء جناب مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے مختصر مگر نہایت کامیاب بیان فرمایا۔ (نامہ نگار)

محفل میلاد حضرت علی اصغرؑ

آ سید منظور الحسن و سید مظفر حسین

صاحبان تحریر کرتے ہیں کہ ۱۵ رجب المرجب ۶۱ھ بوقت ۱۰ بجے شب قصبہ کراری ضلع الہ آباد میں منجانب انجمن صفدریہ محفل میلاد حضرت علی اصغر منعقد کی گئی جس میں مقامی شعراء کے علاوہ سکریٹری صاحب گروہ اصغری حیدرآباد کے گلدستہ سے بھی قصائد پڑھے گئے۔ مقامی حضرات میں شیخ شہاب الدین صاحب حنفی (آب کش) اور فخر الشعراء حضرت کامل کراروی کے قصیدے خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

پنجاب شیعہ پولیٹیکل کانفرنس کا سالانہ اجلاس

جناب سید در حسن صاحب مستور بی اے نے ایک مطبوعہ پمفلٹ بھیجا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۹۔۱۰ اکتوبر ۴۳ء یوم یکشنبہ دوشنبہ لاہور میں پنجاب شیعہ پولیٹیکل کانفرنس کا نہایت شاندار سالانہ اجلاس زیر صدارت فخر قوم نواب آغا مظفر علیخاں صاحب قزلباش بیرسٹر، ایم۔ ایل۔ اے منعقد ہوگا جس میں خاص طور سے زیر بحث یہ عنصر بھی ہوگا کہ اس خونیں دور انقلاب میں شیعیان پنجاب کو کس راستہ پر گامزن ہونا چاہیئے۔

سال رواں کے تاریخی اسماء

جناب شفیق حسین صاحب سلمی تحریر فرماتے ہیں کہ

میں نے فن تاریخ گوئی وغیرہ میں بڑی محنت کی ہے جن حضرات کو اپنے نوزائیدہ لڑکوں اور لڑکیوں کے تاریخی اسماء کی تلاش ہو ذیل کے پتہ پر مجھ سے مشورہ فرمائیں ۱۳۶۲ھ کے چند نام نمونتہ یہ ہیں (۱) سبط اصغر سید خشان عباس ۲۔ تملائے مکری بیگم ۳۔ غریب سکینہ۔ پتہ:۔ محلہ محل ڈاکخانہ کراری ضلع الہ آباد۔

آل انڈیا شیعہ یتیم خانہ لکھنؤ کے کلنڈر

کاغذ کی قحط اور طباعت کی گرانی کے زمانے میں بھی اس یتیم خانہ نے اپنی مرجیا کی اس خدمت سے محروم ہونا گوارہ نہ کیا جو سالانہ انجام دیجاتی ہے اسمرتبہ کلنڈر اپنے روایتی اہتمام کیساتھ تیار ہیں مگر سابق کیطرح زیادہ تعداد میں طباعت نہوسکی لہذا استدعا ہے کہ بذریعہ تحریر طلب فرمالیا جائے پتہ مکمل اور صاف تحریر ہونا چاہیئے بہتر ہوگا کہ اگر ایک شہر یا قصبے کے لوگ ایک ہی صاحب کے ذریعہ سے طلب فرمائیں تاکہ بھیجنے میں سہولت اور صرفہ میں تخفیف ہو کلنڈر میں امسال ایک تصویر شایع کی جارہی ہے جو مصوری کے فنی اعتبار سے گہری نظر کی طالب ہے۔ خادم ایتام

سید کل رضا (ایڈوکیٹ) آنریری سکریٹری

مرکز تبلیغ اسلام پر اظہار رائے

(نوشتہ جناب مولوی سید انور حسین صاحب [illegible] فاضل ایڈیٹر رسالہ نور امروہہ)

ہمارے فاضل امروہوی اس ہر دلعزیز اور مفید تبلیغی مذہبی رسالہ نور کے ایڈیٹر ہیں جو بسعت شمس الواعظین مولانا سید ظاہر حسن صاحب قبلہ امروہوی کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے مذکورہ بالا عنوان سے [illegible] لکھنو کے ایک کن کی تحریک کو رسالہ نور [illegible] صفحہ کے بعد [illegible] تبصرہ فرمایا ہے اگرچہ اس کے بعض اجزاء میں ہلکا سا اختلاف ہے لیکن چونکہ اس سے [illegible] ادارہ مذکورہ کی پھیلائی ہوئی غلط فہمی کا ازالہ ہوتا ہے اسلئے بعینہ نقل کئے دیتے ہیں [illegible] عبارت نہایت بلیغ اور جامع ہے۔ اور شاید یہ مقصد سے پیش نظر رکھا گیا ہو کہ اب دین سے دنیا مقدم ہے۔

اگرچہ بانی نظر مبصر نے اپنے قلم کو انصاف سے حرکت دی ہے لیکن شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں خدانخواستہ ادارہ کے متوسلین نہیں تشویش ایڈیٹر صاحب سابق کی طرح بغض اپنے [illegible] حالانکہ ہم اتنی رواداری برتتے ہیں کہ انکے ادارہ کا اپنے قلم سے نام تک نہیں لکھتے (ادارہ)

جس ادارۂ عالیہ کا تذکرہ صفحہ گذشتہ پر کیا گیا ہے اس کا منشا شیعی تبلیغ نہیں کیونکہ اس سے بین المسلمین اختلافی خلیج حائل ہوتی ہے بلکہ خالص اسلامی خدمت اور اتحاد بین المسلمین ہے۔ اور شاید یہ مقصد اس لئے پیش نظر رکھا گیا ہو کہ اب دین سے دنیا مقدم ہے۔ جناب مولانا سید محمد [illegible] صاحب قبلہ عماد العلماء جانشین جناب سرکار نجم الملۃ نور اللہ مرقدہ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے تبلیغی بازو کو سنی عنصر کی مدد سے قوی بنا کر تبلیغ اسلام کا کام جاری فرمائیں اور ادارہ مذکورہ کے مبلغین [illegible] دنیائے کفر و شرک میں اسلامی روشنی پھیلائیں۔ سبحان اللہ! بہت مبارک کوشش ہے کسکو جائے دم زدن۔ البتہ اتنی الجھن ضرور دل میں پیدا ہوتی ہے کہ ان شکاریوں کا مارا ہوا شکار تقسیم کیونکر ہوگا۔ اس کو ہم غلام جیلانی کہہ کر پکاریں گے یا غلام پنجتن۔؟

سرکار مرحوم کی ایک یادگار تو مدرسۃ الواعظین ہے جس کا مقصد لوگوں کو شیعہ بنانا ہے اور دوسری جدید یادگار مرکز تبلیغ اسلام ہے جس کا منشا مسلمان بنانا اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنا ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ کسی پوائنٹ پر کوئی تصادم کی صورت تو نہ آپڑے گی جب مدرسۃ الواعظین کا واعظ کسی سنی کو شیعہ بناکر لائے گا۔ یا سنیوں سے مناظرہ کرنے کیلئے کھڑا ہوگا یا الواعظ میں سنیوں کے خلاف کوئی مضمون نکالے گا۔ یا مرکز تبلیغ اسلام کے مسلمان بنائے ہوئے کو شیعہ بنانا چاہے گا تو اس سے اتحاد المسلمین کے سینہ پر کوئی ضرب تو نہ لگے گی۔ خالص اسلامی خدمت گزار شیعہ واعظین کو ٹیڑھی نظروں سے تو نہ دیکھیں گے؟ اگر ایسا کبھی ہوگا تو ہماری دلی دعا ہے کہ یہ جدید ادارہ جلد جوان ہو

اور ہوائی جہاز میں بیٹھ کر تمام ملک یورپ و امریکہ ایشیا اور افریقہ کے چکر لگائے اور لاکھوں کروروں آدمیوں کو مسلمان بنا ڈالے۔ اور اگر ان دو اداروں میں باہمی تصادم ہوگا تو پھر شیعوں کی ہمدردی کا رخ کس طرف ہوگا مدرسۃ الواعظین کی طرف یا مرکز تبلیغ اسلام کی طرف جناب تاج العلماء کی طرف یا جناب عماد العلماء کی طرف؟

کیا کسی ایک تبلیغی پلیٹ فارم پر سنی اور شیعہ حقیقی اتحاد کے ساتھ مجتمع ہو سکتے ہیں؟۔

تجربہ بتاتا ہے کہ محال نہیں، تو دشوار ضرور ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں عیسائی چرچ کی طرف سے زبردست کوشش اس امر کی ہو چکی ہے کہ مختلف عیسائی مشن متحد ہو کر دنیا میں عیسائیت کی تبلیغ کریں لیکن اس جدوجہد کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہندوستان میں بہت سے مشن اپنا اپنا کام جداگانہ کر رہے ہیں مثلاً ایس۔ پی۔ جی میتھاڈسٹ، سالویشن آرمی، انگلش مشن، رومن کیتھولک وغیرہ۔ کیا عیسائی چرچ ان سب کو ملا سکتا ہے؟۔

تمدنی، معاشرتی، اور سیاسی اسٹیجوں پر تو ایسا اتحاد ہو جانا ممکن ہے مگر تبلیغی پلیٹ فارم پر اس کی امید نہیں ہوتی۔ اور اگر کسی خاص اثر کے تحت میں ہو بھی جائے تو شاید دیرپا نہ ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمارے مظلوم آمرہ وقت کی نزاکت کو پیش نظر رکھ کر ضرور سنی مبلغوں کے ساتھ ہو کر خالص اسلامی خدمت پر کمر بستہ ہو جاتے انھوں نے اپنی جانیں دیدیں مگر مرتے دم تک کرتے رہے شیعیت ہی کی تبلیغ۔

اگر اس ادارہ کی سرپرستی کا شرف کسی اور بزرگ قوم کو ہوتا تو ہمیں اظہار رائے کی کوئی ضرورت محسوس ہوتی لیکن یہ دیکھ کر کہ جانشین سرکار مرحوم اس کے سرپرست ہیں ہمیں رنج ہوا۔ ہم تو سرکار نجم الملۃ طاب ثراہ کے خانوادۂ گرامی کی ایک ایک فرد کو شیعیت کی حمایت اور شیعیت کی تبلیغ میں سرتاپا ڈوبا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں نہ کہ اس زمرہ میں جو بین الاقوامی شہرت کے گرویدہ ہو کر اپنے اصلی مرکز سے ہٹ گئے ہیں بخدا اگر سرکار مرحوم ایسی اسلامی خدمت کے پسند فرمانے والے ہوتے تو تبرا ایجی ٹیشن میں ہرگز اپنی دلچسپی کا اظہار نہ فرماتے۔

بہرحال ہمیں اس ادارہ سے کوئی مخالفت نہیں جو ہمارا ذاتی خیال تھا آزادی سے لکھ دیا ہے۔

اسلامی نماز

یہ ایک اہم کتاب ہے جو [illegible] علامہ سید محمد [illegible] صاحب قبلہ کی تالیف لطیف ہے

اس کتاب میں [illegible] نماز پر محققانہ بحث کی گئی ہے اور خاص خاص مباحث کو تو اس قدر واضح کر دیا ہے کہ اب مجال اختلاف باقی ہی نہیں رہی۔ اس میں خاص طور سے فلسفہ نماز، اسرار نماز، اور اس کا تمام مذاہب کے کل عبادات پر تفوق اور اس کے روحانی و جسمانی فوائد وغیرہ پر [illegible] محققانہ بحث کرتے ہوئے جہت قبلہ کی حکمت [illegible] مشرکین پر نہایت [illegible] ہے۔

ہمکو اس کتاب کی [illegible] سے ہر سطر پسند آئی اور خصوصی طور پر [illegible] ہی۔ [illegible] معلوم ہوتی ہے ہمارے مذہب کے [illegible] محقق کو ایسی نمبر کی تحقیقی کتاب دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیے تھی یہ کتاب ۲۴۴ صفحات پر مشتمل ہے

قیمت صرف ایک روپیہ ہے (عہ)

ملنے کا پتہ۔ منیجر البرہان، لودھیانہ [illegible]

ترانۂ حریت } یہ نام ہے حضرت نسیم امروہوی کے اس انقلابی مسدس کا جس نے مملکت ادب اور اقلیم سخن کے نامور تاجداروں سے خراج تحسین حاصل کر لیا ہے ہر دو تاریخ میں اس کے تصورات اور ہر زبان پر اس کے پاکیزہ مصرعہ رقصاں نظر آتے ہیں۔ سچ ہے اگر دور حاضر میں نظم کی زبان سے تبلیغ اسلام مقصود ہو تو اس عنوان بیان اور انداز کلام کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں مل سکتا۔ میں نے اول سے آخر تک اس کے ہر مصرعہ کا ہر لفظ کو بغور پڑھا جس بند کو جس شعر کو جس مصرعہ کو جتنی بار پڑھا۔ نیا لطف حاصل کیا۔ یہ مسدس کیا ہے گویا کلام معجز بیان کا پرتو الہام ہے! الفاظ کی بندش، مضامین کی ندرت زبان کی سلاست، بیان کا انداز غرضکہ یہ وہ خصوصیات ہیں جو زبان تیح کو حرکت دیئے بغیر رہنے نہیں دیتے اس میں مواعظ و حکم۔ پند و نصائح اور پھر وہ سب امام حسینؑ کی حریت بخش اور انسانیت افروز شخصیت اور شہادت سے مستخرج کر کے اس خوبی اور لطافت سے پیش کیا ہے کہ بلا قید مذہب و ملت ہر وہ انسان جس کے پہلو میں حساس دل کروٹیں لے رہا ہو صدائے آفرین بلند کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اگرچہ سلاست الفاظ و معانی اور جذبۂ فطری و جدت طرازی میں کہیں کہیں حالی کے مسدس (مد و جزر اسلام) کا لطف آجاتا ہے لیکن مجموعی حیثیت سے ان دونوں مسدسوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا ان دونوں شعراء کے زمانہ اور عصر میں بعد ہے ہو سکتا ہے کہ یہ ۱۳۶۱ھ کا حسینی اعجاز ہو۔

جناب نسیم نے حضرت حالی پانی پتی کو ماضی کر دیا اور خود دور حاضر اور زمانہ حال میں وہ کمال حاصل کیا کہ حالی بن گئے۔

حضرت نسیم کے کمال کا میں پہلے سے بھی معترف ہوں، مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ ادارہ عالیہ شیعہ مشن پرگنہ کراری ضلع الہ آباد کی دعوت پر آپ کراری تشریف لے گئے تھے۔ میرے شیعہ مشن کے موضوع پر آپ نے لکھنؤ میں صرف نصف مرثیہ کہا تھا وہاں پہونچ کر چند گھنٹے میں مرثیہ مکمل کر لیا تھا یوں تو آپ کے کلام کا ہر مصرعہ قابل قدر ہوتا ہے لیکن ساقی نامہ خصوصی طور پر مجھے دلپذیر معلوم ہوتا ہے۔ زیر نظر مسدس میں بھی آپ کے ساقی نامہ کو امتیاز ہے کہیں کیف و سرور کی بے دیکھے مستی ظاہر کی ہے کہیں آیات قرآنی کو پیالے بنائے ہیں۔ کہیں "قل کفی" کہیں "انما" کہیں رسولؐ کی عبا کے پردے ڈال کر شراب نوشی میں ساقی کا ہم پیالہ ہونا خوبی کے ساتھ دکھلایا ہے اور کربلا کے سرشاروں کی مستی تو کچھ اس انداز سے دکھلائی ہے جس کا تعلق دیکھنے ہی سے ہے

اگرچہ اس مسدس میں مرثیت کچھ زیادہ نہیں معلوم ہوتی لیکن پھر بھی جس طرح مصنف قابل قدر ہے اسی طرح اسکی تصنیف بھی لائق نظر ہے۔ اسپر پنڈت برجناتھ صاحب شرغا ایڈوکیٹ ہائیکورٹ انگریزی اور مسٹر ممتاز احمد ایم اے کا زبان اردو مقدمہ بھی ہے اسکا حجم معہ مقدمے ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے

ملنے کا پتہ:- ادبستان۔ گوین روڈ۔ امین آباد۔ لکھنؤ

رسالۂ مجاہد لکھنؤ } یہ ایک ماہی رسالہ ہے جو مرکز انجم الملت کے مبینہ جدد جناب مولانا سید محمد محسن صاحب قبلہ دام مجدہٗ کی زیر سرپرستی کوچہ اسحٰق پھڑتے شائع ہوتا ہے اسکے ایڈیٹر مولانا سید محمد اصغر صاحب فاضل ادیب لکھنوی ہیں رسالہ دلپسند اور دلفریب ہوتا ہے اسمیں ارباب قلم کے مضامین اور نازک خیال شعراء کی طبع آرائیوں کے مرقعے بھی ہوتے ہیں خدا کرے اس رسالہ کی پرواز زندگی اسکے خلوص نیت کے مطابق ہو ہم جس طرح مولانا محمد محسن صاحب کے قدردان ہیں اسی طرح آپکے اس رسالہ کے بھی قدردان ہیں زیر نظر رسالہ مجاہد ماہ جولائی ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا

باب المرکز

امداد مدرسۃ الواعظین کا زرین سلسلہ

رقم مرسلہ جناب مولوی محمد رضا صاحب

بابتہ ماہ نومبر و دسمبر ۴۲ء

۱۔ عالیجناب سکریٹری صاحب خوجہ اثنا عشری جماعت کراچی ضعہ ر
۲۔ " ماسٹر الٰہی بخش صاحب بغدادی کراچی ۴ر
۳۔ " محمد رحیم صاحب ولد محمد صالح صاحب کلیے ک کمار اور کراچی ۴ر
۴۔ " سکریٹری صاحب خوجہ اثنا عشری جماعت کراچی صعہ

رقم مرسلہ جناب مولوی بنیاد علی صاحب

از ماہ اگست تا دسمبر ۴۲ء

۱۔ عالیجناب سید عابد رضا صاحب افسر ڈل بلند شہر صہ ر
۲۔ " غلام مسلم صاحب کوتوال " سے ر
۳۔ " منظر حسین صاحب کانسٹبل " عہ ر
۴۔ " شیخ اصغر حسین صاحب یونیو افیسر " عہ ر
۵۔ " سید مستجاب حسین صاحب جلالی ضلع علیگڈھ عہ ر
۶۔ " پیر محمد صاحب " " ۴ر
۷۔ " سید ذیشان حسین صاحب وکیل کرنال صہ ر
۸۔ " ہمایوں احمد خانصاحب " ۶ر
۹۔ " سید علی عابد صاحب زیدی " عہ ر
۱۰۔ " سعید احمد صاحب نقوی " عہ ر
۱۱۔ " محمد عسکری صاحب موسوی نیشاپور مصطفےٰ آبادی عہ ر
۱۲۔ " سید شبیر حسین صاحب موسوی " عہ ر
۱۳۔ " سید وقار حسین صاحب سید قائم حسین صاحب " ۴ر

۱۱ جنابہ سیدہ عزیزہ خاتون صاحبہ ۳ر
۱۵ عالیجناب سید حسین احمد صاحب موسوی عہ ر
۱۶ " آغا غلام حیدر صاحب تبتی عہ ر
۱۷ " سید انتظام علی صاحب عہ ر
۱۸ " حکیم احمد صاحب عہ ر
۱۹۔ " سید علی اکبر صاحب عہ ر
۲۰۔ " سید زوار حسین صاحب عہ ر
۲۱۔ " اہلیہ داؤد شاہ صاحب ۴ر
۲۲۔ " سیدہ کنیز شبیر صاحبہ ۱۴ر
۲۳۔ " سید محمد حسنین شاہ صاحب کرنال سے
۲۴۔ " الیاس حسین صاحب " ۶ر
۲۵۔ " عاشق علی صاحب " ۶ر
۲۶۔ " منظور حسین صاحب " ع ر
۲۷۔ " سید قیصر عباس صاحب " عہ ر
۲۸۔ " خواجہ قائم حسین صاحب " ۶ر
۲۹۔ " سید خورشید حسین صاحب " عہ ر
۳۰۔ " سید عابد حسین صاحب " عہ ر
۳۱ " مختار احمد صاحب " عہ ر
۳۲۔ " منظور احمد خانصاحب " عہ
۳۳ " سید فدا حسین صاحب " صہ ر
۳۴ " سید محمد سجاد حسین صاحب " عہ ر
۳۵ " سید مصطفےٰ حسین صاحب " عہ ر

نمبر	نام	رقم
۳۶	عالی جناب سید زائر حسین صاحب کرنال	صہ
۳۷	" سید کلب عباس صاحب "	عہ
۳۸	" سید قائم مہدی صاحب "	۴ر
۳۹	" سید ... حسن صاحب	عہ
۴۰	" سید حامد حسین صاحب	صہ
۴۱	" سید سغیر حسین صاحب	عگار
۴۲	" ڈپٹی سید محمد رضا صاحب	عـ۵
۴۳	" ظفر عباس صاحب	عہر
۴۴	" مصطفیٰ ... صاحب	صہ
۴۵	" سید محمد مونس صاحب بیضوی	صہ
۴۶	" مختار احمد شاہ صاحب	للعہ
۴۷	" سید غلام عباس صاحب	۱عـ۵
۴۸	" آغا سید علی شاہ صاحب	عگار
۴۹	" سید احمد علی شاہ صاحب	۸ر
۵۰	" محمد حسنین شاہ صاحب	عگار
۵۱	" خواجہ لطافت حسین صاحب	عگار
۵۲	" سید ہادی حسن صاحب	عہ
۵۳	" صفدر حسین صاحب	عہر
۵۴	" حسنین احمد صاحب	عہر
۵۵	" عاشق علی صاحب	عہ
۵۶	" محسن علی صاحب	عہ
۵۷	" اختر حسین صاحب	عہ
۵۸	" علی محمود صاحب	عہ
۵۹	" محمد رشید صاحب	عہ
۶۰	" بندہ حسن صاحب	عگار
۶۱	" سید حیدر حسن صاحب	۸ر
۶۲	عالی جناب سید منظور حسین صاحب	عگار
۶۳	" ذاکر حسین صاحب	عہ
۶۴	" غلام مصطفیٰ صاحب	۴ر
۶۵	" مصباح الحسن صاحب	عگار
۶۶	" مہدی عباس صاحب	عہ
۶۷	" اظہار الحسنین صاحب	عہر
۶۸	" ہادی حسن صاحب	۸ر
۶۹	" مولانا مفتی سید احمد صاحب سونی پت	للعہ
۷۰	" سید علی حسنین صاحب وکیل مظفرنگر	عہ
۷۱	" سید علی اختر صاحب ساڈھورہ	عہ
۷۲	" سید زین العابدین صاحب	عہ
۷۳	" سید عزادار حسین صاحب	عہ
۷۴	" سید ظفریاب حسین صاحب	عہ
۷۵	" سید ضمیر حسین صاحب	عہ
۷۶	" سید الیاس حیدر صاحب	۸ر
۷۷	" سید خضر عباس صاحب	۸ر
۷۸	" سید ظفر عباس صاحب	۲ر
۷۹	" سید نادر عباس صاحب	۴ر
۸۰	" سید افتخار حسین صاحب	۸ر
۸۱	" سید نذر عباس صاحب	۲ر
۸۲	" سید منظور حسین صاحب	۴ر
۸۳	" سید مقبول حسین صاحب	۸ر
۸۴	" سید تعریف حسین صاحب	۴ر
۸۵	" سید فضل حق صاحب	۲ر
۸۶	" سید انعام حسین صاحب	۲ر
۸۷	" ماسٹر افتخار حسین صاحب	۴ر

برادران ایمانی! سلام علیکم اس پرآشوب زمانہ میں جبکہ لامذہبیت کی تیز و تند ہوائیں قصر ایمانی کو متزلزل کئے ہوئے ہیں، اہل ایمان کیلئے ضروری ہے کہ ملت کی بنیادوں کو مثل سابق مضبوط و مستحکم کرنے کی ہر ممکن سعی امکانی سے دریغ نہ فرما کر عنداللہ و عندالرسول ماجور ہوں۔ اس وقت آپکے لیے یہ امر لازمی ہے کہ آپ دنیا کے مختلف مذاہب و ملل کے لٹریچر کا نظر غائر سے مطالعہ فرمائیں اور ساتھ ہی ساتھ آپ اپنے مذہب کی استدلالی قوتوں کا بھی نظارہ فرما کر اپنی قوت ایمانی میں بھی اضافہ کریں۔ اگر آپ کو مختلف علوم و فنون میں باکمال اہل قلم کا زور تحریر دیکھنا ہے، اگر آپ کو اپنے مذہب سے ذرا بھی ہمدردی ہے اور اسکے خصوصیات سے مطلع ہونا چاہتے ہیں تو فہرست منسلکہ میں سے ایک ایک جلد ضرور طلب فرمائیں، ادارہ آپکے حکم کی شکریہ کے ساتھ تعمیل کرے گا۔

ملنے کا پتہ: مہتمم انجمن مؤید العلوم مدرسۃ الواعظین ۱۶ کیننگ اسٹریٹ لکھنؤ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
انگریزی تراجم و تصنیف		النبوۃ والخلافۃ	۴ر	مناظرہ معاد و تناسخ	ار۶	کشف حقیقت	۴ر
ترجمہ قرآن مجید حصہ اول غیر مجلد	[illegible]	انسانی قربانی	۴ر	الاعجاز	ار۶	(در تصوف)	
مجلد	[illegible]	اعجاز القرآن	۵ر	فلسفۃ المذہب	ار۶	اسلامی بچوں کی پہلی کتاب	ار۶
ترجمہ قرآن مجید حصہ دوم مجلد	[illegible]	حقوق نسوان اور	۲ر	النبی	ار۶	قران السعدین	۴ر
صحیفہ کاملہ حصہ اول	[illegible]	اسلام		خصوصیات اسلام	ار۶	شان صبر	۶ر
صحیفہ کاملہ حصہ دوم	[illegible]	تحقیق البداء	۲ر	اسلامی جہاد	۳ر	[illegible]	۳ر
المودۃ القربیٰ غیر مجلد	عہ	راز شہادت	۲ر	قرآن اور بائبل	۲ر	قاتلان ائمہ کا مذہب	۴ر
دی پرافٹ اینڈ خلافت	۸ر	[illegible]	۸ر	رد الاباطیل	ار۶	حقیقت سادات	۶ر
اسلام اینڈ [illegible]	[illegible]	اسلام اور رواداری	ار۲	رسالہ متعہ	ار۶	فریاد مسلمانان عالم	۳ر
اسلام اینڈ [illegible]	۳ر	کربلا کا مجاہد	ار۲	سرادق عفت	۴ر	تجلیات تاریخ [illegible]	[illegible]
یونٹی آف گاڈ	۴ر	مولود حرم	ار۲	شریعۃ الاسلام حصہ اول	۴ر	ایضاح الاشکال (عربی)	۴ر
ان آئیڈیل کنگ	۲ر	سردار قریش	۶ر	حصہ دوم مجلد / غیر مجلد	۸ر	ارشاد شیخ مفید	[illegible]
دی ٹریجڈی آف کربلا	ار	تعلیم اسلام	۲ر	شریعۃ الاسلام	۳ر	محیط الدائرہ	[illegible]
[illegible]	ار	ید بیضا در تحقیق [illegible]	۶ر	ضمیمہ حصہ دوم		[illegible] فارسی	۱۲ر
اسلام (ان ورس)	۲ر	قرآن اور اقتصادیاتی تعلیم	۸ر	کارنامۂ محرم	۳ر	پردہ پر نظم اردو	[illegible]
نماز	۲ر	تنقید [illegible]	۲ر	اسلامی صحیفہ	۴ر		

(نوٹ) غیر مذہب میں مفت تقسیم کرنے والوں اور تاجروں کے ساتھ خاص رعایت

[illegible] پرنٹر و پبلشر نے [illegible] پریس لکھنؤ میں چھپوا کر مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شائع کیا